

گمشده شہزادی

19 - گمشده شہزادی

20 - حماقت کا جال

21 - شفقت کے پچاری

ابن صفائی

لئے....؟ آپ کے لئے یہ بات عجیب ہو یا نہ مگر میرے لئے تو عجیب ہی
نہیں بلکہ ”سفنی خیز“ بھی ہے.... بہر حال اس مچھر کی وجہ سے میں
راستہ بھلک گیا! چلا تھا گم شدہ شہزادی کی تلاش میں لیکن کونین کے
کپسوں لوں کی وادی میں آنکھا اور اب سوچ رہا ہوں کہ ایک ناول ”مچھروں
کی وادی“ کے نام سے لکھ دالوں۔ حالانکہ ابھی تک ”تاریک وادی“ ہی کا
 وعدہ پورا نہیں کر سکا۔

ہاں جب اس مچھر نے مجھے دوسری راہ پر ڈال دیا تو شہزادی کی
تلاش کیسے جاری رہ سکتی تھی.... نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ ”گم شدہ شہزادی“
آپ تک درپر سے پہنچ! مگر خدا کی پناہ! اس تاخیر کی وجہ دریافت کرنے
کے لئے آپ نے اتنے خطوط لکھ ڈالے کہ اب میں موت سے بھی
ذرنے لگا ہوں....! پتہ نہیں کب مر جاؤں اور آپ قبر پر ڈالنے مار مار
کر کہیں فلاں فلاں تاریخ کو منظر عام پر لانے سے پہلے ہی مر جانے
کا حق تجھ کو کیوں نکر حاصل ہوا....

خیر چھوڑ یے....! یہ لیجھے گم شدہ شہزادی حاضر ہے! اگر آپ اس
میں کچھ خامیاں تلاش کر سکیں تو اس لیمیریا کے مچھر کو اس کہانی کا دلیلین
کچھ کر معاف کر دیجھے گا۔

ہاں ایک بات اور رہی جاتی ہے! میں ان سب دوستوں کا بے حد
شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے تھے! میں اسی نامراہ مچھر کی
وجہ سے انہیں فرد افراد اختنانہ لکھ سکا!

پیش رس

کسی گمشدہ شہزادی کی تلاش آسان کام نہیں ہے۔ آپ نے سنا ہو گا
کہ قصہ حاتم طالی کے صفات شہزادیوں کے تذکروں سے پریہیں.... نہ
صرف یہ کہ خود حاتم کو شہزادیوں کی تلاش رہتی تھی۔ بلکہ اس کے ملنے
جلے والے بھی اسی خط میں بتلا تھے۔ لیکن یہاں قصہ حاتم طالی دہرانا
مقصود نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ شہزادیوں کی تلاش میں
انہیں بڑی پر خطر را ہیں تلاش کرنی پڑتی تھیں کبھی اٹھدوں سے ملاقات
ہوتی تو کبھی دوسرے دزندوں سے، کبھی آدم خوروں سے جاگراتے، اور
کبھی بھوتوں پر تیتوں سے....!

مجھے بھی ایک شہزادی کی تلاش تھی....! تلاش ہی ٹھہری....!
لیکن آج کل حاتم طالی بننے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں....! اگر
کسی طرح بن بھی جائے تو جنگلوں میں خاک اڑانے والے وہ ذیڑھ
درجن شہزادے نہیں ملتے جن کی مرادیں بر لائی جاسکیں.... خیر تو کہہ
یہ رہا تھا کہ شہزادی کی تلاش شروع ہوتے ہی اٹھدوں یا دزندوں کی
بجائے لیمیریا کا ایک مچھر آنکھ ایسا اور پھر یہاں سے دوسری داستان شروع
ہو گئی۔ (بالکل اسی طرح جیسے قصہ حاتم طالی کے درمیان دوسری
داستانیں شروع ہو جاتی ہیں۔)

میرا خیال ہے کہ یہ دوسری داستان اس سے بھی زیادہ عجیب اور
دلچسپ تھی! آپ خود ہی سوچنے کہ اگر ساڑھے پانچ فٹ کے اشرف
الخلوقات کو ایک نھما سا مچھر پچھاڑ جائے تو کیا آپ اسے عجیب نہ کہیں

ابن صفحہ

۱۸۵۷ء

رجموں کی نائی لگن چہرے پر برسنے والی جافت؟ اس کے متعلق تو کہنا ہی فضول ہے۔

وہ چھڑی ہلاتا چلارہا! بھی کبھی فلت ہیٹ کا گوشہ یا نائی کی گرد بھی سنجانے لئے لگتا تھا!.... دفعہ
وہ ایک جگہ رک گیا.... اور سکھیوں سے باسیں جانب والی عمارت کی نیم پلیٹ پر گئی!.... پھر
آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ سورج ابھی ابھی غروب ہوا تھا۔ دھند کے کاغذ زیادہ گہرا نہیں تھا!
سرک پر کاریں سائیکلیں اور دوسری سواریاں دوڑ رہی تھیں!.... لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ
نہیں تھی کہ کسی لمحہ بھی سرک پار کرنے میں کوئی دشواری پیش آتی!....

عمران نے ایک بوڑھے سائیکل سوار کو نظر میں رکھ لیا جو دوسری طرف سے آرہا تھا!....
اس کے سینے پر بڑی سفید ڈاڑھی لبراری تھی جیسے ہی وہ قریب آیا عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے
رکنے کا اشارہ کیا.... بوڑھا سائیکل سوار اتر کر تھیرانہ انداز میں عمران کو گھومنے لگا!.... وہ اس
طرح روکے جانے پر کچھ خوفزدہ بھی ہو گیا تھا۔

”اتی لمبی ڈاڑھی لگا کر سائیکل چلاتے شرم نہیں آتی!—“ عمران نے کہا!

”جی!“ بوڑھے کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں!

عمران نے وہی جملہ پھر دہرا لیا!

”آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟“ بوڑھے نے ناخوٹگوار لمحے میں کہا۔

”میں ڈھنگ کی باتیں کرتا ہوں! آپ بے شرم ہیں۔“

”آپ ہوش میں ہیں یا نہیں!“ بوڑھے کی آواز تیز ہو گئی۔

”میں بالکل ہوش میں ہوں۔ آپ کو شرم آنی چاہئے۔“

”اپنی زبان کو لگام دیجئے!....“

”کیا میں گھوڑا ہوں کہ زبان کو لگام دوں!.... آپ یا تو ڈاڑھی صاف کرائیے یا سائیکل پر
بیٹھنا چھوڑ دیجئے! اور نہ اچھا نہیں ہو گا!“

بوڑھا سائیکل ایک طرف پھینک کر منے ملنے پر آمده ہو گیا! ائمہ گیر ائمہ کو دکھا ہو گئے!

”بڑے میاں ہوش کی دوا کرو! سائیکل پر اتنی لمبی ڈاڑھی ظلم کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے!“

”ابے چوپ!“ بوڑھا حلقت کے مل چینا۔

”پاگل معلوم ہوتا ہے!“ مجھ میں سے کسی نے کہا۔

”تم خود پاگل!“ عمران اس پر الٹ پڑا۔ ”تھاری سات چیتیں پاگل!“

”ہات تیری کی!—! ایک آدمی اس پر جھٹا!“ عمران کا ہاتھ بھی گھوم گیا۔

اور پھر اچھا خاصہ ہنگامہ ہو گیا۔ وہ سب عمران پر چڑھ دوڑے۔

(۱)

گیارہویں شاہراہ شہر کی کشادہ ترین شاہراہوں میں سے ہے.... شہر کے مختلف حصوں میں
اس کی حیثیت مختلف ہے!.... کاروباری حصہ میں اس پر تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی!.... پھر
ریلوے اسٹیشن کے قریب آئیے تو ٹریک کا وہ اڑاحام کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے
جانے کا راہ کرنے میں ہی دو تین منٹ صرف ہو جاتے ہیں.... اور سولہویں شاہراہ کے
کراسنگ پر تو پیل چلنے والے بدھوں ہو جاتے ہیں!.... یہاں انہیں ٹریک ہی کی طرح
چوراہے پر کھڑے ہوئے کا نیبل کے اشاروں کا پابند ہو جانا پڑتا ہے!....

سولہویں شاہراہ کے چوراہے سے ایک فرلانگ تک یہی کیفیت رہتی ہے۔ پھر شہر کا
کاروباری حصہ پیچے رہ جاتا ہے اور بڑی بڑی رہائشی کوٹھیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے!.... جن
کے سامنے چھوٹے چھوٹے پائیں باغ لہلاتے ہیں۔ گویہاں شہر کی یہاں ہمیں رہتی لیکن اس
کا شمار بھی شہر کے باروں تک حصوں میں ہوتا ہے!

اور شہر کے اسی باروں تک حصے میں وہ دلچسپ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

عمران اپنے بہترین یونگ سوٹ میں ملبوس چھڑی ہلاتا ہوا آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اس
کے لباس پر ایک شکن تک نہیں تھا! سخت کالروالی سفید قمیص بے داغ تھی اور گلے میں شوخ

”اوہ---!“ ڈاکٹر کارڈی پڑھ کر بولا۔ ”تب تو یہ ضروری نہیں کہ یہ جلدی ہوش میں آجائے۔“

وہ عمران کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

”کیا یہ مرض دائی ہوتا ہے؟“ ایک لڑکی نے پوچھا۔

” حالات پر منحصر ہے!... یہ ہمیشہ ایسی ہی حالت میں رہ سکتا ہے اور یاد داشت و اپس بھی آسکتی ہے۔ اس قسم کے امراض دراصل حادثات کی بنا پر ہوتے ہیں اور حادثات ہی ان کا خاتمه بھی کر سکتے ہیں!“

ڈاکٹر نے اس کا معاشرہ کیا اور پندرہ منٹ کے وقت سے دو نجکشن دے کر چلا گیا۔

لڑکیوں کے چہرے مفہوم تھے اور بوڑھی عورت بھی تشویش میں جلا ہو گئی تھی۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”پتہ نہیں لٹھر ہاؤز میں کون رہتا ہے اور اس کا فون نمبر کیا ہے؟“

”میرے خیال میں اسے ہوش میں آجائے دیجئے۔“ ایک لڑکی نے کہا۔

”ہاں---آں!“ بوڑھی عورت کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

یہ بیشم کے سفر کے فوتو اٹاٹی کرتی ڈکشنری کی کوئی تھی۔ ایما اور بار بار اس کی پیشیاں تھیں اور بوڑھی مزدود کشنری کی تھی۔....

یہ تینوں ماں پیشیاں بڑی تدبیحی سے عمران کی دیکھ بھال کرتی رہیں۔ بار بار ان کی نظریں کلاک کی طرف اٹھتی تھیں۔.... لیکن شاید اس وقت اس کی سوچیوں نے بھی گردش نہ کرنے کی قسم کھار کھی تھی۔

بار بار ایما سے عمر میں بڑی تھی۔ بار بار سختی سانسیں لیتی۔ ایما بہت بے چین تھی۔ اس نے آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا تھا جو اپنی یاد داشت کو بیٹھا ہو۔ البتہ اس نے ایسے آدمیوں کے متعلق کئی رومانی کہانیاں ضرور پڑھی تھیں۔.... شاید ایک آدھ فلم بھی دیکھی تھی۔ اس میں ایسے ہی کسی آدمی کو ہیر و ہاکر پیش کیا گیا تھا۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ آدمی بھی اسی فلم کے ہیر و کی طرح رو میکٹ ثابت ہو گا۔....

عمران کے خدوخال اسے بے حد پند آئے تھے!....

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد عمران کے پتوں میں حرکت ہوئی۔۔۔ اور وہ تینوں اس پر جھک پڑیں۔۔۔ اس کے ہونت آہستہ مل رہے تھے!

”ملی کے بچے... پیارے ملی کے بچے!“ عمران نے کروٹ لے کر فرانسیسی زبان میں کہا۔!

”یہ کوئی فرانسیسی ہے؟“ بوڑھی نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

عمران کسی نہ کسی طرح ان کے نرٹے سے لکلا اور اسی کو بھی کی کپاؤڈ میں جا گھسا۔ جس کے سامنے یہ ہنگامہ ہوا تھا۔ اب آمدے میں یورپین عورت دو لاکیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔

”می!.... مجھے بچاؤ!“ عمران چیخا۔ یہ لوگ پاکل ہو گئے ہیں مجھے مار ڈالیں گے۔“ اور پھر وہ جانے کی کوشش کر رہے تھے! لیکن بوڑھی عورت کی ڈانٹ سن کر چاہاک پر ہی رک گئے۔

”بھاگ۔۔۔ جیا۔۔۔!“ وہ ہاتھ ہلاکر چھینی!“ پولیس کو کھم کرے گا۔“

پولیس کا نام سن کر وہ ایک ایک کر کے کھکنے لگے!

بوڑھا باہر سے چھپ رہا تھا!“ میں صاحب! یہ پاگل ہے!

”بھاگ۔۔۔ تو مکھدا گل ہے! ہم پولیس کو فون کرے گا۔“

بوڑھا بھی سائیکل اٹھا کر کھک گیا!

عمران اب بھی سیر ہیوں کے نیچے بے ہوش پڑا تھا اور دونوں لاکیاں اس پر بھکی ہوئی تھی۔ ایک لڑکی نے سراٹھا کر کہا!“ میں یہ بے چارہ کوئی شریف آدمی معلوم ہوتا ہے!

کوئی تھی کے دلکی ملازم میں بھی وہاں پہنچنے کے تھے! بوڑھی عورت کے اشارے پر وہ بے ہوش عمران کر اٹھا کر ایک کر کرے میں لائے۔

بوڑھی عورت اس کے کوٹ کے میٹن کھولنے لگی۔ ایک لڑکی نے ڈاکٹر کو فون کیا۔

”پتہ نہیں کون ہے!“ بوڑھی عورت تشویش کن لمحے میں بورا بائی۔ پھر یہ بیک چونک پڑی۔ ”ہائی۔۔۔ یہ کیا!“

عمران کی بائیں پلی کے قریب ایک کارڈ پن کیا ہوا تھا! بوڑھی عورت جھک کر اسے بلند آواز سے پڑھنے لگی!

اس شخص کا نام ٹونی نام ہے۔ یہ اپنی یاد داشت کو بیٹھا ہے! کبھی کبھی اس پر غشی کے دورے بھی پڑتے ہیں! اگر یہ کبھی ایسی حالت میں پالیا جائے تو راہ کرم اسے بیکن اسٹریٹ کے لٹھر ہاؤز میں پہنچا دیجئے! یہ صرف ذہنی فور میں بتتا ہے۔۔۔ دیے بالکل بے ضرر آدمی ہے! اس نے ڈر نے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔ عام حالات میں آپ اسے انجائی شریف اور سلیم الطبع پائیں گے۔“

بوڑھی عورت نے سیدھے کھڑے ہو کر ایک طویل سانس لی اور لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگی۔

”بے چارہ۔۔۔!“ ایک لڑکی نے سر ہلاکر مغموم لمحے میں کہا۔

ٹھوڑی دیر بعد ڈاکٹر آگیا۔۔۔ اور وہ کارڈ اسے بھی پڑھنے کے لئے دیا گیا۔

عمران اٹھ کر بیٹھ گیا! پانی پی چکنے کے بعد وہ پھر لیٹنے لگا۔ لیکن پھر اس طرح سیدھا ہو گیا جیسے کوئی بات یاد آگئی ہو!

”تم اٹھر ہاؤز میں رہتے ہو؟“ بوز گھی نے پوچھا۔

”جی ہاں....!
کیا کرتے ہو؟“

”دن بھر یہی سوچا کرتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟“
”تم فرانسیسی ہو!“

”میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور یہ میں کسی زبان میں بول سکتا ہوں! لیکن فرانسیسی مجھے بہت پسند ہے... یہ زبان زیادہ روائی کے ساتھ بول سکتا ہوں!“

”سرڑک پر جھگڑا کیوں ہوا تھا!“

”وہ میرا ملی کا پچھے چھین رہے تھے!... میں.... مجھے میرا پچھے منگوادا!“

بوز گھی نے سرڑک بار بار سے کہا کہ وہ نوکروں سے بلی کا پچھے تلاش کرنے کو کہے... بار بار چلی گئی... اور بوز گھی نے کہا۔

”تم پھر بیٹھ گئے— لیٹ جاؤ!“

”ڈاکٹر نے کہا تھا کہ زیادہ لینٹنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے!“ عمران نے بچوں کے سے انداز میں کہا اور ایما کا پھر مٹھیاں بھینپنے لگی!

”نبیں صحت نہیں خراب ہو گی۔ تم لیٹ جاؤ۔“

”اچھا!....“ عمران نے سر ہلا کر کہا اور لیٹ گیا۔

”تمہارا نام ٹوٹی نام ہڑھ رہے!“ سرڑک شرمنگ نے پوچھا!

”آپ کو کیسے معلوم ہوا....“ عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں!
سرڑک شرمنگ نے اسے وہ کارڈ کھلایا جو اس کی قسمیں سے پن کیا ہوا تھا!

”اوہ— یہ سرڑک سن بڑی نیک عورت ہے۔!“ عمران بڑا لیا۔

”سرڑک سن کوئی! ایمانے پوچھا۔

”اٹھر ہاؤز میں اس کا بورڈنگ ہے۔! میں وہیں رہتا ہوں! میں جب بھی باہر جانے لگتا ہوں وہ یہ کارڈ میری قسمیں سے پن کر دیتی ہے!“

”تم بورڈنگ ہاؤز میں رہتے ہو!“ بوز گھی نے حیرت سے کہا! ”تمہارے والدین کہاں ہیں؟“

”پتہ نہیں۔!“ عمران نے ماہ سانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

”اوہ....!“ ایما کی آنکھیں چکنے لگیں اور وہ مٹھیاں بھینپ کر رہ گئی۔

”فرانسیسی!“ بار بار نے دہرایا اور اس کی دلچسپی پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔

”فٹٹا عمران اٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں چھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”تم لیٹنے رہو تو بہتر ہے!“ بوز گھی عورت نے فرانسیسی میں کہا۔

”میں کہاں ہوں!“ عمران نے کراہ کر پوچھا۔

”مطمن رہو تم دوستوں میں ہو.... تمہیں چند بدمعاشوں بنے گھیر لیا تھا اور تم بھاگ کر یہاں آئے!“

”ٹھہریے۔!“ عمران آنکھیں بند کر کے پیشانی پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

”مجھے سوچنے دیجئے!“

”آپ لیٹ کر سوچنے تو بہتر ہے!“ بار بار الولی

”اوہ—!“ عمران چوک کر بولا اور چند لمحے بار بار کی طرف دیکھنے رہنے کے بعد کہا۔ ”جی ہاں مجھے لیٹ جانا چاہئے۔— میرا سر بہت شدت سے چکرا رہا ہے!“

عمران لیٹ گیا۔ اور اس کی آنکھیں بند رہیں! کچھ دیر بعد اس نے کہا ”میں بہت نقاہت محسوس کر رہا ہوں!“

”آپ کچھ میں گے!“ بار بار نے پوچھا۔

”ایک گلاس مٹھا دیاں اپنی!“

”نہیں تم تھوڑی برائی لو.... نقاہت دور ہو جائے گی!“

”شکریہ گئی!.... میں شراب نہیں پیتا۔ ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے!“ بار بار نے گھٹنی بجائی.... ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا اور اس سے پانی پلانے کو کہا گیا۔

”میرے ساتھ میرا ملی کا پچھے بھی تھا!“ عمران.... پھر اچھل کر بیٹھ گیا اور منہ سے اس طرح کی آوازیں نکالنے گا! جیسے بلی کے بچے کو بیمار ہوا۔

”نہیں تمہارے ساتھ بلی کا پچھے نہیں تھا! ممکن ہے وہ سرڑک ہی پر رہ گیا ہو!“ سرڑک شرمنگ نے کہا!

”آہ.... تب تو میں وہیں جا کر اسے تلاش کروں گا....“

”نہیں تم لیٹو! میں نوکروں سے تلاش کراؤں گی!“

”شکریہ گئی!“ عمران نے پھر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں لیکن اسی وقت ملازماں پانی کا گلاس لایا۔

”یہ.... پپ.... پانی!“ ایما ہکلائی وہ اچھی طرح فرانسیسی نہیں بول سکتی تھی!

"تم یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ کس ملک کے باشندے ہو؟"
 "نہیں! پہنچنے کے لئے تو میں بھی سوچتا ہوں! مگر شاید میں اسی ملک کا باشندہ ہوں!"
 "یہاں کی زبان بول سکتے ہو!
 "ہاں میں یہاں کی زبان بول سکتا ہو!
 "تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟"
 "کرشم آرٹس ہوں!
 "آرٹس۔ اور؟" ایما نے پھر مٹھیاں بھینخ لیں!

پھر بار اپنی آنکھی اور اس نے بتایا کہ ملی کا بچہ تلاش کیا جا رہا ہے! عمران نے آنکھیں بند کر لیں اور چپ چاپ پڑا رہا۔
 ایما بار برا کو اس کے متعلق بتانے لگی!.... مزد کسر باہر چلی گئی تھی لیکن لاکیاں وہیں موجود تھیں۔
 "میں گر پڑوں گا۔۔۔!" دفعۂ عمران نے آنکھیں کھول کر کہا۔
 "جی! بار برا نے چونک کر پوچھا!
 "اوہو!.... معاف کیجیے گا!" عمران خواب ناک سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا! "مجھے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ یہ غنودگی بھی بڑی واہیات چیز ہے!"
 "کوئی بات نہیں! بار برا بھی مسکراتی! آپ کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بے تکلفی سے طلب کر لیجیے گا!"
 "مجھے دنیا کی کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں اس اوابے رنگ اور برش کے۔ رنگ اور برش بیسی میری زندگی ہے!.... میں زندگی کی عکاسی کرتا تھا۔ مگر مجھے کرشم آرٹس بننا ہی پڑا...."
 ایما اور بار برا خاموش رہیں! غالباً وہ سوچ رہی تھیں کہ جواب میں کیا کہنا مناسب ہو گا!—
 دفعۂ عمران نے پوچھا! "یہ آپ کی می تھیں۔"
 "جی ہاں!....! ایما بولی!
 "اور پیلا بھی ہوں گے!"
 "جی ہاں پیلا ہیں!.... لیکن وہ اس وقت موجود نہیں!...." بار برا نے کہا۔
 عمران محمدی سانس لے کر دردناک آواز میں بولا! "میرے نہ پیلا ہیں.... اور نہ می!....
 پہنچنے نہیں وہ دونوں کہاں چلے گئے!

(۲)

سیکھ سروس کے ممبران صدر سعید، یقینیت چوہاں اور جولیا ناٹرڈاٹر ٹپ ناپ نائٹ
 کلب میں رات کا کھانا کھا رہے تھے!
 "یہ عمران آج کل کس چکر میں ہے؟" صدر سعید نے کہا۔
 "کیا چکر؟! جولیا اسے گھورنے لگی!
 "اس نے ٹوپی نام ہلز کے نام سے مزدہ سن کے بورڈنگ میں ایک کمرہ لے رکھا ہے!....
 پرسوں مجھے راجہ سریت میں ملا.... اور کہنے لگا کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہوں!.... مجھے یہاں پہنچا دو!.... یہ کہہ کر اس نے اپنے کوت کے بیٹن کھولے اور ایک کارڈ کھالیا جو اس کی یقینیت سے پین کیا ہوا تھا!.... کارڈ پر تحریر تھا کہ اس آدمی کا نام ٹوپی نام ہلز ہے۔ یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے!.... اس پر غشی کے دورے بھی پڑتے ہیں۔ اگر یہ کبھی ایسی حالت میں پیلا جائے تو سے براہ کرم بیکن اسٹریٹ کے لہلہ ہاؤز میں پہنچا دیجئے!
 "مجھے علم نہیں تھا!.... جولیا نے حرمت سے کہا! "پھر تم نے کیا کیا؟"
 "وہی جو اس نے کہا تھا!.... مزدہ سن نے میرا بہت بہت شکریہ لے لیا اور بڑی محبت سے کل کاشانہ تھچپانے لگی! ادا سے می کہتا ہے!
 چوہاں نہیں پڑا!.... لیکن جولیا کی تشویش میں کی نہیں ہوئی! وہ نہ جانے کیوں اس تذکرے پرست پڑ گئی تھی!
 صدر پھر بولا! "اس آدمی کو سمجھنے کے لئے افلاطون کا داماغ چاہئے!"
 "افلاطون بھی اس کے سامنے مرغ کی بولی بول جاتا!.... آدمی کو آدمی ہی سمجھ سکتا ہے!
 لر میں تو اسے آدمی ہی تعلیم کرنے پر تیار نہیں!" چوہاں نے کہا اور پانی کا گلاس انھا کر ہونتوں

کرے یا نہ کرے۔!....

”وہ..... وہ.....!“ جولیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! ”وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے!“

”یہ تو میں بھی جانتی ہوں!“ مسٹر ڈس نے کہا۔ لیکن کیا آپ ان کے والدین یادوں سے عزیزوں کو جانتی ہیں!“

جولیا نے فہری میں سر ہلا دیا۔

”میں نام ہلز کے لئے بہت مغموم رہتی ہوں!“ مسٹر ڈس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا! ”اتنا اچھا آدمی اور اس طرح بے یار و مددگار!....!“

جولیا کچھ نہ بولی۔ وہ اس سلسلے میں زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی!

دیوار سے مگری ہوئی گھڑی نے نوبجاء اور مسٹر ڈس نے کہا! ”تو آپ ان کا انتظار کریں گی۔?“

”جی ہاں!.... خیال تو یہی ہے!....“

”مگر وہ اکثر دودو دن تک یہاں نہیں آتے پھر کوئی نہ کوئی انہیں پہنچا جاتا ہے.... آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ ان پر غشی کے دورے پڑتے ہیں!“

”جی ہاں!....“

”پھر اسی صورت میں!....!“

”میں دس بجے تک انتظار کروں گی!....!“

”کوئی بات نہیں!.... آپ کیا پہنچیں گی؟“

”اوہ شکریہ! کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔“

یہ مسٹر ڈس کا دفتر تھا جہاں دونوں کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی! — مسٹر ڈس سامنے کلے ہوئے رجڑ پر جھک گئی... اور جولیا شام کا اخبار دیکھنے لگی! —

کرے کی فضا پر بوجمل سا سکوت مسلط ہو گیا! مسٹر ڈس شایدی اکاؤنٹ دیکھ رہی تھیں کیونکہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے ہونٹ ٹھٹھے لگتے تھے!

ٹھیک ساڑھے نوبجے ایک آدمی چلتا ہٹا کر دفتر میں داخل ہوا....

”کیا مسٹر ڈس کا بورڈنگ سیکھی ہے!“ اس نے پوچھا۔

”جی ہاں!....“ مسٹر ڈس نے نرم لہجے میں کہا! ”فرمائیے!“

”مسٹر نوئی نام ہلز نہیں رہتے ہیں!“

”جی ہاں!—!“

سے لگایا!....

”وہ آخر ایسا کیوں کر رہا ہے!“ جولیا تشویش کن لہجے میں بڑا بڑا!

”اوہ نہہ! — کر رہا ہو گا!“ چہاں گاس رکتا ہوا بولا۔! ”ہو سکتا ہے یہ اس کا خوبی کام ہو۔ وہ پرائیویٹ کیس بھی تو لیتا رہتا ہے! اکثر محکمہ سر اگر سانی کے لئے کام کرتا ہے!“

اس پر بھی جولیا کی تشفی نہ ہوئی! شکر ال والی مہم کے بعد سے وہ عمران کے متعلق ہر وقت

باخبر رہنا چاہتی تھی۔ اسے یقین کامل تھا کہ اس کا چیف آفسر ایکس ٹو عمران ہی ہے اور نادیدہ ایکس ٹو سے جو اسے لگاؤ تھا ظاہر ہے البتہ اس کے دوسرا ساتھی عمران کو ایکس ٹو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے۔ ان کا اب بھی تھی خیال تھا کہ عمران جیسا کریک اور غیر سمجھیدہ آدمی اتنی ذمہ دار پوسٹ ہولڈ نہیں کر سکتا۔ وہ اب بھی فون پر ایکس ٹو کی بھراہی ہوئی آواز سنتے اور موذب ہو جاتے تھے جیسے وہ ان کے سامنے ہی موجود ہو۔

جولیا کی الجھن بڑھتی رہی!.... آخر کار کھانے کے بعد طبیعت کی گرانی کا بہانہ کر کے وہ اٹھ گئی.... وہ اس وقت لیٹر ہاؤز جانا چاہتی تھی....

اس نے ایک ٹیکسی کی اور نیکن اسٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئی!.... لیٹر ہاؤز ایک مشہور عمارت تھی جس میں ایک انگریز عورت مسٹر ڈس نے ایک بورڈنگ کھول رکھا تھا۔ جہاں بہت سے تعلیم یافتہ اور ذی حیثیت کووارے رہتے تھے.... یہاں انہیں ہر قسم کی گھریلو آسائشیں میر تھیں!.... مسٹر ڈس کی عمر پچاس سال تھے کہ درمیان رہی ہو گئی!.... وہ ایک محیم شیخیم اور توی الجٹ عورت تھی! اس کو دور سے دیکھنے والے عموماً یہی اندازہ لگاتے تھے کہ وہ تیز مزانج اور سخت کیر عورت ہو گی!.... لیکن اس کے بورڈنگ میں رہنے والوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے پھر لیے جم کے اندر دل کی بجائے ایک نحاسا خوش رنگ گلاب رکھتی ہے!.... وہ اپنے کرایہ داروں کے لئے اسی طرح پر تشویش رہتی تھی جیسے کوئی کیش لاولاد مان۔!

اس نے بڑی خوش اخلاقی سے جولیا نافڑواڑ کا استقبال کیا لیکن نوئی نام ہلز کے تذکرے پر کچھ مفہوم سی ہو گئی!

”اوہ.... مسٹر نام ہلز.... مجھے علم ہے کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آئے! کیا آپ انہیں قریب سے جانتی ہیں!“

”ہاں میرا خیال ہے کہ میں انہیں قریب سے جانتی ہوں!“

”اوہ---! تو پھر شاید آپ مجھے ان کے متعلق بہت کچھ بتا سکیں!“

جولیا بوکھلا گئی!.... اس نے سوچا پتہ نہیں بوڑھی کیا پوچھ بیٹھے! اس کا جواب عمران پسند

"میں انہیں اپنے ساتھ لایا ہوں.....!"

"اوہ شکریہ..... براہ کرم انہیں بہاں بھیج دیجے!"

وہ آدمی چلا گیا اور جولیا سنبھل کر بیٹھ گئی!

تھوڑی دیر بعد عمران الود کی طرح پلکیں جھپکاتا ہوا اندر آیا۔

"اوہ....!" اس نے جولیا کو دیکھ کر سیٹی بجانے والے انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑے اور

جو لیا اسے گھورنے لگی..... لیکن قتل اس کے مزہدن دنوں کے متعلق کوئی عجیب بات
محوس کر سکتی عمران بول پڑا!

"اوہ میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں مس و نولیا ڈرمنک واٹر..... آپ کی تصویر ابھی تک
مکمل نہیں ہو سکی!..... چلنے چلنے میں آپ کو دکھاؤں!"

جو لیا ہو توں ہی ہو توں میں کچھ برباتی ہوئی اٹھ گئی!

"ہمارے لئے چائے بھجواد بھجے گا..... می....." عمران نے مزہدن سے کہا اس کے لئے
میں براپا رہا۔

"ابھی.... ابھی...." مزہدن مسکرائی! "مگر آپ کہاں رہ گئے تھے مسٹر نام ہنر۔"

"اوہ-- می! یہاں زیادہ تر پاگل لیتے ہیں! ایک بوڑھا آدمی زبردستی ایک ملکی کا کچھ میرے لئے
لگاتا چاہتا تھا!..... میں نے انکار کیا تو کئی آدمیوں نے مل کر مجھے مارا پینا..... پھر چند شریف
خور توں نے مجھے ان کے مظالم سے نجات دلائی..... وہ دنوں لڑکیاں بہت مہربان تھیں۔"

"کیا نام...!"

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "ایک کائن شاید اماں تھا..... اوز دسری کا
سیفی ریز...!"

"سیفی ریز را!" مزہدن نے حیرت سے دھر لیا۔

"پتہ نہیں! پھر کچھ اور رہا ہو گا..... نام مجھے یاد نہیں رہتے می--!"

"آپ نے شاید ان کائنام بھی غلط ہی لیا تھا!" مزہدن جولیا کی طرف اشارہ کر کے بولی!

"نہیں ان کائنام.... و نولیا ڈرمنک واٹر ہے....!"

"جولیا نا فٹر واٹر!" جولیا نے غصیلے لہجے میں لمحج کی!

مزہدن ہنستے گی!..... پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا! "آپ برانہ مانے گا یہ حقیقت ہے کہ
مسٹر نام ہنر کو نام صحیح یاد نہیں رہتے...!"

عمران اور جولیا دفتر سے نکل آئے عمران اسے اوپری منزل کی طرف لے جا رہا تھا۔ جولیا

خاموشی سے چلتی رہی! عمران نے اوپر پہنچ کر ایک کرے کا قفل کھولا۔!

"آؤ.... آؤ....!" اس نے اندر داخل ہو کر روشنی کر دی!

یہاں ایک مسہری ایک میز اور دو کرسیاں تھیں..... اور یہ حقیقت کی مصوری کا کام کرہ تھا!
چاروں طرف ناکمل اور ناکمل تصویریں بکھری ہوئی تھیں ایزیل کے کینوں اس پر بھی ایک ناکمل
تصویر تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟ جولیا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی!

"بیٹھ جائیے! مس و نولیا.... اور.... دیکھئے شاید میں پھر آپ کا نام بھول گیا!"

"مجھے بورنہ کرو! جولیا نے بر اسمانہ بنا کر کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی!

"چیزوں گم پیش کروں!"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"مصوری!.... اب یہ دھندا شروع کر دیا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ پہلے میں کیا کرتا تھا! کیونکہ
میں اپنی یاد داشت کھو بیٹھا ہوں!"

"یہ تمہارا....!" جولیا کچھ کہتے کہتے رک گئی!

"ویکھئے! مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ کی ایک پورٹریٹ میں بنا رہا تھا اس سے زیادہ میں کچھ
نہیں جانتا! مجھے یہ بھی یاد نہیں پڑتا کہ ہم دنوں میں کبھی بے تکلفی بھی رہی ہو!"

"میں یہ معلوم کئے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گی کہ تم کس چکر میں ہو؟"

قبل اس کے عمران جواب میں کچھ کہتا رہا اور چائے کی کشٹی میز پر رکھ کر چلا گیا!
خاموش رہے۔ ایک ملازم اندر آیا اور چائے کی کشٹی میز پر رکھ کر چلا گیا!

عمران خاموشی سے اٹھ کر دو بیالیوں میں چائے بنانے لگا!

"تم نہیں بتاؤ گے! جولیا نے غصیلے لہجے میں پوچھا!

"کیا بتاؤں.... ماڈ موز نہیں! مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ نے کیا پوچھا تھا۔"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" جولیا ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"میں یہاں چائے بنارہ ہوں.... لیجھے! اس نے بڑے ادب سے پیالی پیش کی۔!

"کیا تم ایکس ٹو کے لئے کوئی کام کر رہے ہو؟" جولیا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"ایکس ٹو! عمران کچھ سوچتا ہوا بولा۔ "میں اس مصور کائنام شاید پہلی بار سن رہا ہوں۔ میرا

خیال ہے کہ یہ کوئی برا مصور نہیں ہے!"

"تم نہیں بتاؤ گے....!" جولیا دانت پینے لگی!

”میں جا رہی ہوں! لیکن تم دیکھے ہی لو گے۔“

”نہیں، آپ کے اس طرح جانے کا منظر بڑا دردناک ہو گا! اسلئے میں اپنی آنکھیں بند کر لو گا!“
جو لیا کچھ کہے بغیر اٹھ گئی اور عمران اس طرح آنکھیں بند کئے بیخارا چھے حقیقتاً وہ کوئی ایسا
ہی دل ہلا دینے والا منظر ہو جسے دیکھنے کی تاب مہیا نہ کی جاسکے!

(۳)

عمران یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ جو لیا اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا ہی دے گی لہذا اس پر
بے تھاشاغص آیا۔ جب کیپن فیاض دوسرا دن صحیح صبح وہاں آدمکا!

وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا! ”یہاں کیا ہو رہا ہے۔“

”معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں!۔۔۔“ عمران نے تھیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے
ہوئے کہا۔

”نہیں چلے گی!۔۔۔“ فیاض مسکرایا! ”اس بار تم چوہے دان میں پھنس گئے ہو!۔۔۔ اگر تم
نے اُنے کی کوشش کی تو زندگی برپا ہو جائے گی۔“

”میں ایک کرشل آرٹسٹ ہوں جناب نہ چوہا ہوں اور نہ پرندہ۔۔۔ ویسے میرا خیال ہے کہ
یادداشت کھو بیٹھنے کے بعد آدمی کی زندگی برپا ہو جاتی ہے۔۔۔“

”ہاں مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے یادداشت کھو بیٹھنے کا ذہنگ رچایا ہے!۔۔۔ لیکن اسے
نہ بھولو کہ اس حال میں تمہاری دھیان بھی اڑ سکتی ہیں۔۔۔“

عمران اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ فیاض چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ ”میرے ایک
اشارے پر تم یہاں سے نکلوادیے جاؤ گے!“

”وہ کس طرح سوپر فیاض!“

”بہت خوب ایا زداشت واپس آگئی تا۔۔۔“ فیاض نے قہقہہ لگایا۔

عمران کے ہونٹوں پر بھی ایک شرار特 آمیزی مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے کہا! ”کوشش
کر کے دیکھو!“

”تم تجھ نجی ہنگم رسید ہو جاؤ گے عبد المنان!“ فیاض نے قہقہہ لگایا۔ اس کی آنکھوں سے بھی
مکرت پھوٹی پڑتی تھی۔۔۔

”اوہ۔۔۔“ عمران سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہا گیا۔

”آپ خفا ہو رہی ہیں یا منہ چڑا رہی ہیں! میں نہیں سمجھ سکتا!“ عمران اسے تھیرانہ انداز میں
دیکھتا ہوا بولا۔

جو لیا خون کے گھوٹت پی کر چائے کی طرف متوجہ ہو گی!

کچھ دیر بعد اس نے پوچھا! ”کیا ب تمہارا تعلق سیکھ سروں سے نہیں رہا۔۔۔؟“
”ہا۔۔۔!“ عمران منہ اور آنکھیں چھاڑ کر رہا گیا۔ چند لمحے اسی پوز میں رہا۔ پھر تھوک ٹگل
کر بولا۔۔۔ ”آپ شاید کسی اور کے دھوکے میں مجھ سے آٹلی ہیں۔ میرا تعلق سیکھ سروں
سے کیوں ہونے لگا! میں ایک غریب کرشل آرٹسٹ ہوں!۔۔۔ برش اور رنگ کی کمائی پر میری
زندگی کا انحصار ہے!“

”عمران کہیں تمہیں پچھلانا نہ پڑے۔“

”اوہ۔۔۔ دیکھئے!“ عمران ہنسنے لگا! ”آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے! میرا نام عمران نہیں ٹوں نام
ہڑ ہے۔۔۔ اس سلسلے میں جتنے گواہ آپ چاہیں پیش کر سکتا ہوں۔۔۔ براہ کرم مجھے انجمن میں بتا
نہ کیجئے! مجھ پر غشی کے دورے بھی پڑتے ہیں!“

”اگر میں بھانٹا پھوڑوں تو۔۔۔!“

”کسی بھانٹا۔۔۔ ماد موز میکل۔۔۔!“

”اچھی بات ہے۔۔۔!“ جو لیا نے دھکانے کے سے انداز میں سر ہلا کر کھا۔

”میں اس کی اطلاع کیپن فیاض کو دیئے بغیر نہیں ماںوں گی!“

”محترمہ۔۔۔ میں کسی کیپن فیاض اور۔۔۔ کیا نام لیا تھا آپ نے میں بھول گیا! بہر حال آپ
نے جو بھی نام لیا تھا وہ میرے لیے بالکل نیا تھا۔۔۔ ویسے آپ کی تصویر جلد مکمل ہو جائے
گی۔۔۔ ٹھہریے۔۔۔ میں آپ کو دکھاتا ہوں!۔۔۔“

عمران اٹھ کر میز پر پھیلے ہوئے کاغذات اللئے پلتے گا!

”اوہا۔۔۔ یہ رہی۔۔۔!“ اس نے ایک شیٹ اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”صرف یہک گراڈن باتی رہ گئی ہے!“

جو لیا کے تلووں سے لگی اور سر پر بھی کیونکہ یہ ایک چمگاڑ کی نا مکمل تصویر تھی۔۔۔
وہ اٹھتی ہوئی بولی! ”میں تمہیں دیکھے لوں گی!۔۔۔ میں خواہ مخواہ تمہیں اتنی اہمیت دیتی ہوں!
تم میری طرف سے جنم میں جاؤ۔۔۔!“

”لیکن میں وہاں بھی آپ کی تصویر مکمل کرنا نہیں بھولوں گا۔۔۔ چائے پیجئے ناٹھنڈی ہو
رہی ہے!۔۔۔“

”مجھے تمہاری تلاش کیوں ہوتی ہے---؟“ فیاض نے سکرا کر سوال کیا!
 ”مگر میں آج کل بے حد مصروف ہوں!“ عمران بولا!
 ”تم مصروف کب نہیں ہوتے---میں کچھ نہیں سنوں گا! تمہیں بہر حال میرے لئے وقت
 کا لانا پڑے گا!“
 ”اور اگر میں وقت نہ نکال سکتا تو تم وہ اخبار مزدہ سن کے حوالے کر دو گے!“
 ”اے نہیں پیارے---!“ فیاض نے قہقہہ لگایا! وہ تو میں اس لئے لایا تھا کہ تم اپنی
 یادداشت کھو بیٹھے ہوا! ایسے حالات عموماً یادداشت واپس لے آتے ہیں!“
 ”مجھے افسوس ہے مسٹر فیاض کہ میری یادداشت ابھی تک واپس نہیں آئی!... دیے کیا
 آپ بتائیں گے کہ اس سے پہلے ہماری ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی!“
 ”تو تم....!“ فیاض کچھ کہتے کہتے رک گیا!
 ”ہاں! میں آپ کو نہیں پہچانتا مسٹر فیاض....!“
 ”میں بہت پریشان ہوں عمران.... تم سمجھتے کی کو شش کرو!“
 ”کیا سمجھتے کی کو شش کروں!“
 ”یہی کہ تمہارا ایک دوست پریشان ہے....!“
 ”لیکن میں تمہارے لئے دوسری یہوی کا انتظام نہیں کر سکتا.“ عمران نے مایوسانہ انداز میں
 سر ہلا کر کہا!
 فیاض نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلانے ہی تھے کہ چائے آگئی!.... ملازم کے پلے جانے
 کے بعد اس نے کہا: ”تم کتنی دیر میں سنجیدہ ہو سکو گے؟“
 ”سنجیدگی کے لئے ہی میں نے یہ نیا پیشہ اختیار کیا تھا.... گرم لوگ؟“ فیاض نے اٹھ کر
 دروازہ بند کر دیا۔ عمران چائے اٹھیل رہا تھا!.... لیکن اس نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ دروازہ
 کیوں بند کر رہا ہے!
 فیاض واپس آکر چائے پینے لگا! لیکن اس کے چہرے پر صرف یہ ظاہر ہوا تھا کہ وہ کسی قسم
 کی لمحجن میں جلا ہے۔
 دفعشا دروازے پر دستک ہوئی.... اور عمران دروازہ کھولنے کے لئے اٹھ گیا.... لیکن
 دوسرے ہی لمحے میں وہ بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آنے لگا!.... کیونکہ راہداری میں کریں
 ڈکشنری کی لڑکیاں ایما اور بار بار اکھڑی تھیں!
 ”اوہ.... مم.... مسٹر نام ہنز.....!“ پار براہکلائی....“ ہم دراصل آپ کی خبرت

”ہاں برخوردار وہ اخبار میں اپنے ساتھ لایا ہوں جس میں کسی زمانے میں عبد المنان کا فوٹو
 شائع ہوا تھا.... اور اس کے نیچے یہ اعلان تھا کہ یہ شخص عبد المنان تیمور اینڈ بار میلے کا ملازم تھا۔
 جو ہزاروں کا غبن کر کے غائب ہو گیا۔ اب خود ہی سوچو اگر میں نے یہ تصویر اور اعلان مزدہ
 ہنس کو دکھلایا تو تم کہاں ہو گے---!“
 ”بیٹھ جاؤ!...“ عمران مخفی سانس لے کر بولا!.... وہ کچھ اس وقت پھنس گیا تھا! اب
 اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہ فیاض کی ہربات مان لیتا!
 ”آج ہی تو آئے ہو چکر میں!“ فیاض بیٹھتا ہوا بولا! ”میں تمہیں رگڑاں لوں گا۔“
 ”رگڑاں سے پہلے چائے پی لو تو بہتر ہے!“--- عمران نے کہا!
 ”چائے....!“ فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”اچھی بات ہے!“
 عمران نے گھنٹی کا بنڈ دبیا اور بولا! ”میں دراصل اپنا پچھلا پیشہ ترک کر چکا ہوں میں اب یہ
 بھی بھول جاتا چاہتا ہوں کہ میرا تم عمران ہے.... کہو تو تمہاری بھی ایک پورٹریٹ تیار کر دوں۔“
 ”ضرور.... ضرور....!“ فیاض سگریٹ سلگاتا ہوا بولا!
 ”لیکن تم لوگ جیسیں نہیں لینے دو گے---!“ عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا!
 ایک ملازم اندر روانہ گل ہوا!
 ”چائے....!“ عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور وہ واپس چلا گیا!
 ”کیا تم اس دوران کسی عورت سے لڑ گئے ہو!....“ فیاض نے پوچھا!
 ”عورت سے....“ عمران نے حیرت سے دہرایا.
 ”ہاں---! مجھے تمہارے متعلق کسی عورت نے فون پر بتایا تھا!“
 ”اور تم یہاں دوڑے آئے۔“
 ”ہاں مجھے کئی دنوں سے تمہاری تلاش تھی!“
 ”کیوں؟“
 ”پہلے مجھے بتا دکہ وہ عورت کون ہو سکتی ہے جس نے مجھے فون کیا تھا؟“
 ”پتہ نہیں---!“ عمران کے لہجے میں بڑی خشکی آگئی تھی! اس کا ذہن دراصل جو لیکی
 طرف بھک گیا تھا!
 فیاض نے یہ تبدیلی محسوس کر لی اور خاموش ہو گیا!
 عمران نے خود ہی کچھ دیر بعد پوچھا: ”ہاں تمہیں میری تلاش کیوں تھی!“

دیافت کرنے کے لئے آئے ہیں۔

”تشریف لائے.... تشریف لائے!“ عمران اخڑا جھک کر بولا اور دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گیا!

لڑکیاں اندر چل آئیں! لیکن فیاض کی موجودگی نے انہیں کسی حد تک نہ سوچ دیا تھا! شاید وہ سبی سوچ کر آئی تھیں کہ عمران تھا ہو گا! فیاض اپنی پلکشیں جھپکانے لگا تھا....

”تشریف رکھیے!....“ عمران نے کہا!.... فیاض اٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا! لڑکیوں نے نہیں نہیں کر کے بدقت تمام کرسیوں پر بیٹھنا منظور کیا!

”دراصل ہم آپ کی خیریت دریافت کرنے آئے تھے!.... بار بار نے پھر وہی جملہ دہرایا!

”میں ٹھیک ہوں.... یاد موزنیں!.... آپ کا بہت بہت شکریہ!“ لڑکیاں بیٹھ گئی تھیں لیکن کچھ گہرائی ہوئی سی تھیں اور عمران نے بھی اسے محوس کر لیا تھا کہ فیاض انہیں بری طرح گھور رہا تھا! شاید اس کا اس طرح گھورتا ہی ان کی سر اسیگی کا باعث تھا!

”مم.... مسر.... نام ہڑ....!“ ایما ہکلائی.... ”می.... اپنی ایک پورٹریٹ بونا چاہتی ہیں! کیا آپ آج شام کی چائے ہمارے ساتھ پہنچیں گے!“

”ضرور.... ضرور....“ عمران نے بچکانے انداز میں کہا!.... آپ کی می تو بالکل مجھے اپنی می معلوم ہوتی ہیں!.... میں کچھی رات ان کے متعلق بہت دیر سوچتا رہا تھا!“

ایما کی آنکھیں چمکنے لگیں اور بار بار کے ہونٹوں پر بھی خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی! فیاض رہ رہ کر انہیں گھورتا ہی رہا! عمران کو اس پر بہت شدت سے غصہ آرہا تھا!

وہ لڑکوں کو باتوں میں الجھائے رہنے کی کوشش کرنے لگا!.... اوٹ پنگ باٹنیں.... جن پر وہ دل کھول کر نہ رہی تھیں اور فیاض شائد دل ہی دل میں جلس رہا تھا! لیکن اس نے ایک بار بھی گفتگو میں حصہ لینے کی کوشش نہیں کی۔

پندرہ یا بیس منٹ بعد لڑکیاں شام کے لئے دوبارہ یاد دہانی کرتی ہوئی اٹھ گئیں! اور جب عمران ان کی روائی کے بعد دروازہ بند کر کے واپس آیا تو فیاض کیپاٹی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم.... تم.... خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تم کیا بالا ہو!“

”بس اب چپ چاپ چلے جاؤ یہاں سے.... غصی می لڑکوں کو اس طرح گھورتے ہوئے شرم نہیں آتی.... خدا تھاری یہوی کو یہوہ کر دے!“

”یہوی کی یوگی سے مجھے سروکار نہیں!“ فیاض نے خوش مزاجی کا مظاہرہ کیا! ”تم مجھے یہ بتاؤ

کہ ڈکشنری کی لڑکوں سے تمہیں کیا سر دکارا!“

”یہ ڈکشنری کیا بالا ہے!“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”بلیں کے سفیر کافوجی اتنا تھی!“

”تم شاید چائے کے ساتھ بھگ پی گئے ہو۔ ارے یہ تو مولوی تفضل حسین گورا سپوری کی لڑکیاں ہیں!“

”عمران اڑو نہیں.... میں بہت پریشان ہوں! اگر یہ کیس میرے ہاتھوں نہ نپٹ سکا تو میری ترقی رک جائے گی۔ تم جانتے ہو کہ میرا استثنیت ڈاکٹر کریمی کا چانس ہے؟“

”کس کیس کی بات کر رہے ہو؟“

”بلیں کی شہزادی نگار سیا دالا!“

”یاد کس کریک آدمی سے ساقہ پڑا ہے!“ عمران سر پیٹتا ہوا بولا۔

پھر آنکھیں نکال کر کہا! ”کیا تم مجھے لو بنانے کی کوشش کر رہے ہو!.... شہزادی چھار سیا!.... فیاض میں تمہیں اٹھا کر بیچھے پھیک دوں گا! میرا دماغ خراب نہ کرو!“

”میں اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں کہ تم اس کیس سے نادا قف ہو!.... ہرگز... نہیں... بھی نہیں.... ورنہ مسٹر ڈکشنری کی لڑکیاں....“

”اب یہاں کچھ باقی نہیں بچے گا!“ عمران اپنے سر کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا!“ فیاض قبل اس کے کہ یہ خالی ہو جائے تم یہاں سے چلے جاؤ.... ورنہ تمہارے کھن دفن کی ذمہ داری شاید انہمین بیوگان نہ لے سکے!“

”تم سمجھدی نہیں اختیار کرو گے!“ دھخن فیاض نے غصیل آواز میں کہا۔

”نہیں!.... تم چلتے پھرتے نظر آؤ!....“

”تمہارا یہڑہ غرق کر دوں گا!“ فیاض آنکھیں نکال کر گردون جھلتا ہوا بولا۔

”تم نگار سیاہی کے چکر میں ہو!.... اس معاملے میں کسی غیر سرکاری آدمی کی مداخلت اس کی موت کا پیغام ہو گی!.... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ سر سلطان ہی کی زبانی تمہیں اس کا علم ہوا ہو گا!.... لیکن وہ غیر سرکاری آدمی سے اس سلسلے میں کوئی کام نہیں لے سکتے....!“

”میں آج کل ان کی سر اوال والوں کی تصویریں بنارہا ہوں!....“ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

”تم ڈکشنری کے خاندان میں بھی اپنی ٹوپی نام ہڑواں حیثیت برقرار رکھ سکو گے!“

عمران چند لمحے اسے سمجھدی کی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”تم جیسے سرکاری آدمی میری جیبوں میں

پڑے رہتے ہیں! جاؤ میری طرف سے کھلی ہوئی اجازت ہے۔ تم کسٹم نہیں پہنے چلے گے۔ تم مجھے چلتے کر رہے ہو۔!

”تمہیں نہیں بلکہ تمہارے مجھے کو... مجھے کے بہترین دامغون کو... تم تو ایک تینم پئے ہو۔“
فیاض کے نتھے پھولنے لگے! آنکھیں سرخ ہو گئیں! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے موقع ملنے والے عمران کو چیز چھاڑ کر رکھ دے گا!

لیکن اس نے زبان سے کچھ نہ کہا! چپ چاپ انہا اور انہائی غیظ کے عالم میں باہر نکل گیا۔
عمران نے بھی باہر نکلنے میں دیر نہیں لگائی۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ فیاض کیا کرتا ہے! لیکن خلاف توقع وہ سیدھا باہر نکلا چلا گیا۔! عمران سمجھتا تھا کہ وہ مسز ہڈسن سے ضرور ملنے گا۔! مگر اس نے اس کے دفتر کی طرف توجہ نہ دی۔

باہر نکل کر فیاض اپنی کار میں بیٹھا اور کار روانہ ہو گئی! عمران چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر سڑک پار کرنے کے ایک پیلک ٹیلیفون بوٹھ میں آیا۔! کسی کے نمبر ڈائل کئے اور ماڈم ہپس میں بولا۔ ”بیلو۔۔۔ بیک زیر و... ایکس نوسیمینگ!“

”لیں سر!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
”مجھے سراغ سانی کے کیچین فیاض پر گھری نظر رکھو!“
”بہت بہتر جناب!“

”وہ بیشم کے سفیر کے فوجی اتنا شی یا اس کے خاندان والوں سے رابطہ قائم کرنے نہ پائے۔“
”بہت بہتر جناب....!“

”بس بہت احتیاط کی ضرورت ہے!“
”آپ مطمئن رہیں جناب!“
عمران نے رسیور رکھ دیا۔
بلکہ زیر و...! اس کی نئی دریافت تھی! اس سے پہلے اس کا اسی قسم کا ایک ماتحت شکرال۔ میں کام آچکا تھا!

عمران دراصل ایک ایسے ماتحت کی موجودگی بے حد ضروری سمجھتا تھا جس کی شخصیت کا علم اس کے بغیر ماتحتوں کونہ ہو! دوسرے ماتحت ایک دوسرے سے واقف تھے۔ لیکن بلکہ زیر و کے متعلق انہیں کچھ علم نہ تھا! وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کے علاوہ ایکس نو کا کوئی اور ماتحت بھی ہے!

”درندوں کی بستی“

www.urduchannel.in عمران اپنے سرے میں واپس آگیا! وہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا... عمران نے سوچا وہ اسے سبق ضرور دے گا۔!... بحیثیت ایکس نو نہیں بلکہ عمران کی حیثیت سے۔ فیاض کی دخل اندازی کھیل بکار بھی سکتی تھی!... وہ اگر عمران سے اپنے بغیر اس معاملے کی تفتیش کرتا رہتا تو شاید اسے اس کی پرواد بھی نہ ہوتی۔ گраб جبکہ ڈکشنری خاندان میں اس کے پیچے جم پچے تھے۔ فیاض کی مداخلت اسے ناکامی کا منہ بھی دکھا سکتی تھی!... وہ سوچ رہا تھا کہ آج شام کو وہ لازمی طور پر ڈکشنری کی کوئی بھی میں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ لذکوں نے اس کی موجودگی یعنی میں عمران کو شام کی چائے کے لئے مدعا کیا تھا!

یہ حقیقت تھی کہ فیاض نے عمران کی موجودگی میں وہاں پہنچنے کے ذلیل کیا ہوا تا مگر وہ بے چارہ اس افادہ کو کیا کرتا جس نے اسے کہیں کانہ رکھا!۔۔۔ شام کے پانچ بجے تھے! عمران ڈکشنری کی کوئی بھی میں پہنچنے پا تھا!... فیاض کی کار بھی کمپاؤنڈ کے پھانک پر رکی۔! پھانک بند تھا اور نہ وہ کار اندر ہی لیتا چلا گیا ہوتا!... پھانک کی ذلیل کھڑکی سے گزرنے کی کوشش کی۔! لیکن نہیں اسی وقت کوئی چیز اس کی پشت سے نکل رکھی! وہ اچھل پڑا۔۔۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے ایک بکلی سی جیخ بھی نکلی کیونکہ اچھلے وقت اس کا سر کھڑکی کے اوپری حصے سے نکرا یا تھا اور پشت سے نکرانے والی چیز پر نظر پڑتے ہی وہ سر کی چوٹ بھی بھول گیا۔ قبل اس کے کہ وہ ادھر ادھر نظر دوڑا تادو تین مزید گندے انشے اس کے جسم پر ٹوٹ گئے.... ایک تو گال ہی پر پڑا تھا جس نے کار اور نائی کی مٹی پلید کر دی!

فیاض بری طرح بوکھلا گیا! اب اس بری طرح برباد ہو چکا تھا! اس کی نظر را گیردوں پر پڑی جو چلتے چلتے رک کر اسے حرمت سے دیکھنے لگے تھے! ایک ہی جست میں وہ اپنی کار کے اندر تھا اور کار واپسی کے لئے مزدھی تھی۔

اس حلے میں وہ نہ تو کوئی ہی میں جانکتا اور نہ وہیں رک کر کیا یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ حرکت کس کی ہے۔۔۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ نوٹے ہوئے گندے انہوں پر نظر پڑتے ہی اسے عمران پر دانت پینا پڑا ہو۔ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اس کی جرأت عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتے!

(۲)

عمران نے چائے کی پیالی رکھ دی اور مسز ڈکشنری سے بولا! ”میں آپ کی اتنی شاندار

”مسٹر نام ہلز....!“ مسڑ کشر لنگ کیپاٹی ہوئی آواز میں بولی۔ لیکن آگے کچھ نہ کہہ سکی!

ہائل اس وقت اس کے ہاتھ میں تھا! اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جلد از جلد
وئی فیصلہ کرتا چاہتی ہو!

”ہاں گئی!“ عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔
”لک..... کچھ نہیں....! تم واقعی بہت اچھے آرٹسٹ ہو!
”شکر یہ گئی!“

ماں بیٹیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا! ماں نے بار برا کو اشارہ کیا اور وہ وہاں سے اٹھ
لئی.... اور پھر وہ بھی ایما کو دیں ٹھہر نے کا اشارہ کرتی ہوئی چلی گئی! عمران کا فائیل وہ اپنے
ساتھ ہی لے گئی تھی!....

عمران نے ایما کی طرف دیکھ کر پوچھا! ”تم پڑھتی ہو!
”میں ٹانوی تعلیم کا کورس مکمل کر رہی ہوں... اگلے سال یونیورسٹی میں داخلہ لوں گی...!
”تمہیں مصوری سے دلچسپی ہے!
”بہت زیادہ۔۔۔ مگر آپ نے یہ فن کہاں سیکھا تھا!

”شاید پیرس میں۔۔۔!
”لیکن.... آپ اپنے وطن کا نام نہیں بتا سکتے!
”ہر وہ جگہ میرا وطن ہے جہاں میں رہتا ہوں.... تمہارے پیا اور گئی میرے پیا اور گئی
ہیں!.... میرے کوئی پیا نہیں ہیں!.... میرے پیا ہوتے تو میں ان سے کہتا کہ مجھے ایک
راہیکل لادو!
”آپ اتنے بڑے ہیں! ایما نہیں کر بولی!“ زرائیکل پر بیٹھیں گے!

”اوہ....!“ عمران کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آئے....! ”میں بھول گیا تھا!
پھر اس کی آواز دردناک ہو گئی.... ”بات دراصل یہ ہے کہ بعض اوقات میں خود کو ایک
نہما سا پچھے تصور کرنے لگتا ہوں اور....!
جملہ پورا ہونے سے قبل ہی.... بار برا اور اس کی ماں واپس آگئیں! لیکن اب مسز
کشر لنگ کے ہاتھ میں عمران کا فائیل نہیں تھا۔ بار برا بھی خالی ہاتھ تھی۔

پھر وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک عمران کو ادھر ادھر کی یا توں میں الجھائے رہیں اور اس دوران
میں عمران بالکل کھویا ہوا سانظر آتا رہا۔ اس نے ایک بار بھی ان سے اپنے فائیل کے متعلق
نہیں پوچھا!

پورٹریٹ تیار کروں گا کہ آپ دیکھ کر دیگر رہ جائیں گی!
”اور ہماری تصویریں!“ ایما نے پوچھا۔
”آہا.... آپ لوگوں کی بھی مگر می کی تصویر اچھی بنے گی!“ عمران نے کہا!
”کوئی؟“ بار برا نے پوچھا!

”مجھے گئی سے زیادہ محبت لگتی ہے....!“ عمران بولا اور بچھے مسڑ کشر لنگ کے چہرے پر
متاکانور پچھل گیا۔
لڑکیاں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائیں!....
عمران کرٹن ڈکشر لنگ کے متعلق سوچ رہا تھا! اس سے نہ پچھلی رات کو ملاقات ہوئی تھی
اور نہ اس وقت۔

”میں پیا کی تصویر بھی بناؤں گا۔۔۔!“ عمران سر ہلاکہ بولا۔ ”وہ کہاں ہیں!
”وہ آج کل ایک ضروری کام میں انجھے ہوئے ہیں۔“ مسڑ کشر لنگ نے کہا۔
”اچھا.... اچھا.... جب بھی انہیں فرصت ہوگی ان کی تصویر ضرور بناؤں گا! مگر وہ غصہ وہ
آدمی تو نہیں ہیں! مجھے غصہ وہ آدمیوں سے ڈر لگتا ہے!
”نہیں.... پیا بہت ہنس کہ آدمی ہیں۔۔۔!“ بار برا بولی!

”تب تو بولی اچھی بات ہے۔ میں بھی انہیں پیا کہہ سکوں گا!
اسی وقت فون کی گھنٹی بھی اور مسڑ کشر لنگ چائے کی میز سے اٹھ گئی!
”ہیلو.... ہیلو....!“ وہ مادا تھے پیس میں کھتی رہی! ”آپ کون ہیں اوه.... شائد لائن خراب
ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جی.... کچھ سمجھ میں نہیں آیا!“

اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر شاید انکو اڑی کے نمبر ڈائل کئے اور وہاں لائن کی خرابی کی
شکایت کرنے کے بعد پھر میز پر واپس آگئی!

بار برا اور ایما.... چائے ختم کر کے الگ جائیٹھی تھیں! بار برا کے ہاتھ میں عمران کا فائیل تھا
اور وہ دونوں اس میں تصویریں دیکھ رہی تھیں! دفعتاً بار برا کے منہ سے ایک تیر زدہ سی آواز
ٹکلی۔ ایما فائیل پر جھکی ہوئی تھی۔ اسے بھی مسڑ کشر لنگ نے چوکتے دیکھا!... عمران سر
جھکائے بیٹھا میز پر انگلی سے کچھ لکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بھول گیا ہو کہ کمرے میں
اس کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے!

”میں....!“ بار برا نے آواز دی اور مسڑ کشر لنگ بھی اٹھ کر ان کے پاس پہنچ گئی!
”میرے خدا....!“ اس نے بے ساختہ کہا! اور عمران چوک کر ان کی طرف دیکھنے لگا!

نے فائل سے ایک کسہ فٹو نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
”اوہ....! یہ سی نوٹیا شیمانو ہیں.... اطایہ کی باشندہ!.... کیا آپ انہیں جانتے ہیں! انہوں
نے مجھ سے اپنی ایک پورٹریٹ بنوائی تھی.... لیکن ابھی تک واپس نہیں آئیں!.... پورٹریٹ
تیار کر رکھی ہے!“

”یہ کتنے عرصے کی بات ہے جتاب....!“ ڈکشنگ نے پوچھا!
”شاید ڈیڑھ ماہ گزرے!“ عمران نے یادداشت پر زور دیتے ہوئے کہا۔
”کیا یہ آپ کی قیام گاہ پر آئی تھیں....!“

”نہیں.... یہ گراٹ ہوٹل میں ملی تھیں.... شاید بہت زیادہ پی گئی تھیں! انہوں نے مجھ
سے کہا کہ میں انہیں ان کے گھر تک پہنچا دوں....!“

”پھر.... آپ نے کیا کیا....!“ ڈکشنگ بہت زیادہ محضرب نظر آنے لگا!
”میں نے انہیں ان کے گھر پہنچا دیا اور انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ میں ایک مصور ہوں تو
انہوں نے مجھے اپنی تصویر دی اور کہا کہ میں ان کی پورٹریٹ تیار کروں!“

”گھر آپ کو معلوم ہے!“

”جی ہاں! گروہ اس کے بعد سے مجھے دہاں نہیں ملیں.... اکثر ان کی پورٹریٹ لے کر میں
وہاں جاتا رہا ہوں! مکان پر اب بھی ان کے نام کا بورڈ موجود ہے! لیکن وہ مقفل رہتا ہے....!“

”آپ کو یقین ہے کہ مکان بھیش مقفل رہتا ہے....!“

”یہ میں نہیں کہہ سکتا! ویسے میں جب بھی دہاں گیا ہوں اسے مقفل ہی پایا ہے!“

”مکان کا پتہ بتائیے.... میں بے حد منکور ہوں گا!“
”افسوں میں پتہ نہیں بتا سکوں گا! مجھے گلیوں اور سڑکوں کے نام نہیں یاد رہتے ویسے
میں آپ کو وہ مکان دکھا سکتا ہوں!“

”مسڑ ثوںی....! اگر آپ اندھیرا چیلنے تک سینیں ٹھہریں تو میں بے حد ممنون ہوں گا!“
”میں ٹھہر جاؤں گا یا!“

”بات یہ ہے کہ میں ایسے وقت میں اس لڑکی سے ملتا چاہتا ہوں جب مجھے کوئی نہ دیکھے سکے!“
”اوہ....! اچھا میں کبھی گیا!“

”کیا کچھ گئے!“ مسڑ ڈکشنگ نے پوچھا!
”یہی کہ پیاپچھے آدمیوں کو دھوکے میں رکھ کر دہاں جانا چاہتے ہیں!“
”ہاں ہی کبھی لو!“ ڈکشنگ نے مضطرب بانہ انداز میں کہا!

دغشا دروازے کا پردہ ہتا اور ایک طویل قامت آدمی کمرے میں داخل ہو۔ اس کی موچھیں
سمجنی اور اوپر چڑھی ہوئی تھیں چہرہ خاصا پر عرب تھا۔
وہ سب کھڑے ہوئے.... اور عمران پکھے خوفزدہ سانظر آنے لگا! ایمانے اس کی طرف دیکھا
اور نہ پڑی!۔

”ارے یہ تو پیاہیں مسٹر نام ہے!“ اس نے کہا۔
”اوہ.... میرا آداب قبول کیجئے۔ جتاب!“
عمران قدرے جھک کر بولا!

آنے والے نے اس پر تقدیمی نظر ڈالی اور اپنے خاندان والوں کی طرف دیکھ کر بولا۔“
کہاں ہے؟“

پھر اس نے عمران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تشریف رکھئے جتاب مجھے آپ کے مقفل
ان لوگوں سے معلوم ہوا تھا!...“ عمران ایک بار پھر احتراماً جھکا اور بیٹھ گیا! مسڑ ڈکشنگ
کرے سے جا چکی تھی۔

”یہ بہت اچھی تصویریں بتاتے ہیں! پیاہا!“ ... بار برا بولی۔
”اچھا!“

”ابھی ہم ان کا فائل دیکھ رہے تھے! آپ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے!“
”اتنے میں مسڑ ڈکشنگ فائل لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ کرنل ڈکشنگ کے
چہرے پر اضطراب کے آثار تھے...!“
”دیکھئے یہ.... یہ فائل ہے!“ بار برا فائل اپنی ماں کے ہاتھ سے لے کر ڈکشنگ کا
طرف بڑھاتی ہوئی بولی!

ڈکشنگ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے فائل سنبھالا! جسم کی بناوٹ کے اعتبار سے
اعصابی اختلال کا سریع معلوم نہیں ہوتا تھا۔ پھر بھی وہ کچھ زد سانظر آنے لگا تھا۔
وہ فائل کے اوراق اللہارہ۔ پھر اس کی بیوی نے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا اور ڈکشنگ
کے منہ سے تحریز دہی آواز نکلی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں!

اس نے عمران کی طرف حیرت سے دیکھا۔ جو اس وقت بھی میز پر انگلی سے کچھ لکھ رہا تھا
”مسڑ.... ار.... میں آپ کا نام بھوتا ہوں....!“ ڈکشنگ نے تھوک نگل کر کہا۔
”ٹوںی....!“ عمران بولا! ”مجھے ٹوںی ہی کہنے پایا۔... تکلفات کی ضرورت نہیں ہے۔“
”اوہ.... اچھا.... دیکھئے.... یہ تصویر آپ کو کہاں سے ملی اور یہ کس کی ہے....!“ اس

(۵)

”اب.... وہ!“

”کچھ بھی نہیں!“ رحمان صاحب نے فیاض کی بات کاٹ کر کہا۔ ”اس راہ پر لگانے والے بھی تم ہی ہو!“
”میں!“ فیاض نے جیرت سے دہرا۔

”ہاں تم!“ رحمان صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”کیا تم اسے اپنے ساتھ نہیں لئے بھرتے تھے.... ورنہ ایک سامنے کے گرجویٹ کو جرام سے کیا سر و کار!“
فیاض خاموش ہو گیا اور رحمان صاحب بولے! ”اگر وہ نگاریا کے کیس میں الجھ رہا ہے تو تم اسے قانون کے حوالے کر دو! اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا!“
پھر وہ اٹھ گئے! فیاض بھی اٹھا.... لیکن واپسی پر وہ کافی خوش نظر آ رہا تھا!

اب.... وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کے ہاتھوں میں ہٹکڑیاں ڈال دینے کے بعد ہی اس سے بات کرے گا۔

پہلے تو اس کا ارادہ تھا کہ سیدھے گھر ہی جائے گا لیکن پھر سوچا کہ لیکن اسٹریٹ ہی جانا چاہئے اسے شام کے گندے اٹھے یاد تھے۔ اور وہ جلد از جلد عمران سے انقام لینا چاہتا تھا! لیکن اسے مایوس ہوئی کیونکہ عمران کا کرہ مقتول تھا.... اور مسز ہڈسن سے بھی ملاقات نہیں ہوئی! اس نے سوچا کہ اس سے غلطی ہوئی۔ اسے پھر ڈکشنری سے ملنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی۔ مگر پھر گندے اٹھوں کا خیال آتے ہی وہ دوبارہ کچھ سوچنے کی صلاحیت کھو بیٹھا....!
لیکن ہاؤز سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پیلک ٹیلیفون بو تھے تھا۔ فیاض اسی پر چڑھ دوڑا.... ایک بار پھر ڈکشنری کے نمبر ڈائل کئے... لیکن اس کی لائن ابھی تک خراب تھی! وہ عمران کی حرمت انگیز صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا! لہذا اس نے لائیں کی خرابی بھی اس کے سر تھوپ دی!

پھر ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ گھر کی طرف روونہ ہو گیا! اب وہ اس بات کو اتنا طوں بھی نہیں دینا چاہتا تھا کہ براہ راست بھیجیں کے سفارت خانے میں جا گھٹتا!

(۶)

عمران اور ڈکشنری کا رے اترے! یہ ایک نیم تاریک جگہ تھی! تھا تو سڑک ہی کا معاملہ مگر شاید یہاں کی لائیں خراب تھی! بھل کے ستون تاریک پڑے تھے! البتہ مکانوں کی کھڑکیوں

فیاض بہر حال پر بیشان گھر پہنچا... کپڑے اتارے اور غسلخانے میں جا گھسا! اس کا سارا جنم غصے سے تپ رہا تھا اور دماغ کی ذہنی کیفیت جو پاگل پن سے مختلف نہیں ہوتی! ٹھنڈے پانی کے شاور نے بھی اس کا غصہ دھیما کرنے میں مدد نہیں دی! غسل خانے سے نکل کر اس نے فون پر ڈکشنری گ خاندان سے رابطہ قائم کرنا چاہا! لیکن لاکین ٹھیک نہیں تھی! کوئی عورت دوسری طرف بولی تھی! لیکن اس نے کیا کہا تھا فیاض کبھی نہیں سکا! اس کا دل چاہرہ رہا تھا کہ عمران کی ہڈیاں چڑا لے...!

اس نے جلدی جلدی بیاس تبدیل کیا اور پھر جانے کے لئے تیار ہو گیا تغییرت تھا کہ اس کی بیوی اس وقت گھر پر موجود نہیں تھی ورنہ اس بری طرح اس کا مذاق اڑاٹی کہ فیاض کو سریع پہنچ لینا پڑتا۔

پھر دیر بعد اس کی کار عمران کے والد رحمان صاحب کی کوئی تھی کی طرف باری تھی! کوئی پہنچ کر اسے ڈکشنری روم میں تقریباً آدھے گھنٹے تک رحمان صاحب کا انتظار کرنا پڑا.... وہ سی - آئی - ڈی کے ڈاکٹر جزل تھے اور فیاض ان کا ایک اوفی ترین ماتحت! لہذا اس مویشی خانے کے فٹی کی طرح ان کا انتظار کرنا پڑا!

پھر جب وہ ڈکشنری روم میں آئے تو فیاض کی پہلے سے تیار کی ہوئی تقریبہ ہی بوكھلا ہوں کا شکار ہو گئی! رحمان صاحب کے چہرے سے بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس وقت فیاض کی آمد انہیں گراں گزری ہو!

”مجھ... جناب میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو حالات سے.... آگاہ کر دوں۔“
فیاض ہکلایا!

”کیسے حالات.... بیٹھو!....“ رحمان صاحب نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا!

”عمران کے متعلق---!“

”اس کے متعلق میں کچھ نہیں سننا چاہتا!“ رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے!
”انہیں کوئی حادثہ بھی پیش آئتا ہے.... وہ نگاریا والے کیس میں مداخلت کر رہے ہیں!“
”میں اس کے متعلق بڑی سے بڑی خبریں سننے کے لئے بھی ہر وقت تیار رہتا ہوں!“

راہداری میں پہنچ کر ڈکشنگ نے ایک چھوٹی سی تاریخ روشن کر لی اور وہ دونوں اسی کی روشنی میں آگے بڑھتے رہے.... انہیں زیادہ تر کمرے خالی نظر آئے.... پوری عمارت میں صرف دو ایسے کمرے مل سکے جن میں کچھ سامان دکھائی دیا تھا.... ان میں سے ایک تو سونے کا کمرہ معلوم ہوتا تھا اور دوسرا نشدت کا!

ڈکشنگ سب سے پہلے خواب گاہ کی طرف متوجہ ہوا اور ذرا ہی کی دیر میں وہاں کا سارا سامان الٹ پلٹ کر ڈالا۔

یہ کسی عورت ہی کی خواب گاہ معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہاں انہیں مردانہ ملبوسات نہیں ملے.... زنانہ کپڑے البتہ برآمد ہوئے اور وہ کسی یورپین ہی عورت کے ہو سکتے تھے! پھر وہ نشدت کے کمرے میں آئے! عمران نہ جانے کیوں مسکرا رہا تھا لیکن جب بھی ڈکشنگ کی نظر اس کی طرف اٹھتی وہ اس طرح سمجھدہ نظر آنے لگتا جیسے اس کے ہونٹوں نے برسوں سے مسکراہٹ کی شکل تک نہ دیکھی ہو!

نشست کے کمرے میں دو الماریاں بھی تھیں اور ایک لکھنے کی میز بھی نظر آرہی تھی! یہاں ڈکشنگ کا انہاںک پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا!.... وہ میز پر رکھے ہوئے کاغذات پر ٹوٹ پڑا.... کچھ دیر تک میز پر جھکا رہا۔ پھر الماریوں کی طرف متوجہ ہوا تھا کہ عمران کے حلق سے ایک خوف زدہ سی آواز نکلی.... ڈکشنگ اچھل پڑا.... دروازے میں چار آدمی نظر آرہے تھے....! جن کے چہروں پر سیاہ نکائیں تھیں اور ہاتھوں میں ریوالوں... اور یہ کہنا فضول ہی ہو گا کہ ریوالوں کے رخ انہیں دونوں کے طرف تھے۔ ڈکشنگ نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو!“ ایک نقاب پوش نے گرج کر کہا۔

ڈکشنگ کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے! لیکن عمران پہلے ہی کی طرح کھڑا آنکھیں چھاڑ پھاڑ کر انہیں گھومنٹا رہا۔

”کیا تم نے سا نہیں!“ نقاب پوش نے عمران سے کہا۔

”سن لیا ہے!“ عمران بڑی سمجھی گی سے سر ہلا کر بولا!

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو!“

عمران نے اپنا ایک ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔

”دونوں!“ نقاب پوش پھر گرد جا۔

”پھر میں اپنی تاک کیسے صاف کروں گا!“ عمران نے ہولے پن سے کہا ”مجھے زکام ہو گیا ہے!“

سے گزر کر آئے والی روشنی نے سڑک کو بالکل ہی تاریک نہیں ہونے دیا تھا۔

”دیکھئے یہی عمارت ہے میا!“ عمران نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کیا۔

یہ ایک بڑی عمارت تھی! جس کی کپاؤٹ کا پھانک بند تھا!.... عمارت باہر سے تاریک نظر آرہی تھی!.... نہ کپاؤٹ میں روشنی تھی اور نہ ہی کوئی کھڑکی روشن نظر آرہی تھی!

”تمہیں یقین ہے کہ تم غلطی نہیں کر رہے!....“ ڈکشنگ نے پوچھا!

”مجھے سو فیصد ی یقین ہے کہ میں غلطی نہیں کر رہا!....“ عمران نے جواب دیا ڈکشنگ نے پھانک کا قفل ٹوٹا.... اور پھر سلاخوں پر ہاتھ پھیرنے لگا!

”ہمیں سلاخوں پر چڑھ کر دوسرا طرف جانا پڑے گا!“ اس نے کہا!

”کیا تم میرا ساتھ دو گے!“

”یقیناً۔۔۔ کیا میں پہلے چڑھوں!“ عمران بولا۔

”نہیں پہلے میں جاؤں گا!“ ڈکشنگ نے کہا اور پھانک پر چڑھ کر دوسرا طرف کپاؤٹ میں اتر گیا! اس کے بعد عمران نے بھی بھی کیا! پھر وہ ایک روشن طے کر کے برآمدے میں آئے!

یہاں گھری تاریکی تھی!

یہاں بھی صدر دروازہ مغلل تھا.... ڈکشنگ نے کہا۔ ”تم پھانک پر نظر رکھنا! میں قفل کھولنے جا رہا ہوں۔!“

”میری نظر پھانک پر ہے میا!.... لیکن اگر کسی نے چور بھج کر گولی مار دی تو مجھے بے حد افسوس ہو گا! آپ خود سوچے!....“

”تم ڈر و نہیں!....“ ڈکشنگ نے کہا! لیکن اس کی آواز کا پرہیز تھی!.... تقریباً پدرہ منٹ تک کسی اوزار سے قفل کھولنے کی کوشش کر تاہم لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

”نہیں کھلتا!....“ اس نے تھک ہار کر کہا!....

”اچھا ب یہاں آجائیے میری جگہ پر!“ عمران بولا۔

”کیا تم کھول سکو گے!“

”مشکل سے آدمی منت صرف ہو گا!....“

”تو آؤ!....!“ ڈکشنگ بولا۔

یہ حقیقت ہے کہ عمران نے آدمی منت سے زیادہ وقت نہیں لیا۔

”چلو چلو!“ ڈکشنگ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کپکاٹی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تم بہت ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو!“....

”اے وہ!“ عمران ہاتھ نچا کر بولا۔ ”پہلے چوروں کی طرح یہاں گئے پھر اس طرح چوہے
دان میں پھنس گئے۔“

”لڑکے۔ خدا کے لئے خاموش رہو! مجھے سونپنے دو!“
”سونچو۔!“ عمران براسامنہ بنا کر بولا۔!
”دشمن گزرنے لگئے لیکن ڈکٹر لنک سوچتا ہی رہا۔
”اویں ہوں!“ عمران سر ہلا کر بولا! ”تم نہیں سوچ سکتے پاپا!“
”اب مجھے سونپنے دو۔“
”میں نے کب منع کیا ہے؟“ ڈکٹر لنک پھر جھلا گیا۔
”تو میں کچھ سمجھے بوجھے بغیر کیسے سوچوں گا۔ یہ چماریا کون ہے۔ جس کے متعلق تم نے ان
لوگوں سے پوچھا تھا!“
”نگاریا!“ ڈکٹر لنک نے صحیح کی! ”وہی لڑکی جس کی تصویر تمہارے فائیل میں تھی! اس
نے تمہیں اپنا تم غلط بتایا تھا!“
”ہائیں۔ نہیں۔!“ عمران نے حیرت ظاہر کی!
”ہاں لڑکے اس نے تمہیں اپنا تم غلط بتایا تھا!“
”کیا وہ کوئی چور لڑکی ہے؟“
”نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔!“
”پھر تم اس طرح یہاں کیوں آئے تھے؟ کیا وہ تمہاری محبوہ ہے پاپا!“
”ضھول باتیں نہ کرو اور بیٹھیم کی شہزادی ہے۔“
”اے باپ رے۔!“ عمران دونوں ہاتھوں سے سینہ تھام کر فرش پر بیٹھ گیا۔
”کیوں۔ کیا ہوا۔!“
”شہزادی تھی۔ میرے خدا۔ میں نے اسے گازی سے گود میں لے کر اتنا رکھا!“ عمران
اس بڑی طرح کا بینے لگا جیسے جاذوے کر جخار آگیا ہو!

ڈکٹر لنک ہنسنے لگا۔ پھر عمران کا شانہ تھپٹھا کر اسے فرش سے اٹھاتا ہوا بولا۔ ”شہزادی
تھی شیرنی نہیں۔ تم اتنے بد حواس کیوں ہو رہے ہو۔“

”اب مجھے یاد آیا۔ نگاریا!“ عمران اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ ”وہ یہاں
سرکاری دورے پر آئی تھی! یہک گورنمنٹ ہاؤز سے غائب ہو گئی! شاید میں نے کسی اخبار میں
پڑھا تھا۔! مگر اخبار میں یہ بھی تو تھا کہ شہزادی لوگوں کو متبر کر دینے کی بے حد شائق ہے۔

”میں گولی مار دوں گا! اور شہزادوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ!“
”میں تو نہیں اٹھاؤں گا۔ تم گولی مار دو۔...“ عمران نے کسی ضدی بچے کے سے انداز میں کہا۔
”ہاتھ اٹھا دو۔!“ ڈکٹر لنک نے کہا۔
”اچھی بات ہے پاپا۔!“ عمران ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ”آپ کے حکم کی تعیل ضرور
کروں گا۔ ورنہ چار کیا چار سورپریور بھی میرے ہاتھ اوپر نہیں لے جاسکتے!“
”عمران نے ہاتھ اٹھا دیے!
”تم لوگ کون ہو!....“ نقاب پوش نے دو چار قدم آگے بڑھا کر کہا۔
”م۔ م۔ میں!“ عمران ہکلایا! ”تو فی نام ہل۔... ایک کر شل آرٹ۔... اور یہ پاپا۔!“
”دو ہشت۔! تم خاموش رہو!“ ڈکٹر لنک بڑیا پھر نقاب پوشوں سے بولا۔ ”تم لوگ اپنے
متعلق بناو تو بہتر ہے! کیونکہ تم نے اپنے چہرے بھی جھپٹا کے ہیں۔!
”کیا تم وصیت کے بغیر ہی مرنا چاہتے ہو؟“ نقاب پوش نے فنزیہ لجھ میں کہا۔
”مادرانے کی دھمکیاں میرے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتیں!“
ڈکٹر لنک لاپرواہی سے بولا۔ ”ویسے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھے نگاریا کا پتہ بتا دو!“
”اے۔!“ تم لوگ۔!“ نقاب پوش نے ایک طویل سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ ایسا معلوم
ہو رہا تھا جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے!
دفعہ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کچھ سونپنے کا موقعہ ہی سہل سکا۔ اسے ہوش اس وقت آیا
باہر نکل گئے کہ ڈکٹر لنک کو کچھ سونپنے کا موقعہ ہی سہل سکا۔ اسے ہوش اس وقت آیا
جب اس نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور قفل میں کنجی گھومنے کی آواز نے تو اسے پاگل ہی
کر دیا۔ وہ دروازے کی طرف جھپٹا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔! مگر بے سود! دروازہ
تو باہر سے مقفل کیا جا چکا تھا۔!
”ہائے پاپا۔۔۔ اب کیا ہو گا!“ عمران کر لے۔
مگر پاپا بے چارہ کیا جواب دیتا! وہ خود ہی سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔
”یہ آپ نے کہاں لا کر پھنسا دیا۔“ عمران نے پھر کہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ روپڑے گا۔
”مگر کرو! لڑکے۔۔۔ صبر۔!“ ڈکٹر لنک مضطربانہ انداز میں بولا۔
”کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔“
”کتنی دیر میں نکل آئے گی۔!“
”خاموش بھی رہو۔!“ ڈکٹر لنک جھلا گیا!

ممکن ہے اسی لئے روپوں کی اختیار کر لی ہو اور کچھ دنوں بعد پھر ظاہر ہو جائے گی میں اس کا
صورت بھی نہیں کر سکتا تھا کہ شہزادی شاہی خاندان کا وقار اس طرح خاک میں ملائے گی!

”مگر یا۔۔۔ تم نے اپنے سفر کو اس بات سے کیوں نہیں مطلع کیا!

”بدنای کے خیال سے! میں نہیں چاہتا کہ ہمارا شاہی خاندان ساری دنیا میں بدنام ہو جائے!
ای لئے اسے شہزادی کی اقتداء طبع کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کی گئی ممکن ہے ہم اسے پانے میں
کامیاب ہی ہو جائیں اور میں قسم کھا جکا ہوں کہ راگوں جہاں کہیں بھی نظر آیا اسے بے دریغ
قل کر دوں گا!

”تو تم نے صحیح حالات سے کسی کو بھی اگاہ نہیں کیا!

”نہیں۔۔۔ تمہارے یہاں کا محلہ سرا غرسانی بڑی جدوجہد کر رہا ہے! لیکن اسے بھی صحیح
حالات کا علم نہیں ہے اور لڑکے میں تم پر اعتماد کرتا ہوں! تم میرے ملک کے سفر کے علاوہ اور
کسی بھی اس کا تذکرہ نہ کرنا۔ وہ جو کچھ مناسب سمجھے گا کرے گا۔

”بہت ممکن ہے کہ وہ یہاں سے چلے ہی گئے ہوں۔۔۔ عمران نے کہا:

”نہیں۔۔۔ یہاں تکنہن ہے! وہ ایسے وقت میں اس شہر سے بھی نکلنے کی ہمت نہیں کریں گے جب
کہ ان کے لئے اتنا ہنگامہ برپا ہو گیا ہے! سارے ملک کی خفیہ پولیس حربت میں آگئی ہے! اور پھر
راگوں کو اس طرح بھاگنے کی خرودرت ہی کیا ہے وہ میک اپ کا ماہر ہے! شہزادی کی صورت
بدل دے گا اور اپنی بھی!۔۔۔ جب ہنگامہ فرد ہو جائے گا تو دونوں چپ چاپ کسی طرف نکل
جائیں گے!

”شہزادی کی تصویر تو ہے میرے پاس! عمران کچھ سوچتا ہوا بولا! ”لیکن راگوں کی تصویر
بھی کہیں سے مل سکے گی!

”ہاں میرے پاس ایک گروپ فٹو ہے جس میں وہ بھی موجود ہے!

”اچھا تو یا اب مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ!

”کیا مطلب؟ ”ڈکشنری کچھ کرائے گھورنے لگا!

”ار۔۔۔ مطلب یہ کہ یہاں سے نکلنے کے لئے تیار ہو جاؤ!

”کیسے....! کیا کرو گے! ممکن ہے باہر زیادہ آدمی موجود ہوں!

”پرواہ مت کرو!۔۔۔ پیام میں اپنے وقت کا ہر کو لیں ہوں!۔۔۔ اس دروازے ہی کو اکھاڑ کر
پیکن دوں گا!

”لڑ کے....! اب خاموش رہو! مجھے کچھ سوچنے دو! میں چو ہوں کی طرح مرنا پسند نہیں

ممکن ہے اسی لئے روپوں کی اختیار کر لی ہو اور کچھ دنوں بعد پھر ظاہر ہو جائے....!

”ہاں! اخبارات میں بھی خبر آئی تھی۔ لیکن!۔۔۔

”لیکن کیا!۔۔۔

”حقیقت کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے!

”حقیقت کیا ہے۔۔۔ پیام... فیر!۔۔۔

”وہ تمہیں نہیں بتائی جا سکتی! کسی کو بھی نہیں بتائی جا سکتی!

”پھر!۔۔۔ میں کیسے کچھ سوچ سکوں گا! پتہ نہیں وہ لوگ واپس آکر کس طرح پیش آئیں!

”عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا اور ڈکشنری کچھ سوچنے لگا!

”بولو.... پیام.... مجھے بتاؤ! ممکن ہے میں اسے تلاش کرنے میں مدد دے سکوں! اور نہ تم اس
اجنبی ملک میں تھا کیا کر سکو گے۔۔۔

”تم ہی کیا کر سکو گے نہم دیوانے لڑ کے!

”کچھ بھی نہیں! ”عمران سر ہلا کر بولا! ”میں تو اس لئے پیدا ہوا تھا کہ تمہارے ساتھ مارڈا
جاوں!۔۔۔ تم کیا سمجھتے ہو پیام!۔۔۔ کیا وہ لوگ ہماری دعوت کا انتظام کرنے گے ہیں!

ڈکشنری کچھ سوچنے لگا! اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے!

”آؤ۔۔۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا! ”ہو سکتا ہے وہ لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں اور تم کسی
طرح سکو۔ اس لئے میں تمہیں ضرور بتاؤں گا! ”تم پر اواہ کرم میرے ملک کے سفر کو ان
حالات سے آگاہ کر دینا!

”بالکل قطعی! تم مطمئن رہو پیام! میں تمہارے لئے جان بھی دے سکتا ہوں۔

”میں یہاں آنے سے قبل بادشاہ کے محافظ دستے کا مکانڈر تھا اور شاہی محل کے پیشتر رازوں
کا علم رکھتا تھا!۔۔۔ میرے ایک ماتحت آفیسر کیپٹن راگوں کی نگاریا سے محبت میرے لئے پوشیدہ
نہیں تھی! خود نگاریا بھی اس پر جان دیتی تھی! میں نے راگوں کو بہت سمجھایا کہ وہ اس خطے سے

باز آجائے۔ لیکن اس نے بڑی قسمیں کھائیں کہ وہ سب کچھ غلط ہے اس کا شہزادی نگاریا سے
کوئی تعلق نہیں! میں خاموش ہو گیا۔ لیکن میری آنکھیں بہت کچھ دیکھتی رہیں اور شہزادی بھی

اس کے لئے پاگل ہو رہی تھی! آخر شاہی خاندان کے کچھ افراد کو اس کا علم ہو گیا اور راگوں ملک
بدر کر دیا گیا! شہزادی بہت روئی پیٹھی مگر یہ شاہی خاندان کے وقار کا سوال تھا۔۔۔ اور میں تمہیں

بتاؤں... جس دن شہزادی یہاں سر کاری دورے کے لئے پہنچی تھی۔ راگوں مجھے دکھائی دیا تھا!

”یہاں؟ ”عمران نے حیرت سے دہرا یا!

یہ عمران کی ایک کامیاب رات تھی.... اور وہ کافی مسرور نظر آ رہا تھا! اس نے فون پر بلیک

زیر کے نمبر ڈائل کئے!.... دوسری طرف سے فورائی جواب ملا....

” تم بہت اچھے رہے بلیک زیر!.... تم نے جس خوبصورتی سے اس دروازہ کو سیٹ کیا تھا!

اس کی داد نہیں دی جاسکتی! مجھے طاقت زیادہ نہیں لگائی پڑی تھی....“

” میں ڈر رہا تھا جتنا ب کہ کوئی کچاپن نہ و گیا ہو!.... بلیک زیر نے کہا!

” تم بہت اچھے رہے! مگر تمہارے ساتھ تین آدمی اور کون تھے!

” صدر سعید، چوہاں اور تسویر!.... بلیک زیر نے جواب دیا.... وہ بے چارے مجھے ایکس

ٹو سمجھتے رہے!.... بلکہ میں نے ایکس ٹو کی حیثیت سے انہیں فون کر کے اس کام کے لئے طلب

کیا تھا!

” بہت اچھے! ہاں.... فیاض کا کیا رہا!“

” فیاض!....“ دوسری طرف نے آواز آئی! ” جب وہ ڈکشنک کی کپاڈ نہ میں داخل ہو رہا

تھا اس کے جسم پر کئی گندے اٹھے ٹوٹ گئے.... اور پھر شاید وہ غسلخانے کے لئے واپس

چلا گیا!.... اس کے بعد میں نے ڈکشنک کی کوٹھی پھر ہاؤز اور پیغمبیر کے سفارت خانے کی

شیلیفون لائیں خراب کر دیں!“

” گڑ!.... میں تمہیں بہت پسند کرنے لگا ہوں بلیک زیر!“

” مہربانی ہے آپ کی جتاب!.... مگر کیا آپ مجھے اس راز میں شریک کر سکیں گے....!“

” ضرور!.... ضرور!.... میں تمہیں اس مہم کا انچارج بنانچا ہوں...!“

” سنو!.... یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا تھا کہ نگاریسا کے متعلق ان حقائق سے واقف ہو

سکوں جن کا علم ہماری حکومت کو نہیں ہوسکا!.... پیغمبیر کے سفارت خانے ہی سے مجھے یہ بات

معلوم ہوئی تھی کہ کرتی ڈکشنک اس کی گشਦگی کے سلسلے میں کوئی خاص بات جانتا ہے!....

” لہذا مجھے اس کی زبان کھلونے کے لئے اتنا کھڑا کرنا پڑا!....!“

” کیا وہ بات آپ نے معلوم کر لی!....“

” قطی!“ عمران نے کہا اور ڈکشنک سے جو کچھ بھی معلوم کر سکا تھا دہرا دیا!

” آپ ہی کام تھا.... جتاب.... اور کسی سے یہ نہ ہو سکتا!“ بلیک زیر بولا۔

” اب ڈکشنک!....! میرے پنجے سے نہیں نکل سکتا!....!“

” مگر اب وہ اس عمارت کے پیچے ضرور پڑ جائے گا۔“

(۷)

تقریباً گیراہ بجے شب کو عمران اپنے فلیٹ میں پہنچا! اس نے بیکن اسٹریٹ کے پھر ہاؤز والی قیام گاہ کارخانے کیا تھا!.... اسے فیاض کی طرف سے خدا شہ تھا کہ اس نے وہاں کچھ نہ کچھ

”نہیں وہ اتنا حق بھی نہیں ہے!.... وہ اس فکر میں ہے کہ اس بات کے پیچے لے پہنچنے کے پیشہ میں راؤں کو حلاش کر کے قتل کر دے۔! ہاں دیکھو بلکہ زیر و اتمہاری اصل شخصیت میرے دوسرے ماتحتوں پر نہ ظاہر ہونے پائے!“

”نہیں جتاب! حتی الامکان ایسا نہ ہونے دوں گا! مطمئن رہیں!“

”ویلے تو میں تہاری طرف سے مطمئن ہوں!“

”ہاں تو کیا اب آپ اندر ہاؤز واپس جائیں گے!“

”اندر ہاؤز واپس جا کر کیا کروں گا... مقصد حل ہو گیا! میں تو اب ڈکشنک کی کوئی نہیں میں قیام کروں گا!“

”جی....! بلکہ زیر و کے لمحے میں حرمت تھی!“

”ہاں! یہ اسی کی پیش کش ہے! وہ کہتا ہے کہ خود اسے بھی مصوری سے بے حد دلچسپی ہے! اس لئے وہ اپنی لاکیوں کو بھی مصوری سکھوانا چاہتا ہے! بہر حال تم مجھے یہ معلوم کر کے بتاؤ کر فیاض نے میرا زمزہن پر تو نہیں ظاہر کیا!“

”ابھی آدمی گھنے کے اندر معلوم کر کے بتاتا ہوں!....“

”ٹھہر!.... اگر فیاض اس تک نہ پہنچ سکا ہو تو مجھے اسی پلک ٹیلیفون بوتحہ سے مطلع کرنا چاہیے۔“

”بہت بہتر جتاب!....“

”عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا!....“

”پھر میں منت بعد ہی اس نے بلکہ زیر و کی کال ریسیو کی۔۔۔ وہ کہہ رہا تھا!“

”نہیں جتاب! مزہن پنک فیاض اپنی بات نہیں پہنچا سکا!“

”بہت اچھا!.... تم وہیں ٹھہر! نیک پندرہ منت بعد اندر ہاؤز پہنچ کر میرا سامان وہاں سے اٹھوایا اور اسے داش منزل میں پہنچا دیا جائے۔!“

”بہت بہتر جتاب!“

”مزہن سے کہنا کہ مزہن ہزر کے پچانے سامان منگوایا ہے!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا! پھر اس نے مزہن کے نمبر ڈائل کئے!.... دوسری طرف سے فورائی جواب ملا! وہ شاید ابھی تک اپنے آفس ہی میں موجود تھی۔!

”ہیلو گمی پلیز....!“ عمران بولا۔ ”میں نے اتنی رات گئے آپ کو تکلیف دی ہے! بات یہ ہے کہ میرے ایک پچاہل کے ہیں! میں تو انہیں نہیں پچانتا لیکن وہ کہتے میں چھ ماہ سے تہاری

کلائی میں ہوں! وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم لوگ سمجھتے تھے شاید تم مر گئے کیونکہ جس ٹرین سے تم سفر کر رہے تھے وہ کسی دوسری ٹرین سے لُر کر جاہ ہو گئی تھی!.... گرمی.... میں یہ سب کچھ کیسے باور کرلوں.... آپ ہی تائیے.... میرا خیال ہے کہ میں نے پانچ سال سے ریلوے ٹرین کی ٹھیک نہیں دیکھی!.... وہ کہتے ہیں ٹرین لڑائی تھی!....!“

”میں آپ کو مبارک باد دیتی ہوں مسٹر نام ہزر!....!“

”کس بات کی مبارک باد گی....!“

”یہی کہ بالآخر آپ اپنے آدمیوں میں پہنچ گئے! مجھے بے حد خوشی ہے مسٹر نام ہزر!.... مگر کیا آپ کبھی کبھی ملٹے رہیں گے....!“

”ضرور گی!.... میں آپ کو کبھی نہ بھلا سکوں گا!.... وہ دیکھنے میرے چچا اپنے سیکرٹری کو آپ کے پاس روانہ کر چکے ہیں! میرے ذمے آپ کی جور قم نہیں ہے اس سے وصول کر کے میرا سامان دے دیجئے گا!“

”اوہ۔ رقم پھر آجائے گی مسٹر نام ہزر!....! مگر میں آپ کی کمی بہت شدت سے محوس کروں گی۔ آپ سے کچھ ایسی عیانیست ہو گئی تھی!“

”میں.... آپ کو چھوڑتے وقت میں بھی خود کو بہت زیادہ مغموم محوس کر رہا ہوں!“

”عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔!“ آپ کی محبت مجھے ہمیشہ یاد رہے گی!....!“

”بہر حال اگر میری ذات سے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو تو خداراہ معاف کر دیجئے گا! اور یہے میں آپ کو بالکل اپنے بچے کی طرح بکھجتی رہیں!.... مزہن کی آواز آئی!“

”بس میں!“ عمران کی آواز حلقوں میں پھنسنے لگی۔۔۔ اور ایسا معلوم ہوا جیسے وہ دہازیں مار کر رونے لگے گا۔۔۔ اس نے پھر کہا! ”آپ ایسی باتیں نہ سمجھنے اور نہ میں پھر واپس آ جاؤں گا.... آپ کے علاوہ اور کون میری گمی ہو سکتی ہے!.... ویسے میرے چچا کہتے ہیں کہ میری گمی اور میرے پلاؤ شاداب گمراہیں ہیں!.... بھلا باتیے میں کیسے یقین کروں!....!“

”نہیں بیٹھے!.... تم چچا کے ساتھ واپس جاؤ.... میں تہارے لئے ہمیشہ دعا کرتی رہوں گی!“

”خدا تہاری یادداشت واپس کر دے!“

”پھر مزہن ہی نے سلسلہ منقطع کر دیا اور عمران ریسیور رکھ کر جو آنسو ڈھک کرنے لگا!.... پھر پچوں کی طرح لکھلکھلا کر ہنس پڑا.... ساتھ ہی پاگلوں کی طرح بڑیا بھی! میرا ہمیشہ۔۔۔ میں کیا کروں.... مزہن سے مجھے خدا معاف کرے!“

”چند لمحے وہ خاموش کھڑا رہا!....: پھر اس نے فیاض کے نمبر ڈائل کئے!

ڈاڑھر جزل رحمان صاحب نے کہا! ”وزارت خارجہ کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ نگاریا
کے سلسلے میں میرا حکمہ قطعی خاموشی اختیار کر لے....!“
فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور سب سے پہلے اسے اپنی ٹکست کا خیال آیا!....
چھپلی رات اس نے عمران کو جو دھمکیاں دی تھیں اب انہیں عملی جامدہ نہ پہننا کے گا!
”بہر حال۔“ رحمان صاحب پھر بولے! ”اب اس کیس کو بالکل ختم کر دو۔ ایہ معاملہ ہی کچھ
میں نہیں آسکا!“
”میں سمجھتا ہوں....!“ فیاض بھرا ہی آواز میں بولا۔!

”کیا سمجھتے ہو؟“ رحمان صاحب اسے گھوننے لگے!
”عمران!“

”کیا بکواس ہے!“ رحمان صاحب نے بر اسمانہ بتایا۔ ”عمران کی کیا حقیقت ہے۔ یہ وزیر خارجہ
کا حکم ہے! اسر سلطان کا نہیں جواس گدھے سے اکثر کام لیتے رہے ہیں!“
”آپ یقین کریں یا نہ کریں جناب!....“ عمران کے علاوہ اور کسی کی یہ حرکت نہیں ہو سکتی۔
وہ کل تک نوئی نام ہزر تھا اور آج اس کا نام میٹر لنک ہے اور وہ خود کو کرتل ڈکشنر لنک کا بھیجا طاہر
کرتا ہے!.... یہی نہیں بلکہ آج مجھ سے وہ مستقل طور پر اسی کی کوئی میں شفت کر گیا ہے!
رحمان صاحب اس انداز میں اسے گھوننے لگے جیسے اس کی اس بکواس پر یقین نہ آیا ہو!....
مگر انہوں نے کہا۔

”تم میرے آفس میں بیٹھ کر غیر ذمہ دارانہ گفتگو کر رہے ہو!“
”اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے ٹیکنی سے فون کروں....!“
”کرو....!“ رحمان صاحب نے غیر ارادی طور پر کہا۔
فیاض نے ابھو کر ڈکشنر لنک کے نمبر ڈائل کیے دوسرا طرف سے بولنے والی کوئی لڑکی تھی۔
”کیا مسٹر نوئی نام ہزر یہاں موجود ہیں!“
”جی ہاں!“

”ذر الٹیں فون پر بلا دیجئے!“

”ہو لذ آن کیجھ جا!“ پھر دوسرا طرف سے عمران کی آواز آئی۔
”یہلو!“
”فیاض۔ اڑا کڑھ جزل صاحب تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں!“

”ہیلو۔!“ دوسرا طرف سے کچھ دیر بعد آواز آئی!
”میری یاد داشت واپس آگئی ہے سو پر فیاض...!“ عمران نے بہت زیادہ سرور لجھے میں کہا!
”میں تمہاری ہڈیاں تک میں ڈالوں گا....!“
”بھر لوگ انہیں سرمہ الہلی نظر کہیں گے اور تمہیں سرے والا....!“
”یاد داشت واپس آنے کے بعد ظاہر ہے کہ میں اپنے قلیٹ میں واپس آگیا ہوں گا!“
”اور وہی قلیٹ تمہارے لئے جنم بن جائے گا۔ تمہارے باپ نے کہہ دیا ہے کہ اگر ضرورت
پڑے تو اسے بھی گولی مار دو.... سرکاری معاملات میں کسی کی بھی مداخلت نہیں برداشت کی
جائسکتی....!“

”میرے خدا.... اچھا یہ بتاؤ....!“ اگر تم نے مجھے گولی مار دی تو ڈیڑھی یتیم ہو جائیں گے....
محبے یاد نہیں کہ باپ کے مرنے سے پچھے یتیم ہوتے ہیں یا بچوں کے مرنے سے باپ....!
”دیکھوں گا دیکھوں گا کہ تم کس رفتار سے زبان چلا سکتے ہو!“

”زبان سے زیادہ ہاتھوں کی رفتار ہے سو پر فیاض.... جب دل چاہے آزماؤ...!“ عمران
بولا! ”آج گیارہ بجے تک میں ٹوئی نام ہزر تھا! ٹھیک گیارہ بجے کرپاچھ منٹ پر میری یاد داشت واپس
آئی.... اور اب مجھے اچھی طرح یاد آگیا ہے کہ میرا نام دراصل میٹر لنک ہے اور میں ڈکشنر لنک
کا بھیجا ہوں! کرتل ڈکشنر لنک.... تم سمجھتے ہوتا!“

”خوب سمجھتا ہوں!“ فیاض کی آواز سے صاف صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دانت پیس رہا ہے!
”اور تم سر پر ہاتھ رکھ کر رو گے---!“

”کرپر سو پر فیاض!.... میں ہمیشہ کرپر ہاتھ رکھ کر رو رہا ہوں۔ تاکہ معدے پر کوئی برالذنة
ڈالے! ہاں سنو میں کل سے ڈکشنر لنک کی کوئی تھی پر ملوں گا۔ اس کا بھیجا ہہرا.... تا....!“

فیاض نے کچھ کہے بغیر دوسرا طرف سے سلسہ مقطع کر دیا۔
عمران کے ہونٹوں پر ایک شدیدی مسکراہت تھی۔

(۸)

دوسری صبح کی پہنچ فیاض کے لئے شاید منحوس تھی! اکونکہ جیسے ہی اس نے آفس میں قدم
رکھا۔ اڑا کڑھ جزل صاحب کے دفتر میں اپنی طلبی کی اطلاع ملی۔ لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں
تھی جس کی بنا پر اس صبح کو فیاض کے لئے منحوس قرار دیا جا سکتا! بات تو دوسرا یہ تھی جو اس ہے۔

”ارے کیوں؟“ عمران تھیر نظر آنے لگا!

”تم ایک بہت بڑے راز سے واقف ہو گئے ہو! غلطی میری ہی تھی۔ آخر میں اتنا زوس کیوں ہو گیا تھا مجھے وہ راز تم پر ظاہرنہ کرنا چاہئے تھا؟“
”وہ اب بھی راز ہی ہے... پیلا... میں کس سے کہنے جا رہا ہوں!“ عمران نے سعادت بینداز انداز میں کہلا۔

مگر ڈکشنٹ اس جواب پر دھیان دیئے بغیر بولا! ”تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی! گھر کا سا آرام محسوس کرو گے۔ لیکن تم اس وقت تک یہاں سے نہیں نکل سکو گے جب تک نگاریا کا سراغ نہ مل سکے!“

”چلے یہی سکی!“ عمران سر ہلا کر بولا! ”اس میں میرا کیا نقصان ہے۔ میراویے بھی دل نہیں چاہتا کہ آسمان دیکھوں! مگر بعض جیوریوں کی بناء پر گھر چھوڑنا ہی پڑتا ہے میں ایک کرشل آرثت ہوں تا!“

”تم دھوکہ تو نہیں دو گے۔“ ڈکشنٹ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا!

”نہیں۔ بھلا اپنے پیلا کو دھوکہ دوں گا!“

”تمہاری گرانی کے لئے ہر وقت یہاں دو مسلح آدمی موجود رہیں گے! تم باہر نہیں جاسکو گے اور اگر تم نے اس کی کوشش کی تو نتیجے کے ذمہ دار خود ہو گے!“

”آپ بے کار ان دونوں آدمیوں کو تکلیف دے رہے ہیں!“
ڈکشنٹ کوئی جواب دیئے بغیر کمرے سے چلا گیا!

عمران مکراتا رہا! اس کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ڈکشنٹ اس طرح پیش آئے گا۔ مگر یہ بھی عمران تھا۔! وہ کسی طرح بھی خود کو بے بس نہیں محسوس کر سکتا تھا۔ ایسا یہی اس کی شریعت میں حرام تھی اور فکر مند ہونا گناہ۔! اس نے جیب سے چیزوں کا لالی اور اسے منہ میں رکھ کر آہستہ آہستہ چلانے لگا۔! وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی!.... ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا۔

”اد موز میل ایما کو بھیج دو!.... میں آج ہی سے سبق شروع کروں گا۔!“ عمران نے اس سے کہا۔

ملازم چلا گیا.... کچھ دیر بعد ایما کمرے میں داخل ہوئی!

”کیا بات ہے مسٹر نام ہزار!“ اس نے پوچھا!

”سبق!.... اد موز میل.... آج میں آپ کو بتاؤں گا کہ نقطہ کے کہتے ہیں!“

”فضول ہے فیاض!.... تم کیوں اپنا وقت برbaو کر رہے ہو! بلکہ مجھے خدا ہے!“
اس طرح اپنی زندگی ہی برbaو نہ کر پہنچو!“

فیاض نے رسیور رحمان صاحب کی طرف بڑھا دیا! عمران بدستور بکواس کے جا رہا تھا کہیں تمہاری بیوی کو تاک پر ہاتھ رکھ کر نہ رونا پڑے ویسے میں اسے مشورہ دوں گا کہ اگر وہ تمہارے سر پر ہاتھ رکھ کر روئے تو بہتر ہے!.... تاکہ تمہیں کچھ احساس ہو اپنی تیکی کا!“

”کیا بک رہا ہے!“ رحمان صاحب غرائے!

”ار..... ہپ... ڈیٹی...!“

”وہاں تیر اکیا کام!“

”میں نے ایک پچاٹلاش کر لیا ہے ڈیٹی اور وہ بیجم کا باشندہ ہے اب ارادہ ہے کہ اگلے سال والدین کو تلاش کرنے ہالینڈ جاؤں...! دیکی والدین مجھے بالکل پسند نہیں ہیں!“

”یوڈرٹی سوانیں!“ رحمان صاحب نے کہا اور رسیور ایک جھیٹکے کے ساتھ کریٹل میں ڈال دیا۔ ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا! وہ فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ ہلا کر بولے۔

”جاوے!“

فیاض بھی بوکھلا گیا تھا! وہ چپ چاپ انھا اور باہر نکل آیا۔

(۹)

ڈکشنٹ کرے میں ٹہل رہا تھا اور عمران احقدانہ انداز میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا آتشدان کو گھورے جا رہا تھا! دھنٹا کر تل ڈکشنٹ رک کر بولا۔

”تم جانتے ہو...! میں تمہیں یہاں کیوں لا لایا ہوں!“

”نہیں پیلا۔! میں کیا جانوں!—!“

”تاکہ تم کسی سے مل نہ سکو!“

”میں دیے ہی کب کسی سے ملتا ہوں!.... مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ کسی سے مل سکوں!.... ایما کا ہاتھ بہت اچھا ہے۔ وہ بہت جلد ایک اچھی آرٹسٹ بن سکتی ہے! میں دن رات اس کے ساتھ محنت کروں گا۔! آپ مطمئن رہیں!“

”ٹھیک ہے! تم اسے مصوری کی تعلیم دے سکتے ہو! لیکن اس گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکتے!“

بھی ہی اس نے ایک نام کیپن ”بر جزا گوین“ بتایا عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا! اور کتنا پار انہم ہے!.... بر جزا گوین!....

عمران بڑے غور سے اس تصویر کا جائزہ لے رہا تھا اور ایما اب دوسروں کے نام بتا رہی تھی....! جب وہ خاموش ہوئی تو عمران نے کہا! ”واہ.... ان سب آدمیوں میں مجھے صرف یہ پہنچ آیا ہے.... کتنا شاندار آدمی ہے.... اور نام کتنا پار ہے بر جزا گوین!“

”اور پیپا کے متعلق کیا خیال ہے....“

”ان کے متعلق الگ خیال ہے! کیونکہ وہ کمائٹر تھے.... پیپا سے زیادہ شاندار آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا.... ان کی موچیس بالکل سکندر اعظم کی سی ہیں!“

”ہائیں! سکندر اعظم کی موچیس کب تھیں!“

”ارے آپ نے اس کی جوانی کی تصویر دیکھی ہو گی!“ عمران نے بھولے پن سے کہا! ”میں بچپن کی بات کر رہا ہوں!“

”بچپن میں موچیس....“ ایما بے تھاشا ہنسنے لگی! اس وقت عمران کے چہرے پر حماقت کے علاوہ اور کسی قسم کے آثار نہیں تھے۔

”ہنسنے کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے اس وقت بچپن میں ہی موچیس نکلتی رہی ہوں۔“

استنے میں بار برا بھی آگئی!... عمران کو ناک بھوں چڑھاتے دیکھ کر اس نے ایما کو استفہامیہ اشارہ کیا؟

”مشر نام ہٹ رکھتے ہیں کہ سکندر اعظم بچپن میں پاپا کی سی موچیس رکھتا تھا!“

”مگر تم یہ تصویریں کیوں لا لی ہو؟“ بار برا نے کہا۔

”میں انہیں دکھار رہی تھی! یہ شاہی محافظ دستے کی وردی دیکھنا چاہتے تھے!“

”تصویریں رکھ آؤ۔ ورنہ پیالا خفا ہوں گے! تم جانتی ہو کہ وہ انہیں کتنی احتیاط سے رکھتے ہیں۔“ ایما تصویریں سمیٹ کر کمرے سے چلی آگئی۔

”یہ ماد موز تکل اماں بہت صدی معلوم ہوتی ہیں!“ عمران نے بار برا سے کہا۔

”اماں نہیں ایما! آپ نام بہت جلد بھول جاتے ہیں!“

”اوہ! معاف کیجئے گا! یہ حقیقت ہے.... کہ نام مجھے یاد نہیں رہتے! میں آپ کا نام بھی شاید بھول گیا ہوں.... ریز ریز.... سیفی ریز ریز.... بار برا ماسٹر....“

”بار برا....“

”آہا۔ اسی لئے مجھے مثل شہنشاہ بابر بھی یاد آ رہا تھا!“

”باتیے!“ ایما مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی! اور عمران نے نظر کے متعلق ایک بہت خلک قسم کا لیکھر چھیڑ دیا! ایما بور ہو کر پہلو بد لئی رہی! پھر جب عمران نے کہا کہ آج کا سبق ختم ہو گیا تو اس نے ایک طویل سانس لی اور اس طرح بشاش نظر آنے لگی جیسے مرتبے بیچی ہو۔ پھر اس نے عمران کو اسی ”رومی مود“ میں لانے کی کوشش شروع کر دی جس میں اسے پہلی ملاقات پر دیکھا تھا!

”اوہ.... ماد موز تکل....“ عمران کی آنکھیں خواب ناک ہو گئیں! ”جب کوئی مجھے میری بچھلی زندگی یاد دلانے کی کوشش کرتا ہے تو میرا سر چکرا جاتا ہے!.... مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں اندر ہرے میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہوں.... کچھ عجیب طرح کی خوشبو میں میرے ذہن میں اگڑا یاں لینے لگتی ہیں! پھر ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے چاروں طرف چاندنی بکھر گئی ہو!.... آہ....!“

عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا اور اس طرح اپنی پیشانی رگز نے لگا جیسے کچھ یادوں کو اپنے ذہن سے کھڑج پھینکنا چاہتا ہو!

ایما پلکیں جھپکائے بغیر اس کی طرف دیکھتی رہی اور عمران کھلی ہوئی کھڑکی سے خلا میں گھوڑا تھا!

دفعتا اس نے ایما کی طرف مڑ کر پوچھا! ”کیا پیپا پہلے شاہی محافظ دستے کے کمائٹر تھے!“

”ہاں.... مشر نام ہلز....!“ ایما اس طرح بولی جیسے یک بیک ہوش میں آگئی ہو!

”مجھے شاہی محافظوں کی وردیاں بڑی اچھی لگتی ہیں! پہنچنے بھیجیں بلحیم والوں کی وردی کیسی ہوتی ہے۔“

”آپ دیکھیں گے!“ ایما نے پوچھا۔

”اوہ۔۔ ضرور۔ ضرور ماد موز تکل! مجھے بڑی دلچسپی ہے وردیوں سے!“

”میں آپ کو ابھی دکھاتی ہوں! پیپا کے دستے کے کئی گروپ میرے پاس ہیں!“

ایما اٹھ کر چلی آگئی! عمران نے پھر منہ میں جیو گلم ڈال لی! اسے شاید میں منٹ تک ایما کا انتقال کرتا پڑا۔ پھر وہ تینی بڑی تصویریں لائی! یہ شاہی محافظ دستے کے تین گروپ تھے!....

”آپ ان سب آدمیوں سے ذاتی طور پر واقف ہیں ماد موز تکل!“ عمران نے پوچھا۔

”اچھی طرح مشر نام ہلز۔۔!“

”اوہ.... تو مجھے ان سب کے نام بھی بتائیے! ماد موز تکل! مجھے بلحیم والوں کے نام بہت پہارے لگتے ہیں!“

”اچھا....! یہ دیکھئے!“ ایما نے کہا اور ایک ایک کے چہرے پر انگلی رکھ کر نام بتانے لگی! پھر

”وہ سب خیک ہے! لیکن میا آپ سے خاکوں ہو گئے ہیں!

”خفا ہو گئے ہیں!“ عمران نے حرمت سے کہا۔ ”نہیں تو... وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں... میرے بیبا!“

”میں سے کہہ رہے تھے کہ آپ کو باہر نہ جانے دیا کریں!“

”تو اس میں نخلی کی کیا بات ہے!... میں نے بتیرے پیاؤں کو دیکھا ہے جو اپنے بچوں کو اسی طرح آوارگی سے باز رکھتے ہیں!“

”میں نہیں سمجھ سکتی! کیا بات ہے!“ بار بار بڑا ای! ”کیا اس تصویر کی وجہ سے جو آپ کے فائل سے برآمد ہوئی تھی!“

”اوہ اسے تو میں بھول ہی گیا تھا... وہ لڑکی انہیں پچھلی رات وہاں نہیں ملی... مکان خالی پڑا تھا۔ آخر پیا کو اس کی علاش کیوں ہے!“

”پتہ نہیں...!“ بار بار بڑا! ”میں کیا جانوں! کیا میا نے آپ کو نہیں بتایا!“

”نہیں مجھے کچھ منہیں بتایا!“

پھر عمران بھی خاموش ہو گیا اور بار بار بھی کچھ سوچنے لگی!

(۱۰)

عمران، ڈکشنک کے یہاں سے کسی کو فون بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اب فون ڈرائیور روم سے اٹھا کر ڈکشنک کی خواب گاہ میں رکھ دیا گیا تھا اور خواب گاہ ڈکشنک کی عدم موجودگی میں متفہل رہتی تھی۔

عمران بڑے صبر و سکون کے ساتھ ایما کو مصوری کے اہم ترین اصول سمجھاتا رہا۔ اور ایما یور ہوتی رہی!... وہ تو اس کی اوٹ پلینگ باتوں میں دلچسپی لیتی تھی!... لیکن شاید عمران نے تھیہ کر لیا تھا کہ اب ان لوگوں کو بورہ ہی کرتا رہے گا!... اور یہاں اسے دو دن گزر چکے تھے۔ تیرسی شام کو ڈکشنک لنگڑاتا ہوا کوٹھی میں داخل ہوا۔ سفارت خانے کے دوچیڑھ اسی اسے بازوؤں کا سہارا دیئے ہوئے تھے!

اس کے خاندان والے اس کے گرد اکٹھے ہو گئے... ڈکشنک... اس طرح ہو لے کر رہا تھا۔ جیسے پیر میں شدید تکلیف ہو۔ لیکن اس نے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا کہ اس کے پیر پر یک بیک درد اٹھا تھا۔ جس کا اڑاب بھی باقی ہے تھوڑی دیر بعد اس نے سب کو

اپنی خواب گاہ سے چلے جانے کو کہل سب چلے گئے لیکن عمران اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں!

”جاو۔! میں آرام کرنا چاہتا ہوں!“ ڈکشنک نے اس سے کہا۔!

”آپ کے پیر میں گوئی لگی ہے!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”تم کیا جانو۔!“ ڈکشنک بستر سے اٹھتا ہوا بولا۔

”یہ میں آپ کے چہرے سے پڑھ رہا ہوں!... گوئی نے شاید ران کا گوشت چھاڑ دیا ہے... ہدی محفوظ ہے!“

”تو تم باہر گئے تھے...!“ ڈکشنک برا سامنہ بنا کر بولا۔

”نہیں پیا۔ آپ میں سے پوچھ لجھئے! میں ان دونوں بیر و فر برآمدے تک بھی نہیں گیا!“

”پھر تم یہ سب کچھ کیسے کہہ رہے ہو!“

”میں نہیں کہتا۔... آپ کا پھرہ کہہ رہا ہے!... میں اس صدمی کا ہر کو لیس ہوں پیا!...“

طااقت کا دیوتا... دیوتاوں سے کوئی بات پوچھیدہ نہیں رہتی!... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کی زندگی خطرے میں ہے.... چونکہ آپ را گوین کی کہانی سے واقف ہیں۔ اس لئے وہ آپ کو زندہ نہ چھوڑے گا!“

”تمہارا خیال غلط نہیں ہے!“ ڈکشنک آہستہ سے بڑا لیا۔ ”مگر میں تمہیں دیوانہ سمجھوں یا

صحیح الدلایل۔“

”جو دل چاہے سمجھنے لیکن اب مجھے آزاد کر دیجئے! ورنہ پیا۔... آپ کو بے حد پچھتا ناپڑے گا!“

”کیا مطلب....!“

”میں را گوین جیسے لوگوں کا علاج اچھی طرح کر سکتا ہوں!... مجھے آزاد کر دیجئے ورنہ پھر

کیفیوش جو کچھ بھی کہے گا اسے آپ سننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ ویسے میں جب

چاہوں یہاں سے جا سکتا ہوں.... دو کیا دو سو آدمی بھی مجھے نہیں روک سکتے... مگر میں می

اور پیا کا دل نہیں دکھانا چاہتا!“

ڈکشنک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔... عمران پھر بولا۔ ”اس رات ان لوگوں نے میری تو زین کی تھی اور میں اپنی تو زین کا بدلتہ ضرور لیتا ہوں!... میں صرف آٹھ گھنٹے بر باد کرنے کے بعد را گوین کے سر پر سوار ہو جاؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ میں اس سے واقف ہوں!“

”تم اس سے واقف ہو!“ ڈکشنک نے حرمت سے دہر لیا۔!

”میرا خیال ہے، لیکن اب وہ را گوین نہیں کھلاتا۔... اور اب اس کے چہرے پر ایسی گھنی

موچھیں ہیں جیسی آپ رکھتے ہیں!“

”آپ سے کس نے کہا تھا کہ مجھے اس دیر ان عمارت میں لے جائیں... آپ سے کس نے کہا تھا کہ مجھے نگار سیا کی کہانی سنائیں! آپ نے خود ہی یہ سب کچھ کیا اور اب مجھے چھانی دینا چاہئے ہے۔“

ڈکشنر نک پھر خاموش ہو گیا اور کچھ دیر بعد ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ لیٹتا ہوا بولا۔ ”جاو! میں تمہیں روکنا نہیں چاہتا! لیکن نگار سیا کی کہانی تمہاری زبان پر نہ آنے پائے... اگر تم میں کچھ بھی شرافت ہو گی تو تم زبان بند رکھنا اپنا فرض سمجھنا!“

”میں جاؤں گا کہاں! اب میرا کہاں ٹھکانہ ہے.... لہر ہاؤز میں بھی شانداب جگہ نہ مل سکے! میں یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ البتہ یہ خواہش ہے کہ مجھ پر سے پاندیاں ہٹالی جائیں۔“

”ہٹالی جائیں گی!“ لیکن اپنے افعال کے تم خود مدد دار ہو گے! ڈکشنر نک پھر کہا۔

”آپ فکر نہ کیجئے....!“

(۱۱)

عمران آٹھ بجے کو ٹھی سے باہر نکلا! لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اسے معلوم ہو گیا کہ دو آدمی اس کا تعاقب کر رہے ہیں! اسے پہلے ہی سے اس کا خدشہ لاحق رہا تھا! ڈکشنر نک اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ ان حالات میں عمران کی ٹکرائی نہ کرتا۔

ویسے اب عمران کو پروادہ بھی نہیں تھی! کیونکہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو چکا تھا! البتہ اس ٹکرائی کی بناء پر کچھ نئی الجھنیں پیدا ہو جانے کا اندازہ ضرور تھا!.... مثال کے طور پر ڈکشنر نک صرف شہزادی کی بازیابی اور راگوین کی موت کا خواہاں تھا۔ راگوین کی گرفتاری لازمی طور پر بھیجیں کے شاہی خاندان کی بد ناتی کا باعث ہوتی۔ کیونکہ اس کی گرفتاری کے بعد نگار سیا کے عشق کی داستان عام ہو سکتی تھی۔ ڈکشنر نک نے اسی ڈر سے اقی رازداری برتری تھی کہ اپنے سفر نک کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی!

لہذا تمکن تھا کہ راگوین کا پتہ لگتے ہی وہ اس کے قتل کے درپے ہو جاتا۔ اگر عمران صرف اس کی گرفتاری کا خواہاں تھا! وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ملک میں کچھ غیر ملکی لا قانونیت کا مظاہرہ کریں.... لیکن ایسی صورت میں جبکہ ڈکشنر نک کے آدمی اس کی ٹکرائی کر رہے تھے۔ ڈکشنر نک کی خواہش بھی پوری ہو سکتی تھی!.... یعنی وہ عمران کی آڑ میں اس نک پہنچ کر اس کا کام تمام کر سکتا تھا۔

”لوکے.... لڑکے....!“ ڈکشنر نک مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

”کیا میں غلط کہہ رہا ہوں!“

”تہیں تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو!... ابھی حال ہی میں شہزادی کی گمشدگی سے پہلے میں اپنی آنکھوں کی وجہ سے وہ ہزاروں میں پہچانا جاسکتا ہے!“

”تو پھر بُس اب میرے علاوہ اسے اور کوئی نہیں تلاش کر سکتا!“

”مگر تم نے یہ کیے کہا کہ پہلے اس کی مونچیس نہیں تھیں اور اب وہ میری ہی جیسی مونچیس رکھتا ہے!“

”میں نے اس کی ایک پرانی تصویر دیکھی تھی۔ اس وقت کی جب وہ شاہی محافظ دستے میں تھا!“

”کہاں دیکھی تھی!“

”یہیں.... ماد موز نیل ایمانے دکھائی تھی وہ مجھے دکھانا چاہتی تھی کہ آپ محافظ دستے کی وردی میں کتنے شاندار لگتے ہیں۔ انہوں نے سبھوں کے نام بھی بتائے تھے!“

”تم بہت چالاک ہو!“ ڈکشنر نک اسے غصیل نظرؤں سے گھومنے لگا پھر بولا! ”اب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم خود ہی راگوین کے آدمی ہو!“

”میں جانتا تھا کہ آپ کسی نہ کسی موقع پر یہ ضرور کہیں گے!“ عمران سر ہلاکر بولا۔ لیکن یہاں میری موجودگی کا کیا مقصد ہے جبکہ باہر آپ پر گولیاں چلانی جاتی ہیں!.... کیا میں بچھی راتوں میں آپ کا خاتمہ نہیں کر سکتا تھا اور کیا اس وقت بھی....!“ عمران خاموش ہو کر جیب میں چیو گلم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا!

”پھر تم کون ہو... اور کیا چاہتے ہو؟“

”میں ٹوئی نام ہڑ ہوں اور آزادی چاہتا ہوں!“

”لیکن تم نگار سیا اور راگوین کے محاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو!“

”اگر وہ لوگ اس عمارت میں میری توہین نہ کرتے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہ ہوتی۔ شہزادیاں اٹھے نہیں دیتیں.... اور نہ ان کے عاشق گاڑی میں جوتے جاسکتے ہیں!“

”بد تیزی سے گفتگو نہ کرو!“

”اوہ معاف کیجئے گا میں بھول گیا تھا کہ آپ میرے پیاپیا ہیں!“

ڈکشنر نک کچھ سوچنے لگا! پھر تھوڑی دیر بعد بولا! ”تم پر اعتقاد کر لینے کو دل نہیں چاہتا!“

”کس نے کہا ہے کہ مجھ پر آپ اعتماد کریں!“ عمران نے بھی جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

”لیں سر!....“ جولیا کی آواز کا نیپ رہی تھی!
 ”تم اس خط میں بٹلا ہو گئی ہو کہ عمران اور ایکس ٹو ایک ہی شخصیت کے درود پہ ہیں!....
 کسی قسم کا بھی خط ہو یہ تمہارا نجی معاملہ ہے! لیکن کسی خط کی بجائے پر فرائض سے منہ موڑنا
 برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ سمجھیں۔ میں تمہیں ایک ہفتہ قید تھائی کی سزا دینا ہوں!“
 ”جج... جناب...“
 ”کچھ نہیں!.... عمران نے سخت لبجھ میں کہا!“ تم ایک ہفتہ تک گھر سے باہر قدم نہیں
 نکالو گی!“

اور پھر اس نے اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر سلسہ منقطع کر دیا.... اب وہ تنوری کے نمبر
 ڈائل کر رہا تھا! وہ بھی اتفاق سے گھر پر ہی مل گیا۔
 ”تنوری!....“ عمران نے ایکس ٹو کی آواز میں کہا!“ تم جو لیا کے سوا اپنے سارے آدمیوں کو
 لے کر نارلن ہام کے جوئے خانے میں بیٹھنے جاؤ!.... یہ اخہار دیں سڑک پر ہے تم جانتے ہی ہو
 گئے!.... تمہیں وہاں ٹھیک سازی سے دس بجے بیٹھنے جانا چاہئے!.... تم وہاں کسی ہنگامے کا
 انتظار کرو گے!.... جیسے ہی ہنگامہ شروع ہو!.... بھلی اور فون کی لائن کاٹ دینا!.... ہنگامے کو
 طوں دینا بھی تمہارا ہی کام ہو گا!.... جوئے خانے کی کوئی چیز بھی صحیح حالت میں نہ رہنے دینا۔
 جتنی بھی توڑ پھوڑ چاکتے ہو!.... مچاہو!....!

”بہت بہتر جناب!....“ تنوری نے کہا!“ پھر اس کے بعد ہمیں کیا کرنا پڑے گا!....!
 ”کچھ نہیں! تمہیں صرف اتنا ہی کرنا ہے!“
 ”ہمارے ساتھ عمران بھی ہو گایا نہیں!....“ تنوری نے پوچھا۔
 ”نہیں۔ وہ آج کل اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے اور جو کچھ بھی کر رہا ہے میرے ہی حکم سے کر
 رہا ہے!.... تم لوگ اس سے دور رہنے کی کوشش کرو!“

(۱۲)

نارلن ہام کا جواہ خانہ اخہار دیں شاہراہ پر واقع تھا!.... اسے ”برج کلب“ بھی کہتے تھے!....
 کہا یہی جاتا تھا کہ یہاں ہلکے قسم کا جواہ ہوتا ہے! مگر حقیقت یہ نہیں تھی!.... یہاں ہر شب
 لاکھوں کا جواہ ہوتا تھا!....!
 مگر چونکہ یہاں کے مجرم ”اوچے“ لوگ تھے لہذا قانون کبھی یہاں جھاکنے کی ضرورت نہیں

عمران چلتا رہا!---- دو کیا اگر تعاقب کرنے والے دس بھی ہوتے تو وہ ان کی آنکھوں میں
 دھوول جھوک کر اپنی راہ لیتا۔

اس نے یقین دریچ گلیوں میں انہیں کچھ چکر دیئے کہ وہاں کا اندر ہیرا ان کے لئے بھول بھلیاں
 بن گیا!.... پھر عمران کو جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ وہ بوسنگھنے والے ٹھکاری کتے راہ
 بھک چکے ہیں تو اس نے ایک پیک ٹیلفیون بوٹھ سے بلکہ زیر دے کے نمبر ڈائل کئے!

”لیں سر!“ بلکہ زیر دی آواز آئی!

”اخہار دیں سڑک پر نارلن ہام کا جو آخانہ ہے! تم جانتے ہو یا نہیں!“

”اچھی طرح جانتا ہوں جناب!“

”اچھا تو آج تقریباً گیارہ بجے وہاں ہنگامہ ضرور ہوتا چاہئے!“

”نارلن ہام کے جوئے خانے میں ہنگامہ!....“ بلکہ زیر دے نے حرمت سے کہا!

”ہاں کیوں؟“

”وہ جوئے خانے کے لئے لا تنسی رکھتا ہے جناب اور وہاں صرف شرفاں جوام کھیلتے ہیں! اعلیٰ
 طبقے کے لوگ۔“

”ہنگامہ تو مولوی خانوں میں بھی ہو سکتا ہے بلکہ زیر دے.... تم کیسی بات میں کر رہے ہو!“

”اچھی بات ہے جناب! میں کوشش کروں گا!“

”کوشش نہیں! ایسا ہونا ہی چاہئے!“

”یقیناً ہو گا جناب!.... تدبیر کبھی میں آگئی ہے!....“

”ٹھیک ہے!.... اور اپنے سارے آدمیوں کو وہاں لگادو!....“

”یا ٹھہر!.... میں خود ہی!.... انہیں مطلع کر رہا ہوں!“

عمران نے سلسہ منقطع کر کے جو لیانا فڑواڑ کے نمبر ڈائل کئے!

وہ شاید سونے جا رہی تھی!.... دوسری طرف سے اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی!

”کیا تمہیں علم ہے کہ تم سے ایک حماقت سرزد ہوئی ہے!“ عمران نے کہا!.... آواز ایکس ٹو
 کی سی تھی!

”نن!.... نہیں جناب!....!“

”تم نے عمران کے متعلق کچھ فیاض کو کیوں بتایا تھا!“

جو لیانا ماموش ہو رہی!....

”ہیلو!“.... ایکس ٹو دہڑا!....

محسوس کرتا تھا۔!

اس کا مالک نارلن ہام ایک غیر ملکی تھا جس نے یہاں کے حقوق شہریت حاصل کر لیے تھے!.... لیکن عام طور پر لوگ اسے پراسرار سمجھتے تھے! کیونکہ وہ کلب کے بہتسرے ممبروں کے لئے صرف ایک نام تھا۔ انہوں نے اس کی شکل تک نہیں دیکھی تھی! کلب کا مقام ایک دیسی عیسائی تھا اور وہ وہاں ہر وقت مل سکتا تھا۔

جیسے جیسے رات گزرتی یہاں کی روشن بُرحتی جاتی! انوٹوں کی سرسر اہمیں فضا میں چکراتیں...! گلاس لکھتے! لیکن اونچی آواز میں نہ تو کوئی بنتا اور نہ گفتگو کرتا!.... بالکل ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ لوگ کوئی بہت بڑا کام انجام دینے کے لئے وہاں آئے ہوں!.... عام قمار خانوں کی طرح یہاں کبھی ہنگامے نہیں ہوتے تھے!

آج بھی حصہ معقول یہاں بہت رونق تھی! شاید ہی کوئی ایسی میز رہی ہو جس پر کھیلتے والے نہ ہوں!

شراب اور مختلف قسم کے تمباکوؤں کی ملی جملی بوكی بنا پر فضا کچھ بوجھلی ہو گئی تھی!.... دیوار سے لگے ہوئے کلاک نے گیارہ بجائے اور یک بیک ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے کیوں کا ایک تھیلا اندر آگرا۔

”ذهب“ کی آوانز پر لوگ چونک پڑے! کئی آدمی اپنی میزوں سے اٹھے بھی.... اور پھر ایک دیش نے تھیلا کھول دیا۔۔۔ وہ قیامت ہی تھی! تھیلے سے ہزاروں شہد کی کھیاں نکل کر ہال میں پھیل گئیں اور لوگ چیختے کراہتے ہوئے ایک دوسرے پر ڈھیر ہونے لگے!

ایکس ٹوکی پوری ٹیم ہال میں موجود تھی! لیکن ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر محاورة بھی پھول گئے اور حقیقت بھی! وہ سب بڑی بد حواسی کے عالم میں باہر نکلے.... اور جدھر جس کے سینگ سائے بھاگتا چلا گیا! کیونکہ شہد کی کھیاں باہر بھی آگئی تھیں!

عمران باہر ایک طرف کھڑا سر پیٹ رہا تھا! وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیک زیر و اس قسم کا ہنگامہ برپا کرے گا! بھلاکیے میں وہ کام کیوں نکر ہوتا جس کے لئے عمران نے اتنا کھڑاک کیا تھا! ہاں بدستور روشن تھا!.... نہ تو بھلی کی لائئن خراب کی جا سکی اور نہ ٹیلیفون کی!

عمران اس طرح پیٹ دبائے کھڑا تھا جیسے بد بھضی ہو گئی ہو!.... ذرا ہی سی دیر میں کلب میں الوبو لئے لگا!.... عمران کا دل چاہا کہ وہ مر گا بن کر باغ کے دیباش روئے کر دے!....!

اب نہ بیک زیر کا کہیں پتہ تھا اور نہ اس کے دوسرے ماتخنوں کا۔ عمران نے سوچا کہ غلطی خود اس سے ہوئی! اسے چاہئے تھا کہ بیک زیر کو پورے حالات اور اپنی اسکیم سے آگاہ کرو دیتا!

اس صورت میں بیک زیر کم از کم ہنگامے کی نوعیت تو سمجھ بھی لیتا۔ اس بے چارے سے جو کچھ بھی ہو سکا اس میں اس نے کوتاہی نہیں کی۔

عمران کے علاوہ وہاں کچھ راہ گیر بھی چلتے چلتے رک گئے تھے۔ کچھ دیر بعد کلب کا عملہ باہر آگئا۔ ان میں کریہ صورت منتظم بھی تھا۔ دفتر عمران چوک پڑا۔ کیونکہ وہاں اسے اپنی ایک پرانی ساتھی روشنی بھی نظر آئی اور کلب کے عملہ کے ساتھی بھی باہر آئی تھی۔

عمران سوچنے لگا! کیا وہ پھر اپنے پرانے پیشے میں داخل ہو گئی ہے؟ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اس کلب میں کیوں نظر آتی.... عمران کو اس خیال سے بزاد کھو دا۔ وہ اسے دوبارہ اس زندگی میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا جس سے ایک بار وہ خود ہی نکل آئی تھی!—!

اتفاقاً روشنی کی نظر بھی عمران پر پڑ گئی اور عمران نے اس کے چہرے پر حرمت کے آثار دیکھے! پھر وہ بڑی تیزی سے چلتی ہوئی عمران کے قریب آئی۔
”تم!—! اس نے عمران کو گھوڑتے ہوئے کہا!

”م..... م.....“ عمران ہر کلام! ”میں آپ کو نہیں بیچاں سکا!

”اوہ! آدمی سے ساتھ!—!“ روشنی اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتی ہوئی بوی! ”تم مجھے نہیں پہچانتے طوطے!

”طوطے کو اچھی طرح پہچانتا ہوں.... وہی ناجس کی چونچ سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور وہ عموماً نیادوں نیادوں کر تارہتا ہے.... لیکن طوطے سے تمہارا کیا تعلق جبکہ تم پھر اپنی پرانی زندگی میں چلی گئی ہو!

”تم الہو!— میں آج کل یہاں آکاؤ نہیں کلر ک ہوں!“ روشنی بے غصیلے لبھے میں کہا۔
”اوہ!— تب تو مجھ سے بڑی غلطی ہوئی!“ عمران جلدی سے بولا۔

”سیا! تم مجھے معاف کرو گی!“
”کیا! یہ حرکت تمہاری تھی!

”کیسی حرکت!“ عمران نے جیڑت طاہر کی! ”میں تو یہاں کے بھگدڑ دیکھ کر رک گیا تھا!“
”بھگدڑ کیوں ہوئی تھی!“ روشنی نے سوال کیا۔

”ارے میں کیا جانوں!... اور یہ گدھے!“ عمران نے راہ گیروں کی طرف دیکھ کر کہا!
”میں ان سے بھگدڑ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا! گرچہ کچھ بتاتے ہی نہیں!

”میں نہیں مان سکتی کہ ایسے موقع پر یہاں تمہاری موجودگی بے وجہ ہے!“
”بھگدڑ ہی سب سے بڑی وجہ ہے روشنی ذیز!... بھاگتے ہوئے آدمی مجھے بے حد حسین

لگتے ہیں! اوہاں... کیا یہاں اس وقت تمہاری موجودگی ضروری ہے!

”اوہ— تم یہاں ہو!“ منتظم نے روشنی سے کہا!

”جی ہاں... ذرا کافی پینے آگئی تھی!“

”اچھا ہی ہوا کہ تم مل گئیں.... پولیس آگئی ہے! اضاف کے آدمی بیان دے رہے ہیں تم بھی چل جاؤ۔ یہ تمہارے کوئی دوست ہیں!“

”جی ہاں! انقاوم لگے! یہ بھی بھگدڑی کی وجہ سے وہاں رک گئے تھے!“

”اوہ جتنا!— میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا اگر آپ بھی بیان دے دیں آپ کے بیان کی زیادہ وقت ہو گی۔ کیونکہ آپ کا کلب نے کوئی تعلق نہیں ہے!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے!“ عمران نے کہا وہ دونوں کافی ختم کر چکے تھے۔ منتظم نے ایک آدمی ان کے ساتھ کر دیا جانا نہیں اپنے ساتھ لے کر کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہاں میں پہنچ کر ساتھی نے زینوں کا رخ کیا۔ اور روشنی نے پوچھا! ”کیا پولیس اوپر ہے...؟“

”ہاں... میرج صاحب کے کمرے میں!....“

انہوں نے زینے طے کئے.... اور پری منزل کے کمرے کی کھڑکیاں روشن نظر آرہی تھیں! ہر ایس اندر داخل ہو گیا! روشنی اور عمران نے بھی اس کی تقیید کی۔— گر کمرے میں انہیں ایک بھی باور دی آدمی نظر نہ آیا۔ ایسے وہاں پانچ آدمی کرسیوں پر نصف دائرے کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے! ایک غیر ملکی تھا اور چار دیسی! غیر ملکی کی گھنی اور چڑھی ہوئی موچھوں نے عمران کو فوراً ہی اپنی طرف متوجہ کر لیا۔— ساتھ ہی اسے خطرے کا احساس بھی ہوا۔۔۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا! دیسیوں میں سے ایک نے ریو الور نکالتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو!—!“

عمران نے چپ چاپ ہاتھ اوپر اٹھادیے! البتہ روشنی نے کہا! ”آخر کس جرم میں!“

”پلو جلدی کرو.... ورنہ....!“

”اخدادو!.... یہ لوگ غصے میں معلوم ہوتے ہیں!“ عمران بولا!

روشنی نے بھی ہاتھ اٹھادیے۔ غیر ملکی اٹھ کر عمران کے قریب آیا۔— اور اس کی چیزیں ٹوٹ لئے گا!

”کچھ نہیں ہے!“ عمران سر ہلا کر دردناک آواز میں بولا! ”میں ایک غریب مصور ہوں! میری چیزوں میں کبھی اتنے پیسے نہیں رہتے کہ کسی دوسرے کا بھی بھلا ہو سکے!“

غیر ملکی نے اس کی جیب سے ایک ریڑ کی گٹیا برآمد کی اور اسے حیرت سے دیکھا رہا۔ چاروں

”ثین میں اپنا کام ختم کر چکی ہوں! ویسے بھی میں دن کی ڈیوٹی میں ہوں! کچھ تھوڑا چھلا کاہ باقی تھا اس لئے دو دن سے اس وقت بھی آ جاتی ہوں!“

”اچھا تو آؤ میرے ساتھ!— عمران نے کہا، اور ایک طرف چل پڑا۔ روشنی اسے بہت پسند کرتی تھی! لیکن اس کی حرکتوں سے نالاں تھی!... پہلے کبھی وہ دونوں ساتھ ہی رہتے تھے؟ لیکن روشنی اس کی دلگی غیر سمجھیگی سے تنگ آ کر الگ رہنے لگی تھی!...“

عمران اسے اسی شاہراہ کے ایک ریستوران میں لاایا!... کافی کا آرڈر دینے کے بعد اس نے کہا! ”بہت دونوں بعد تم سے ملاقات ہوئی ہے اور مجھے یہ ذکیہ کر خوشی ہو رہی ہے کہ تم کسی حد تک سمجھہ ہو گئے ہو!“ روشنی بولی۔

”یہ کیا قصہ تھا! بھگدڑ کیوں ہوئی تھی!“

”کسی نے ایک تھیلا اندر پھینکا تھا جس میں شہد کی کھیاں بھری ہوئی تھیں۔“

”اوہ— یہ تماراں ہام کے کسی دشمن ہی کی حرکت ہو سکتی ہے! کسی ایسے آدمی کی ہے اس قمار خانے سے نقصان پہنچ رہا ہے!“

”اوہ نہہ....! جہنم میں جائے.... مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے!“

”آج کل میں بہت اوس رہتا ہوں!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”کیوں.... کیوں؟“ روشنی مسکرانی!

”میں اتنی محنت کرتا ہوں کہ... لیکن پھر بھی میری مالی حالت درست نہیں ہوئی۔ تاراں ہام اپنی جگہ سے ہلے بغیر بھی روزانہ ہزاروں کمارہا ہے!“

”واقعی اب تمہارے ذہن میں سمجھیگی کے جرا شیمپائے جانے لگے ہیں!“ روشنی ہنسنے لگی!

”یہ تماراں ہام رہتا کہاں ہے؟“

”کیوں؟“ روشنی اسے گھورنے لگی!

”بس یوں ہی! میں اس سے مل کر قمار خانے چلانے کے داؤں بیچ سکھوں گا!—!“

”اوہ— میں سمجھی! تم کسی چکر میں ہو اور شہد کی کھیاں! مگر طوطے شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اس کے پاس قمار خانے کا لائسنس ہے!“

”اوہ.... اچھا! لیکن بھلا میں اس چکر میں کیوں پڑنے لگا! تم جانتی ہو کہ میں کس قسم کے کام کرتا ہوں! قمار خانے وغیرہ میری لائیں کی چیزیں نہیں ہیں!“

”تب پھر کوئی اور چکر ہو گا!“ روشنی نے کہا!

بانے کیوں علاج اور معالجہ دونوں سے دور بھاگتا ہے....؟“

”جب ہاں---!“ عمران سر ہلا کر بولا! انہوں نے آج بھی ڈاکٹر کو بلوانے سے انکار کر دیا تھا... اور کسی کو بھی اپنے کمرے میں نہیں نہبر نہ دیا۔“

”ہاں وہ بڑا وہی اور بھلی ہے! لیکن اگر تم چاہو تو... اس پر اور اس کے خاندان والوں پر احسان کر سکتے ہو!“

”میں کیا کر سکتا ہوں....!“ عمران نے جیرت سے پوچھا!

”اس کا علاج....!“ غیر ملکی نے سخیگی سے کہا۔ ”اس طرح میں بھی ایک بار اسی مرض میں بٹلا ہو گیا تھا!... جس دوائے مجھے فائدہ ہوا تھا میں نے کئی بار اس پر آزمائی چاہی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ اس کے استعمال کے بعد ایک ہفتے کے اندر ہی اندر صحت باب ہو سکتا ہے۔!“

”جب وہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کی نہیں سنتے تو میری کیا سنیں گے“
”اوہ.... یہ کوئی مشکل کام نہیں....“ اس نے عمران کو بغور دیکھتے ہوئے کہا! ”تم اس کے علم میں لائے بغیر بھی یہ نیک کام انجام دے سکتے ہو! دو اعرق کی شکل میں ہے اور پانی کے ساتھ بھی استعمال ہو سکتی ہے! ویسے اگر شراب کے ساتھ استعمال ہو سکے تو کیا کہنا!... بہت جلد اثر کرے گی!“

روشی جواب تک خاموش رہی تھی بول پڑی! ”یہ تو واقعی بڑا آسان کام ہے!... ان صاحب کو خبر ہی نہ ہو سکے گی کہ شراب میں کیا ملایا گیا ہے!... وہ سکی کی سر بہر بوس میں سرخچ کے ذریعے یہ دو املاکی جا سکتی ہے۔!“

”گُل۔۔۔ تم بہت ذہین ہو!“ غیر ملکی مسکرا کیا۔ ”یہ تدبیر بہتر ثابت ہو گی!“

”بہت اچھا!“..... عمران نے اعتمانہ انداز میں سر ہلا کیا!
کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں! پھر غیر ملکی نے ایک شیشی دے کر عمران اور روٹی کو رخصت کر دیا۔!

باہر آکر روٹی نے ایک ٹیکسی لی اور وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے روٹی بہت زیادہ مفترض تھی! جیسے ہی ٹیکسی حرکت میں آئی وہ عمران کو جھبھوڑ کر بولی۔ ”یہ سب کیا تھا!“

”پتہ نہیں!“ عمران نے دردناک آواز میں کہا۔ ”میں جب بھی موگ کی دال کھایتا ہوں۔ کسی دل کی مصیبت میں بٹلا ہو جاتا ہوں.... تم جانتی ہو تو سیمان کو.... وہ الو میری جان لینے کے درپے ہے.... میں کہتا ہوں شاخم وہ ستا ہے کدو....!“

دلی بھی اٹھ کر اس کے قریب آگئے!

”تمہارا ڈکٹر لیک سے کیا تعلق ہے!“.... غیر ملکی نے انگریزی میں پوچھا!

”میں اس کی لڑکی کو مصوری سکھاتا ہوں!“.... عمران نے جواب دیا! پھر بولا۔ ”آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں!“

لیکن غیر ملکی کوئی جواب دیئے بغیر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ گیا۔... اور ان میں سے ایک بولا! ”بہر حال وہ اطلاع غلط نہیں تھی...؟“

غیر ملکی نے پھر عمران کی طرف مڑ کر پوچھا! ”ڈکٹر لیک کی طبیعت اب کیسی ہے!“

”آج ان کے بیچ میں وہ اٹھا تھا! وہ آدمیوں کے سہارے لگڑاتے ہوئے گھر آئے تھے!“ عمران نے جواب دیا! ”گھریا بھی لیک غیر ملکی کے ہاتھ ہی میں تھی۔!“

”اور تم اسے کب سے جانتی ہو!“.... غیر ملکی نے روٹی سے پوچھا!

”سال ہا سال سے....“ روٹی نے جواب دیا! ”ایک بہت اچھا مصور ہے!....!“

”میرا نام نوئی نام ہنزہ ہے....!“ عمران جلدی سے بول پڑا۔

”ڈکٹر لیک کے یہاں آنے سے پہلے میں نیکن اسٹریٹ کے لیکھر ہاؤز میں رہتا تھا! وہ مزہ بہن کا بورڈنگ ہے.... وہاں ...!“

و�틔 غیر ملکی نے اس دلی کی طرف مڑ کر کہا جس کے ہاتھ میں رویا اور تھا!

”یہ کیا گدھا پن ہے.... رویا اور رکھ لو.... تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی۔ بھلا یہ آدمی یہاں شہد کی کھیاں کیوں پھیلنے لگا۔ یہ تو میرے ایک گھرے دوست کا ملازم ہے۔“

عمران کے چہرے پر پھیلی ہوئی حماقت اور زیادہ گھری ہو گئی!.... دلی نے رویا اور جب میں رکھ لیا۔ پھر غیر ملکی عمران کی گڑیا اپس کرتا ہوا بولا!

”آؤ بیٹھو! تم دونوں کو ان کی غلط فہمی کی بناء پر بڑی تکلیف اٹھانی پڑی!“.... اس نے عمران کا شانہ تھپٹھپایا۔

ایک آدمی دوسرے کمرے سے مزید دو کرسیاں لایا اور وہ بیٹھ گئے.... غیر ملکی عمران سے اس کے متعلق معلومات حاصل کر تارہا.... عمران نے ایک ایسے ہی آدمی کا روول پھر ادا کرنا شروع کر دیا تھا جو اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہو! کچھ دیر بعد چاروں دلی کی اٹھ کر چلے گئے اشاید غیر ملکی نے انہیں اس کے لئے اشارہ کیا تھا!

”میں اپنے دوست ڈکٹر لیک کے لئے بہت مغموم ہوں!... مگر وہ ایک وہی آدمی ہے...“

جید کے درد کا عارضہ نیا نہیں ہے۔ اسے لاحق ہوئے تقریباً اس سال ہو چکے ہیں! لیکن وہ

"تم مجھے بتاؤ۔۔۔"

"صبر! صبر!" عمران ہاتھ انداز کر بولا۔۔۔! "کیا راگوین ایسا نی آدمی ہے جس سے نگاریا کے متعلق کچھ اگلوایا جائے! آپ تو بہت دنوں تک اس کے ساتھ رہے ہیں۔ اس کی فطرت آپ پو شیدہ نہ ہوگی!"

"تم خیک کہتے ہو۔ دنیا کا بڑے سے بڑا تندہ بھی اس کی زبان نہیں کھلوا سکے گا۔۔۔ مگر تم۔۔۔ تم مجھے راگوین سے بھی زیادہ بھجن میں ذائقے ہوئے ہو!"

"میری فکر نہ کیجئے! میں۔۔۔ میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی کسی قسم کا دورہ ہی ہو۔۔۔ آج کل مجھ پر راگوین اور نگاریا کا بھوت سوار ہے!"

"ڈکشنک اسے عجیب نظر وہن سے دیکھنے لگا! پھر کچھ دیر بولا!" تو یہ کسی قسم کا زبرہ ہے!
"سو فصدی! یا یا می ڈیزرا" آہستہ آہستہ اثر کرنے والا زبرہ۔۔۔ اور میرا خیال ہے شاید لاش کے پوٹ مارٹم کی روپرٹ میں اس کا ذکر بھی نہ ملے بہترے ایسے زہر ہیں جن کے اثرات انہی جسم میں ڈھونڈ کالاناہتائی مشکل کام ہوتا ہے!"

"خیک ہے! راگوین کے پاس میرے لئے زہر یا گولی کے علاوہ اور کیا ہو گا۔۔۔
ڈکشنک بہت زیادہ متکفر نظر آنے لگا تھا!۔۔۔ دیسے ہی ران کے زخم نے اسے بڑی حد تک نہ ہمال کر رکھا تھا! لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے اس کے متعلق اپنے خاندان والوں کو لاعلم ہی رکھا! وہ خود ہی زخم کی ڈرینگ بھی کر لیتا تھا۔

تمن دن تک عمران اسی بیلی کے بچے پر اس سیال کا تجوہ کرتا رہا جو اسے ڈکشنک کے لئے نہ لارن ہام سے ملا تھا چوتھے دن بیلی کا کچھ بچھ مر گیا اور عمران نے اسے ایک لیبارٹری کے پرداز ریاض نے روپرٹ دی کہ بیلی کے بچے کی موت دل کا فعل ناقص ہو جانے کی بنا پر ہوئی تھی!
روپرٹ میں زہر کا ذکر تک نہیں تھا!

اس دوران میں عمران بلیک زیرو کو نارلن ہام کے پیچھے لگائے رہا! روشنی سے بھی مختلف اوقات میں مختلف روپرٹیں ملتی رہیں!۔۔۔ بہر حال دنوں کی روپرٹوں کا ماحصل یہ تھا کہ نارلن ہام کی کوئی ایک مخصوص قیام گاہ نہیں ہے اسٹھر میں اس کے تقریباً نصف درجن ٹھکانے تھے۔۔۔
ممکن ہے اس سے زیادہ بھی رہے ہوں! ابھی تک کی روپرٹوں سے نصف درجن کا علم ہو چکا تھا!۔۔۔ روشنی بھی بہت تند ہی سے کام کر رہی تھی اور اسے عمران کی ہدایت سے مطابق نارلن ہام کی قیام گاہوں میں ایک لڑکی کی ملاش تھی!۔۔۔

اور اسی دوران میں ڈکشنک کی علاالت کا بھی چرچا ہوتا رہا! ان دنوں شہر کی عجیب حالت

"اگر تم مجھ سے اڑنے کی کوشش کرو گے تو....!"

"ارے.... اے ٹھہرہ!۔۔۔ کوئی دھمکی نہ دے بیٹھنا۔ آج کل عورتوں کے سدارے میر ستاروں پر چڑھ بیٹھے ہیں!۔۔۔ یہ ایک بہت بڑا چکر ہے روشنی ڈیزیر!۔۔۔ اور یہ تمہارا اثار لے،۔۔۔ ایک بہت بڑا جرم ہے!"

"کیا وہ نارلن ہام ہی تھا!۔۔۔ روشنی نے حرمت سے کہا! "میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے!"

"بس اب فی الحال اس سے زیادہ نہیں بتاؤ گا! یہ ایک بہت اہم کیس ہے!"

"یہ ڈکشنک کون ہے جس کے متعلق گفتگو ہوئی تھی!۔۔۔"

"ابھی یہ بھی نہ پوچھو! تم سے میں نے کبھی کوئی بات پو شیدہ نہیں رکھی! حتیٰ کہ تم یہ بھی جائز ہو کہ میں سیکرٹ سروس کا چیف آفسر ہوں۔ یہ بات تمہارے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم!"

"کیا آج کل تم بچھ کسی مصور کارول او اکر رہے ہو؟"

"بھی کچھ کرنا پڑتا ہے روشنی ڈیزیر!۔۔۔"

روشنی نے پھر کچھ نہیں پوچھا! اس وقت ایک بچھ رہا تھا! اس نے روشنی سے کہا! "اب تم میں"

نارلن ہام پر نظر رکھنا! میں اس کی قیام گاہ کا پتہ معلوم کرنا چاہتا ہوں!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ آج کلب میں کیسے آگیا!۔۔۔ میں چھ ماہ سے بیہاں کام کر رہا ہوں! لیکن اس سے پہلے کبھی اس کی شکل نہیں دیکھی!"

"ہاں.... وہ کافی پر اسرار ہے!"

ڈکشنک کی کوئی کے قریب عمران اتر گیا اور روشنی جلد ہی ملے کا وعدہ کر کے آگے چل گا

(۱۳)

دوسری صبح ڈکشنک اور عمران ایک بیلی کے بچے کو بغور دیکھ رہے تھے! ڈکشنک

چھرے پر حرمت کے آثار تھے! کبھی وہ عمران کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی بیلی کے بچے کو۔۔۔

"پچھلی رات اسے دودھ میں صرف تین قطرے دیئے گئے تھے!" عمران نے کہا! "اور اسے دیکھئے کہ یہ کتنا لاغر ہو گیا ہے! پچھلی رات کتنا تدرست اور ترو تازہ تھا!۔۔۔ کتنا ہی اچھا ہا۔۔۔

آج شام سے آپ اپنی بیماری کی پلٹنی شروع کراؤں!"

"اس کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ تم راگوین کا پتہ لگا چلے ہو!" ڈکشنک نے کہا

"نگاریا!۔۔۔ نگاریا کا سراغ ملے بغیر راگوین پر ہاتھ ڈالنا فضول ہے!۔۔۔"

بڑھاپے میں بھی دماغ اسی طرح کام تک رہا ہے جیسے جوانی میں کرتا ہے!“ کرنل ڈکشنک کا رویا اور دالا ہاتھ کانپ گیا! لیکن رویا اور کارخ عمران کی طرف تھا!....
”تم نہیں مانتے....!“ عمران مسکرا کر بولا! ”اچھا تو فائز کرو مجھ پر!“
”تم سمجھتے ہو شاکد میں شور کے خیال سے فائز کروں گا!“ ڈکشنک نے زہریلے لہجے میں کہا! ”یہ رویا ربے آواز ہے۔“
”یہ تو بڑی اچھی بات ہے! رویا اور کی آواز سے مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے.... چلو شروع ہو جاؤ!“ عمران نے ہنس کر کہا اور ڈکشنک کا پارہ چڑھ گیا!—!

چٹ.... پیلا فائز ہوا.... اور چینی کا ایک بڑا سا گل دان شہید ہو گیا۔ ”ہاتھ بہک گیا پیا!—“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”بھر کو شش کرو!“
اس بارہ ڈکشنک نے جلا کر پے در پے فائز جھوک دیئے! لیکن عمران برابر ”سگ آرٹ“ کا مظاہرہ کرتا رہا!.... کوئی گوئی اس کے لباس کو بھی نہ چھو سکی!.... ڈکشنک منہ کھولے ہوئے کسی چیز پر کی طرح ہانپہ کی رہا تھا!

”دو گولیاں— اور باقی ہیں.... پیلا.... ڈیر!.... ان کی حسرت بھی نکل جانے دو!“ عمران نے احتفانہ انداز میں کہا لیکن رویا اور ڈکشنک کی گرفت سے نکل کر فرش پر جاگا!.... اور وہ خود کسی پھر کے بت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھا۔ اب تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی سائیں بھی رک گئیں ہوں! عمران نے جھک کر رویا اور اٹھیا اور اسے اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا! ”دنیا کا ہر آدمی ان کھلونوں سے مر عوب نہیں ہو سکتا! اسے نہیں یاد رکھنا پایا!—! اب تم بتاؤ— اگر میں راگوین ہی کا آدمی ہوں تو مجھے تمہارے ساتھ کیا بر تاؤ کرنا چاہئے!— اگر میں گلا گھونٹ کر تمہیں مار دا لوں تو.... تمہارے گھروالے بھی جانتے ہیں کہ تم بے حد بیمار ہو! میں تمہیں ختم کر کے روانچی ختناشروع کر دوں۔ اکیا انہیں یقین نہ آجائے گا کہ تمہارا ہارٹ فیل ہوا ہے!“

کرنل ڈکشنک تھوک نکل کر رہ گیا!.... عمران رویا اور اس کی گود میں ڈال کر بولا! ”میں جلد ہاںوں... کسی ایسے آدمی کے قریب رہنا میرے لئے ممکن نہیں ہے جو مجھ پر اعتماد نہ کرتا ہو!“
”وہ دروازے کی طرف بڑھا! ڈکشنک کی آنکھوں سے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اسے روکنا چاہتا ہو!— لیکن ہونٹ نہ مل سکے! عمران خواب گاہ سے نکل آیا!—!

اسے توقع تھی کہ یہ کام آج ہی نیٹ جائے گا! کیونکہ بلیک زیری اور روٹی کی روپورٹیں منفق طور پر بھی کہہ رہی تھیں بوجہ دونوں ہی ایک ایسی عمارت کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے تھے جونہ صرف تارلن ہاں کی قیام کا ہوں میں سے تھی بلکہ وہاں ایک لڑکی کی موجودگی بھی ثابت ہوتی تھی!—

تھی! کسی سرکاری مہمان کا اس طرح غائب ہو جانا معمولی بات نہیں تھی۔ گوئی مکملہ سراغرسانی کو نگاریا کی تلاش سے روک دیا گیا تھا۔ مگر پولیس جس عمارت پر بھی شہباز کرتی کسی رور عایسیت کے بغیر اس کی تلاشی لے ڈالتی! مکملہ سراغرسانی کے لئے انتہائی احکام عمران ہی نے جاری کرائے تھے! اگر جو لیا سے ایک حماقت سرزدہ ہوتی تو اس کی ضرورت ہی پیش نہ آتی!.... عمران اپنی لامنوں پر کام کرتا رہتا اور مکملہ سراغرسانی اپنی لامنوں پر!— دنوں میں ٹکراؤ کا تو امکان یعنی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ مکملہ سراغرسانی کو ڈکشنک والے معاملے کا علم نہیں تھا۔ لہذا ایسی صورت میں عمران کا راستہ صاف ہی تھا۔

گل جو لیا نافریزادہ نے فیاض کو عمران کے متعلق اطلاع دے کر یہ نئی الجھنیں پیدا کر دی تھیں۔ ڈکشنک نے کوئی تھی کے پیر و فی را امدے میں بھی آناترک کر دیا تھا!.... اور وہ حقیقتاً ایک بہت زیادہ بیمار آدمی کا رول ادا کر رہا تھا!.... خود اس کے خاندان والے بھی بھی سمجھتے تھے کہ ”بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہے!“ سے شام تک ڈاکٹروں کا تار بندھا رہتا تھا لیکن مرض کسی کی بھی کنجی میں نہ آتا!

ڈکشنک کی بیوی اور اس کی دنوں لڑکیاں بے حد پریشان تھیں! عمران انہیں بہلانے کی کوشش کرتا رہا.... لیکن بے سودا!

ایک شام ڈکشنک نے کہا! ”آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا!“
”بہت جلد ختم ہو جائے گا!....!
و دفعہ ڈکشنک اٹھ کر بیٹھ گیا! عمران نے حیرت سے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے رویا اور کارخ اسی کی طرف تھا!— یہ دنوں اس وقت خواب گاہ میں تھے اور در دروازہ بند تھا!

”میں تمہیں اچھی طرح پیچاں گیا ہوں!“ ڈکشنک دانت پیس کر بولا!....
”فضول باتیں نہ کرو!“ عمران بر اسمہ بنا کر بولا! ”رویا اور کھل لو!.... اگر تم نے اس قسم کی حرکت کی تو بنا بنا لیا ٹھیل بگز جائے گا!“

”تم راگوین کے آدمی ہو!“ ڈکشنک کسی سانپ کی طرح پھٹکا را۔ ”مجھے اس قسم کے شعبدوں میں الجھا کر راگوین کے لئے موقع فراہم کرنا چاہتے ہو، کہ وہ نگاریا کو لے کر یہاں سے نکل جائے۔“

”تب پھر راگوین بڑا گدھا تھا کہ اس نے تمہیں گولی سے ہلاک کرانے کی کوشش نہیں کی.... اگر میں راگوین کا آدمی ہوں تب مجھے چاہئے تھا کہ سچی تھماری شراب کی بوتوں میں زہر انجکٹ کر دیتا!.... تم خاموشی سے لیٹ جاؤ کرنل! ار... پیا!.... ضروری نہیں ہے کہ

پائیتھے کہ اس کی حیثیت کیا ہے! ان کا بیان تھا کہ لباس تو وہ ملازموں جیسا چہتی ہیں لیکن رکھ کر ماہ سے کوئی غریب لڑکی نہیں معلوم ہوتی!

اس کے باوجود بھی عمران نے سوچا کہ دلکھ لینے میں کیا حرج ہے اگر لڑکی وہ نہ ہوئی جس کی اسٹالش ہے تو پھر وہ کوئی دوسرا طریقہ کار اختیار کرے گا!

تقریباً نہیں منٹ بعد ٹیکسی صدر لین میں داخل ہوئی اور پھر اکیانوں کو ٹھی کے سامنے رکھنے! عمران اتر کر پھانک سے گزرا اور ایک روشن طے کرتا ہوا بیر ونی برآمدے میں پہنچ گیا۔ یہاں کال بل کا بنن ایک نمایاں جگہ پر نصب تھا اس لئے عمران کو اندر والوں سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔

کچھ دیر بعد وہ عمارت کے ایک شاندار کمرے میں بیٹھا تارلن ہام کا انتظار کر رہا تھا لیکن اسے یہ دیکھ کر جرحت ہوئی کہ اس وقت عمارت میں ایک نہیں کمی لڑکیاں موجود تھیں!..... مگر وہ ان میں سے ایک کا بھی تفصیلی جائزہ نہیں لے سکا کیونکہ وہ لاکیاں تو چھلاوہ تھیں۔ ادھر آئیں اوہر گئیں!

تحوڑی دیر بعد تارلن ہام کمرے میں داخل ہوا..... عمران نے اٹھنا چاہا! لیکن تارلن ہام نے دوسرے ہی لمحے میں جیب سے روپور نکالتے ہوئے کہا۔ ”اپنی جگہ سے جبکش بھی نہ کرنا! کیا تم مجھے یہ بتانے آئے ہو کہ ڈکشٹنک کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے....!“
”ہاں.... شایدی.... میں تمہیں یہی خوش خبری دینے آیا ہوں۔“

”بہت چالاک معلوم ہوتے ہو!“ وہ عمران کو نیچے سے اوپر تک دیکھنا ہوا ہونٹ سکوڑ کر بولا! لیکن کیا تم یہاں سے واپس جاؤ گے....“

”نہیں.... میں تو یہاں مستقل قیام کے ارادے سے آیا ہوں!“

”تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کی جائے گی۔“ تارلن ہام نے کہا اور ٹھیک اسی وقت دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور تارلن ہام نے ان سے کہا! ”اس کا لگا گھونٹ دو!“

عمران بڑے سکون سے بیٹھا رہا..... اس کی طرف بڑھنے والے دونوں آدمی رک گئے! شاید اس کے اطمینان ہی نے انہیں پچھاہٹ میں بٹلا کر دیا تھا۔

”چلو رک کیوں گئے!....“ تارلن ہام دہڑا۔

وہ لوگ پھر عمران کی طرف بڑھے لیکن عمران اسی طرح بیٹھا رہا۔....

لیکن اب اس میں اتنی تبدیلی ضرور آگئی تھی کہ اس کے ہاتھ میں رہو کی ایک گڑیا نظر آ رہی تھی اجھے ہی ان لوگوں کی نظر گڑیا پر پڑی وہ پھر رک گئے.... عمران نے بالکل کس نئھے سے بچے

عمران کو ٹھی سے باہر نکلا..... اور پیدل ہی ایک طرف چل پڑا۔۔۔ پھر ایک دافروٹی ٹیکسی دوکان سے بیک زیر و کوچھ ہدایات دیں اور تارلن ہام کے قمار خانے کے نمبر ڈائل کر کے روشنی کو فون پر بولویا!

”ہیلو روٹی!“ میں عمران ہوں.... ”کیا تارلن ہام وہاں موجود ہے!“

”نہیں۔۔۔ وہ یہاں کبھی نہیں آتا۔۔۔!“ جواب ملا!

”مجبور ہے....!“

”ہاں! وہ موجود ہے۔۔۔!“

”اچھا! میں وہیں آ رہا ہوں!“ عمران نے کہا اور سلسلہ متقطع کر دیا!

اس نے تارلن ہام کے قمار خانے تک کے لئے ایک ٹیکسی لی اور کچھل نشت پر بینہ کر او گھنٹے لگا!

بظاہر ایسے موقع پر او گھنٹہ مصکحہ خیز ہی تھا! مگر کیا وہ حقیقتاً او گھر رہا تھا؟ اس کے متعلق وثائق سے کچھ کہنا مشکل تھا۔ ٹیکسی قمار خانے کے سامنے رک گئی۔

عمران نے ہاں میں پہنچ کر مجبور کے متعلق دریافت کیا اور سیدھا اسی کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ مجبور پر پاک انداز میں اس کا استقبال کرتا ہوا بولا! ”فرمائیے جناب! کیا خدمت کی جائے؟“

”مشتر تارلن ہام سے ملتا ہے۔“

”وہ تشریف نہیں رکھتے؟“

”جہاں کہیں بھی ہوں انہیں فون پر اطلاع دیجئے کہ ٹوئنی نام ہل فور امنا چاہتا ہے!“

”اچھا ٹھہریے! میں دیکھتا ہو!“ مجبور نے کہا اور فون کا رسیور انھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا!.... اس نے کسی سے لفٹگو کر کے اطلاع دی کہ ٹوئنی نام ہل نام کا ایک آدمی ”باس“ سے ملتا چاہتا ہے۔ پھر وہ کچھ دیر تک رسیور کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ پھر بولا۔ ”ہیلو.... جی ہاں! امنا چاہتا ہے!“۔۔۔ وہ کچھ دیر تک رسیور کان سے لگائے بیٹھا رہا! پھر بولا! ”ہیلو..... جی ہاں ٹوئنی نام ہل!“

”ڈکشٹنک کا مصور!“ عمران نے مزید وضاحت کی اور مجبور نے ماڈ تھیں میں میں بھی دہرالا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے رسیور رکھ کر عمران سے کہا! ”مشتر تارلن ہام اس وقت صدر لین کی کوئی نمبر اکیوں میں ہیں! آپ وہیں ان سے مل سکتے ہیں!“

”اچھا شگری!....“ عمران نے کچھ اس انداز میں کہہ کر مصافحہ کیا جیسے بہت جلدی میں ہو۔ باہر آ کر اس نے پھر ٹیکسی کی اور صدر لین کی طرف روانہ ہو گیا۔ صدر لین کی اکیانوں کو ٹھیک کے متعلق اسے معلوم ہوا تھا کہ وہاں ایک لڑکی بھی ہے۔ لیکن بیک زیر و کوچھ روشنی یہ نہیں

کی طرح گزیاں کی طرف بڑھاوی!

"اوہ--! یہ پاگل ہے!" نارلن ہام غریا! "اس کو مار ڈالو!"

وہ دونوں عمران پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں رہبر کی گزیا ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ پھٹ کنی! عمران ان سے دور کھڑا اس طرح منہ بیمار ہاتھا جیسے کچھ شریر بچوں نے اس کا کوئی کھلونا توڑ ڈالا ہوا!

نارلن ہام ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو فرش پر پڑے ہوئے بری طرح اپنی آنکھیں مل رہے تھے اور جن کی زبانیں گالیاں اُگل رہی تھیں!

پھر وہ یک بیک سمجھلا اور عمران پر ایک فائر جھوک دیا! ایسے موقع پر عمران غافل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے ایک طرف چھلانگ لکائی۔ گولی سامنے والے دروازے سے باہر نکل گئی۔ پھر دوسرے ہی لمحہ میں کمرہ کی آوازوں سے گونج نہ لگا۔ متعدد آدمی کمرے میں نگہن آئے تھے ان میں عمران تھا تھا!

"پکڑ لو!!" نارلن ہام دبڑا! پھر دوسری بار چینجا! "باہر کے سارے دروازے بند کر دو!" کچھ لوگ عمران کی طرف جھپٹے اور کچھ باہر نکل گئے! نارلن ہام وہیں کھڑا رہا۔ عمران خاموشی سے انہیں گھور رہا تھا! اس وقت تو بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی درندے کو چند جنگلی کتوں نے گھیر لیا ہوا!

ایک خطرناک قسم کی جنگ شروع ہو گئی! عمران نے ایک آدمی پر چھلانگ لکائی جس نے اس پر دوار کرنے کے لئے چاقو نکال لیا تھا.... دیکھتے ہی دیکھتے چاقو عمران کے ہاتھ میں دھنسنے لگا۔ اور بیک وقت دو چینیں بلند ہوئیں! دو آدمی ہانپتے ہوئے دیوار سے جا لگے!

"چاقو چینیک دو۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔!" نارلن ہام چینجا!

"مادردا!" عمران نے جواب دیا! "میں پاگل ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ گولی مارنا کسے کہتے ہیں!" نارلن ہام نے پھر ایک فائر کیا۔ لیکن خود اسی کا ایک آدمی کراہتا ہوا ڈھیر ہو گیا!

انتہے میں دوسرے کروں سے بھی توڑ پھوڑ اور بھاگ دوز کی آوازیں آنے لگیں! عمران نے ایک آدمی کو نارلن ہام پر دھکا دیا.... نارلن ہام شامد اس کے لئے تیار نہیں تھا! وہ اس آدمی سمیت دیوار سے جا گا! للہا ایسی صورت میں پھر ریوال اس کے ہاتھ میں کھاں رہ سکتا تھا! مگر وہ عمران کے ہاتھ بھی نہ آسکا!

"کچھ لوگ نگہ آئے ہیں" ایک آدمی کمرے میں داخل ہو کر چینجا!

"تم سب گدھے ہو!" نارلن ہام کسی زخمی گدھے کی طرح رنگنے لگا۔ "مارو! ان

نگھوں کو حتم کر دو! اور نہ میں تمہیں فنا کر دوں گا!"

عمران پر چاروں طرف سے ان کی یورش بڑھ گئی! اب اس کے ہاتھ میں چاقو بھی نہیں رہ گیا تھا! افعنا ایکس نو کے ماتحت اس کرے میں در آئے! ان میں بلیک زیر و نہیں تھا! شامد عمران نے اسے ہدایت کر دی تھی کہ وہ خود نہ آئے بلکہ اس کے ماتخوں کو وہاں بھیج دے! صدر سعید، چوبان، تنویر، صدیقی، خاور سب کے سب بھوکے بھیزیوں کی طرح آگرے! سارجنٹ نعمانی ان دونوں بیمار تھا! -- ورنہ وہ بھی ان میں ہوتا!

نارلن ہام کے ساتھیوں کی تعداد بارہ تھی! افعنا نارلن ہام نے ایک دروازے میں چھلانگ لگائی! عمران اسے کب چھوڑنے والا تھا! وہ بھی اس کے پیچے بھیٹا۔ لیکن نارلن ہام کی رفتار بہت تیز تھی! وہ ایک راہداری سے دوسری راہداری میں عمران کو پکڑ دے رہا تھا! پھر وہ یک بیک ایک کمرے میں نگہن پڑا! اور دوسرے سرے پر بھیک کر دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا! "ٹھہر!" وہ ہاتھ اٹھا کر ہانپتا ہوا بولا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"نگاریا کو خاموشی سے میرے حوالے کر دو!" عمران نے کہا!

"یہ ناممکن ہے.... ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!"

"تب پھر میں پہنچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے اس کا پیر زمین میں دھنسنے لگا ہو! اس نے سنجل کر کرے کے وسط میں پہنچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے اس کا پیر زمین میں دھنسنے لگا ہو! اس نے سنجل کر پیچھے ہٹانا چاہا! لیکن تو ازن برقرار نہ رکھ سکا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے نارلن ہام کی تاریکی تھی! مگر اچاک بڑی تیزی سے وہ خود ہی جسم نور بن گیا! اور پورے جسم میں ایک ایسی چکا چوندھ ہوئی کہ اس کی زندگی ہی پلکیں جھپکانے لگی!

پتہ نہیں وہ کتنی بلندی سے گرا تھا! تھوڑی دیر تو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا جسم ہزاروں نکڑوں میں تقسیم ہو گیا ہو۔ پھر وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا اور اسی جدوجہد کے دوران میں اسے یقین ہو گیا کہ اس کے کسی عضو کی ہڈیوں نے داغ مفارقت نہیں دیا۔

چاروں طرف اندر ہاتھ اچاک کسی گوشے سے اسی آواز آئی جیسے کسی نے دیا مسلمانی جلانے کی کوشش کی ہو پھر اندر ہرے میں ایک نخاں سا شعلہ نظر آیا! عمران ایک طرف سست گیا! دوسرے ہی لمحہ میں اس نے ایک چھوٹا سا لیپ روشن ہوتے دیکھا! عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا! اس نے لیپ کی دھنڈی روشنی میں نظر آئے والے چہرے کو صاف پیچان لیا تھا! وہ نگاریا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی! مگر اس کے چہرے پر اتنی تفاہت ظاہر ہو رہی تھی جیسے وہ برسوں کی بیمار ہو! عمران اٹھ کر لگڑا تھا ہوا اس کے قریب پہنچا! اس کا پیر بر ایم سے زمین

پر نہیں پڑ رہا تھا! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مجھے انہیں اتر گیا ہو!

نگار سیا بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی!

"تم کون ہو!" اس نے انگریزی میں پوچھا اس کی آواز بھرائی تھی!

"میں ایک سرکاری سراغر ساں ہوں!"

"اوہ--" یک بیک نگار سیا کا چہرہ کھل گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے خوشی کے انہمار کے

لئے اسے الفاظاً مل رہے ہوں!

"کیوں محترمہ!" عمران نے طنزیہ لجھ میں کہا! "اگر محبت انہی ہونے سے پہلے ہی عیک استعمال کرنا شروع کر دے تو کیا حرج ہے!"

"تم جو کوئی بھی ہو! خدا کے لئے مجھے یہاں سے نکلو.... میں زندگی بھرا ایک غلام کی طرح تمہاری منون رہوں گی--!"

"نہیں!" عمران نے حیرت سے کہا! "معلوم ہوتا ہے آج کل کیوپڑ نے خالص گھنی کا بیوپار شروع کر دیا ہے!"

"میرا مصلحہ نہ اڑا!" وہ یک بھر گئی! "مجھے دھوکہ دیا گیا تھا! میں نہیں سمجھتی تھی کہ راؤں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا! اب میں اس سے اتنی نفرت کرتی ہوں جتنی شاید کسی خارش زدہ کرنے سے بھی نہ کر سکوں!"

"آہا--!" عمران نے بھر حیرت کا انہمار کیا۔ "یہ آپ کیا فرمائی ہیں محترمہ--!"

"تم اگر اس معاملے کے متعلق کچھ بھی جانتے ہو تو تمہیں اس کا علم ہو گا کہ راؤں کو جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ لہذا اب اس کی محبت انتقامی جذبے میں تبدیل ہو گئی ہے! وہ اب صرف شاہی خاندان کو بدنام کرنا چاہتا ہے!"

"مگر آپ یہاں تک کیے پہنچنے محترمہ!...."

"اس نے مجھ سے استدعا کی تھی کہ میں صرف ایک بار اس سے مل لوں! وہ مجھ سے صرف چند منٹ گفتگو کرے گا آخری گفتگو.... اس کے بعد وہ شاہی و قادر پر خود کو قربان کر دے گا! میں گور نمٹ ہاؤز میں تھی! اس نے لکھا تھا کہ اگر میں بارہ بجے رات کو پائیں باعث میں آسکوں تو اس کی آخری خواہش پوری ہو جائیگی! میں اس کا طرز تحریر پہچانتی تھی۔ لہذا اس سے ملنے کے لئے بیتاب ہو گئی! میں نے اپنی ملازمت کے کپڑے چڑائے اور انہیں پہن کر پہرہ داروں کو دھوکہ دینی ہوئی راؤں کے تجویز کردہ مقام پر جا پہنچی!.... پھر مجھے ہوش نہیں کہ میں یہاں تک کیسے آئی! یہ بھی یاد نہیں کہ وہاں راؤں سے ملاقات بھی ہوئی تھی یا نہیں! شاید وہ مجھے کسی طرح

بے ہوش کر کے وہاں سے نکال لایا تھا--! یہر حال اب وہ کہتا ہے کہ اسے مجھ سے ذرہ بر ابر بھی محبت نہیں رہی! وہ تو دراصل اپنی جلاوطنی کا انتقام لینا چاہتا ہے.... اور وہ انتقام یہی ہو سکتا ہے کہ شاہی خاندان ساری دنیا میں بدنام ہو جائے!...." وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ دفعٹا ایک زور دار کھڑک ہاٹھ سنائی دی اور ساتھ ہی قہقہے کی آواز بھی آئی! یہ نارلن ہام ہی کا قہقہہ ہو سکتا تھا! عمران نے اس کی آواز پہچان لی.... ویسے وہ دوسرے لمحے میں سامنے آگیا! اس کے قہقہے اب بھی اس تھہ خانے میں گونج رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں ریوال رہا! اس نے چھوٹتے ہی عمران پر قاٹر کر دیا اور عمران خود کو بچا کر گرتے نگار سیا کی جیخ سنی!

"اور زور سے پھیزو! شہزادی صاحب!.... ڈکشنل کا یہ آدمی تو رخصت ہو گیا۔ میں اسی کی لاش پر تمہاری شادی ایک کتے کے پلے سے کروں گا اور پھر وہ ساری دنیا میں شاہی و اماد کھلائے گا!۔" عمران نے نگار سیا کو پھوٹ پھوٹ کر روتے سنا! وہ نارلن ہام سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی! "اگر تم کسی لوہار کی بیٹی ہوتی ہو تو میں اپنے وطن میں ہی رہ کر تمہیں شہزادی بنادیتا! لیکن ایک شہزادی کے لئے اس صدی میں یہ بھی مشکل ہے کہ اسے کوئی کتے کا بلدہ ہی قول کر لے!" دفعٹا عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے اپنی پوری قوت سے دبوچ لیا! نگار سیا پھر چینی۔ لیکن اس چینی میں خوف کی بجائے حیرت اور خوشی تھی!

narلن ہام کافی طاقت ور تھا! وہ عمران کی گرفت سے نکل جانے میں کامیاب تو ہو گیا! لیکن ساتھ ہی تاک پر اسے ایک گھونسہ بھی ریسیو کرنا پڑا.... اور یہ گھونسہ کچھ اس قسم کا تھا کہ وہ بلبا اٹھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک یہ جدو جدد جاری رہی پھر یک بیک عمران اس پر چھا گیا۔ "لو.... لو!.... یہ رسی لو!" نگار سیا کیکپائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی! "بھی اسی رسی سے میرا جسم جکڑا گیا تھا!.... مگر نہیں اسے مار ڈالو.... خدا کے لئے اسے مار ڈالو.... دلیر آدمی میں زندگی بھر تمہیں یاد رکھوں گی! خدا کے لئے اسے مار ڈالو!" مگر رسی استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی.... نارلن ہام بے ہوش ہو چکا تھا اس کے تاک اور منہ سے خون جاری تھا!

(۱۲)

"ہاں تو بیک زیر وہ!" عمران فون پر بیک زیر وہ سے کہہ رہا تھا! "اس طرح میں اس پر قابو پا سکا! تھہ خانے کے اوپر میرے دلیر ماتکھوں نے ایک خوفناک جنگ کے بعد اس کے ان ساتھوں کو جکڑ لیا جو زندہ بچے تھے۔ وہ انہیں داش م منزل میں لے گئے وہاں سے پانچ لاکیاں بھی

برآمد ہوئیں جو اس کی داشتہ تھیں۔

”کیا نارلن ہام زندہ ہے! مگر آپ نے یک بیک اس کا پتہ کیسے لگایا تھا۔!

”اگر ڈکشنریک راہنمائی نہ کرتا تو لاکھ برس بھی مجھے اس کا سارے نہ ملے! اس کی لڑکی نے مجھے اس کی تصویر دکھائی اور مجھے یاد آگیا کہ اس نے خود کو جرم می خانہ ایک آفسر تھا اور اس کا اصل نام بر جزاگوں تھا۔ اس نے نارلن ہام کے نام سے یہاں کے شہری حقوق حاصل کرنے تھے اور پھر اس دوران میں ایک پیشہ ور مکاباز کی حیثیت سے اس کی کافی شہرت ہوئی۔ اس کے بعد ہمی سے وہ حیرت انگیز طور پر مالدار اور بار بسوخ ہو گیا! ... ہاں اونہ زندہ ہے اور انتہائی رازداری کے ساتھ بیکھیم کی حکومت کے حوالے کر دیا جائے گا۔“

”لیکن شہزادی کی گم شدگی اسے بدناہی سے کیسے بچائے گی جتاب؟“

”آہا... بیک زیر و ادھ کسی نتو بدو یا خیراتی کی لڑکی تو ہے نہیں کہ اس کے عیوب کی پرداز پوشی نہ ہو سکے! اس کل صبح کے اخبارات میں بنگاریا کے حیرت انگیز اینڈ چر کے حالات پڑھ لیتا۔“

”میں نہیں سمجھا جتاب۔“

”اڑے اس کا ایک نہایت شاندار بیان شائع ہو گا... وہ لکھے گی کہ وہ آزاد ہو کر ہمارے ملک کی سیر کرنا چاہتی تھی۔ لہذا ایک رات چپ چاپ گور نمنٹ ہاؤس سے نکل گئی اور سیر کر آئی! اگر یہ کسی غریب والدین کی لڑکی کے انگوکھا کیس ہوتا تو ہمارے اخبارات اس کا شجرہ نصب تک شائع کر ڈالتے اور غریب والدین کو شرم کے مارے خود کشی ہی کرنی پڑتی! لیکن اگر میں شہزادی کی گم شدگی کی بھی داستان حق پھاڑ کر بھی شہر والوں کو سانتا پھروں تو کسی کو یقین نہ آئے گا۔ کیونکہ شاہی خاندان والوں کی خود کشی زمین و آسمان کے کٹکے اڑا سکتی ہے! قیامت بھی لا سکتی ہے۔ خیر ختم کرو... میرا مودا اس وقت بہت خراب ہے!...“

”ڈکشنریک کا کیا بنا۔!“ بیک زیر و نے پوچھا!

”میں نے آج تک کسی ڈکشنریک کا نام بھی نہیں سنائیا سمجھے!“

”بھج گیا جتاب!“ بیک زیر و نہنے لگا اور عمران نے سلسلہ مقطوع کر دیا!

(۱۵)

دوسرا صبح روشنی عمران کو بری طرح گھرے ہوئی تھی اور عمران سر سے پیر تک پر لے

سرے کا گاؤ دی اور احمد نظر آرہا تھا۔!

”بناو کیا قصہ تھا۔ ورنہ میں بہت بری طرح پیش آؤں گی۔ میری ملازمت بھی خاک میں مل گئی! نارلن ہام بہت اچھے پیے دیتا تھا! -- گر اب کلب میں خاک اڑ رہی ہے! پولیس نے اسے متقل کر دیا ہے!“

”قصہ یہ تھا روشنی ڈیز!“ عمران مٹھنڈی سانس لے کر بولا! ”یہ قصہ تھا کہ نارلن ہام کی بھتیجی میری غالہ تھی۔ لیکن نارلن ہام اس رشتے کو پسند نہیں کرتا تھا! لہذا اس نے اپنی بھتیجی یعنی میری لگنے والی خالہ کو غائب کر دیا! مجھے اسی کی تلاش تھی۔ لیکن آخر کار تلاش کا ”ت“ غائب ہو گیا اور صدر لین والی عمارت میں اس کی لاش ملی! ... یہ ہے داستان!“

”لیکا وہ اس کی کوئی داشتہ تھی!“ روشنی نے پوچھا!

”نہیں تو.... ناشتہ نہیں کر رہی تھی.... مر گئی تھی!“

”ناشتہ نہیں داشتہ! روشنی جھلانگی!

”داشتہ!“ عمران مخصوصاً انداز میں بولا! ”داشتہ کے کہتے ہیں!“

”رکھی ہوئی عورت!“

”ہاں وہ ایک میز پر رکھی ہوئی تھی!“ عمران سر ہلا کر بولا!

”خدا تمہیں غارت کرے!“ روشنی دانت پیس کر بولی!

”اگر میں تمہیں باور پیچی خانے کی چمنی پر رکھ دوں تو کیا تم بھی داشتہ کہلاؤ گی!“

روشنی نے جلاہٹ میں پیچر دیت کھٹکنی مارا.... عمران نیچے جھک گیا اور پیچر دیت اس پر سے گزرتا ہوا کیپٹن فیاض کی پیشانی پر لگا جو نیک اسی وقت کرے میں داخل ہوا تھا! وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا! ”ہائیں سو پر فیاض!“ عمران چینا! ”کیا تم بھی داشتہ ہو گئے کہ اس طرح فرش پر رکھے ہوئے ہو!“ ”اوہ-- معاف فرمائیے گا جتاب!“ روشنی بری طرح بوکھلانگی!

”کوئی بات نہیں!“ فیاض اپنی پیشانی رگڑتا ہوا نہیں رہا تھا!

”اڑے! اڑے.... تم نہیں رہے ہو! تب پھر تم داشتہ نہیں ہو سکتے! کیونکہ وہ لڑکی

داشتہ ہو جانے کے بعد مجھے ”بھاجنا“ نہیں کہہ سکی تھی!“

فیاض ہنستا ہی رہا! -- غالباً وہ اپنی غلکست تسلیم کر کے آئندہ کے لئے راہ کھونے آیا تھا!

تمام شد

عمران سیریز نمبر 20

پیش رسن

عمران صاحب اپنی زندگی کی بیسویں منزل میں قدم رکھ رہے ہیں! اور اس بار حماقت کا جال لے کر آئے ہیں! شروع سے اب تک آپ کو صرف ایک ہی احمد سے سابقہ پڑتا رہا ہے لیکن اس بار آپ احمدوں کی انجمن سے روشناس ہوں گے۔ جس کے صدر صاحب خرثین تھے! یعنی ہر وقت گدھے پر سوار رہا کرتے تھے! سر رہا شریف آدمیوں کے کان کھینچے جاتے تھے۔ لیکن ان کے کافوں پر جوں نہیں ریگتی تھی! بس شاپوں پر کھڑے ہوئے سنجیدہ صورت بوڑھوں کے سروں پر چپتیں پڑتیں۔ لیکن وہ مژ کردیکھنا بھی گوارانہ کرتے!

ایک خطرناک ہنگامہ آپ کی نظروں سے گزرے گا.... اور آپ یہی محسوس کریں گے کہ یہ احمدوں کے تاجدار عمران کا آخری وقت ہے.... مگر اس طرح مر جانے والے "عمران" نہیں کھلاتے۔

ایک دیو قامت آدمی اس پر بڑی بڑی چٹانیں پھینکتا ہے! واضح رہے کہ اس کہانی کی ایک کردار مسز نعمانی کا سار جنت نعمانی سے کوئی تعلق نہیں!

جی ہاں! اب میں اچھا ہوں اور ان تمام دوستوں کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے خیریت دریافت کرنے کے لئے بے شمار خطوط لکھے۔

ابن صفحہ

۱۹۵۰ء جون ۱۹۴۵ء

حماقت کا جال

(مکمل ناول)

اساپ پر رکے بغیر آگے بڑھ جاتی۔ اگر کوئی دو چار آدمیوں کو اتارنے کے لئے رکتی بھی تو کندہ کیڑے نیچے سے آگے بڑھنے والے کو ہاتھ اٹھا کر روک دیتا۔
روشی انتظار کرتی رہی.... اس کے چاروں طرف آدمی ہی آدمی تھے جن کے چہروں پر آتہا۔ اور بیزاری چیخ چیخ کر بسوں کے انتظام کو کوس رہی تھی۔
دھنٹاواہ اپنے پیچھے کی کی بڑہ بڑا۔ اس کی کرمڑی اور بڑی بڑائی والا جھینپی ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر یک یک سنجیدہ ہو گیا۔

روشی کو محسوس ہوا ہیسے وہ اپنے چہرے کو بار عب اور پر وقار بنانے کی کوشش کر رہا ہو۔ یہ ایک عمر آدمی تھا۔ جس کے جسم پر اعلیٰ درجہ کا الیونگ سوت تھا اور گلے میں اسی سے بیچ کرتی ہوئی تائی۔ وہ معمولی حیثیت کا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس کی انگلیوں میں بیش قیمت گینوں والی انگشتیاں بھی تھیں.... روشنی نے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا اور اس کی طرف سے توجہ ہٹانے والی تھی کہ وہ پھر کچھ بڑہ بڑا یا اور روشنی سے نظر ملنے والی پھر پہلے ہی کے سے انداز میں ہنس دیا۔ روشنی جھنجھلا گئی۔ وہ ایسے آدمیوں کو سبق دینا بھی جانتی تھی جو دوسروں سے متعارف ہونے کے لئے بے شکی حرکتیں کرتے ہیں اور پھر دوسروں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے بعد کسی نہ کی طرح جان پیچاں پیدا ہی کر لیتے ہیں۔ روشنی ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس کے برابر پہنچ گئی۔
”ہاں... اب فرمائیے... کیا مقصد ہے...!“ اس نے بوڑھے کی طرف دیکھے بغیر آہستہ سے کہا۔

”معاف فرمائیے گا....“ بوڑھا پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ ”مجھے انتہائی شرمندگی ہے۔ مجھے شرم آرہی تھی۔!“

”شرم آئی ہی چاہئے.... کیا آپ کبھی آئینے میں اپنی شکل دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں!“
”محترم مجھے معاف فرمائیے.... آپ غلط سمجھی ہیں۔ کوئی صاحب بار بار میرے سر پر چپت مار رہے ہیں۔ میں پیچھے مژ کر دیکھنا نہیں چاہتا۔ پتہ نہیں لوگ کیا سمجھیں گے۔!“
دھنٹا قریب کے کچھ لوگ ہنسنے لگے۔ روشنی سمجھی شاید ان کی گفتگو سن لی گئی ہو۔ اس لئے اس پر بھی بدحواسی طاری ہو گئی۔ اس نے انگلیوں سے اوہرا دھر دیکھا اور پھر چیخ چیخ بوڑھے کے بیان کا مقصود تھا، ہو گئی۔ پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک کا ہاتھ بوڑھے کے سر کی طرف بڑھ



چار بجے روشنی آفس سے نکلی اور بس اساپ تک پہنچنے کے لئے اسے کچھ دور تک پیدل چڑا۔ بس اساپ کی بھیڑ کوئی نی چیز نہیں تھی۔ روز ہی گھر پہنچنے کے لئے اسے تقریباً آدھے ہنھ تک وہاں کھڑے رہنا پڑتا تھا۔
آج کل وہ محلہ خارجہ میں نامہست تھی۔ عمران ہی نے اسے یہ جگہ دلوائی تھی اور اس کا قیام بھی عمران ہی کے قلیٹ میں تھا۔ لیکن عمران شاذ و نادر ہی اس قلیٹ میں نظر آتا۔

کچھ دنوں سے اس نے اپنی نہم پلیٹ بھی وہاں سے ہٹوادی تھی۔ اس کی وجہ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ ویسے روشنی کا خیال تھا کہ عمران اس سے دور بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وجہ کچھ بھی رہی ہو لیکن روشنی کو وہیں قیام رکھنا پڑتا تھا۔ شہر میں آج کل کرائے کے مکان مشکل ہی سے ملتے تھے اور کسی ہوٹل میں قیام ناممکن تھا کیونکہ اسے جو تختواہ ملتی تھی وہ اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ہوٹل کے اخراجات برداشت کئے جاسکتے۔ یہ اور بات ہے کہ اگر وہ اپنی آمدی بڑھانا چاہتا تو آسانی سے ایسا کر سکتی تھی۔ مگر اب وہ اپنی سطح سے گرتا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے پیچھے طرز زندگی سے ڈپسی باقی نہیں رہی تھی ورنہ کوئی جھوٹا موٹا آفسر ہی اسے اپنی کار میں گھر پہنچا دیا کرتا اور اسے بس اساپوں پر دھکے نہ کھانے پڑتے۔ لیکن اب وہ اتنی ذرا سی بات کے لئے اپنے نسوانی و قار کو بھیں نہیں لگانا چاہتی تھی۔
وہ بس اساپ پر آکر رک گئی۔ حسب دستور بھیڑ بہت زیادہ تھی۔ بسیں بھری ہوئی آتیں اور

نے اس کا ہاتھ پڑے ہی ہوئے سڑک پار کی اور ایک ریستوران میں گھٹی چلی گئی۔

”دیکھئے....!“ اس نے ایک میز کے قریب بیٹھ کر کہا۔ ”آپ کے اس طرح چلے آنے پر میں نے ایک بھی قہقہہ نہیں سنالے!“

”ہاں خلاف توقع....!“ بوڑھے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ ”مگر ممکن ہے.... وہ آپ کی وجہ سے ہنسنے کی ہمت نہ کر سکے ہوں۔!“

”ہمارے ملک کے لوگ اب بھی سفید فاموں سے ڈرتے ہیں۔!“
”مجھے اپنی انجمن کے متعلق کچھ بتائیے۔!“

”میں بھی ابھی حال ہی میں مجرم ہنا ہوں۔ ویسے گھر پر انجمن کا کافی لڑپچھہ موجود ہے۔ اگر آپ دیکھا چاہیں تو اپنا پتہ لکھواد تھے۔ میں بذریعہ ڈاک رو ان کردوں گا۔!“

”پھر بھی کچھ نہ کچھ تو زبانی ہی بتائیے۔!
”ہم الحق ہیں۔!“

”چلے مان لیا۔... احمد نہ ہوتے تو انجمن کا قیام کیسے عمل میں آتا۔!“ روشنی شرات آمیر مکراہت کے ساتھ بولی۔

”ٹھہریے....!“ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ بھی انجمن کا کوئی پرانا مجرم ہی ہو سکتا ہے۔!
”کون....؟“

”وہی جو میرے سر پر چیزیں مار رہا تھا۔!
”کیوں....؟“ روشنی نے متیر ان لمحے میں پوچھا۔

”ممکن ہے.... وہ میرا امتحان لے رہا ہو۔ اکثر پرانے مجرم نے مجرم کو غصہ دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔!
”یوں عجیب بات ہے کہ وہ اس طرح نئے مجرموں کو سر بازار ذلیل کرتے ہیں۔!
”دیکھئے.... آپ کا کسی پرانے مجرم سے سابقہ نہیں پڑا۔... یہ عزت اور ذلت دونوں سے بے نیا اور لا پرواہ ہوتے ہیں۔ یہ دونوں ان کی نظروں میں کوئی دقت نہیں رکھتیں۔!
”کیوں....؟“

رہا تھا۔ چپت پڑی اور لوگ پھر ہنسنے لگے۔ چپت کھانے والا بوڑھا نہے نہے سے منہ ہاہ رہا۔ لیکن وہاب بھی چپت مارنے والے کی طرف نہیں مڑا۔

”خدا غارت کرے۔!“ اس نے آہت سے کہا۔ ”پتہ نہیں یہ کون بد تمزیز ہے۔!
روشنی نے مڑ کر چپت مارنے والے کو دیکھا۔ یہ بھی ایک معمر آدمی تحدیذی حیثیت اور ذلیل معلوم ہوتا تھا۔ روشنی کو اس کی اس حرکت پر بڑی حیرت ہوئی اور ساتھ ہی وہ چپت کھانے والے کو بھی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو اس وقت خون کی ندیاں بہہ گئی ہوتیں۔ مگر یہ بوڑھا۔... شاید وہ سوچ رہا تھا کہ مڑ کر دیکھنے میں اس کی اور زیادہ بے عزتی ہو گی۔ کتنا بھولا اور شریف آدمی ہے۔ روشنی نے سوچا اور اسے چپت مارنے والے پر غصہ آگیا۔

”میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔!“ روشنی نے آہت سے کہا۔
”مگر....!“ وہ نہ کر بولا۔ ”مجھے غصہ نہیں آسکتا۔ حقوق کو کبھی غصہ نہیں آتا۔!
”کیا مطلب۔....!“ روشنی نے حیرت سے کہا۔

”انجمن کا مجرم بننے سے پہلے ہمیں عہد کرنا پڑتا ہے کہ کبھی غصہ نہ آنے دیں گے۔!
”کسی انجمن۔....!“

”امقوں کی انجمن۔....!“ بوڑھے نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔
روشنی ہنسنے لگی۔... وہ کبھی شاید وہ کریک ہے اور چپت مارنے والا اس کا کوئی شناسائی ہو سکتا ہے ”خدا کی پڑا۔...!“ اس نے پھر نہ اسامنہ بٹایا۔ روشنی نے اس کے سر پر چڑنے والے ہاتھ کا جھلک دیکھی تھی۔ لوگ پھر ہنسنے لگے۔ روشنی کو اس پر غصہ آگیا مگر وہ کریکی کیا سکتی تھی۔ جب چپت کھانے والا ہی صبر کر رہا تھا تو اسے کیا پڑی تھی کہ خونہ خود ادھ خل دے کر اپنی بھی بھی اڑوانی۔
مگر اس نے اتنا ضرور کہا۔ ”کیا آپ یہاں سے ہٹ کر کہیں اور نہیں کھڑے ہو سکتے۔!
”نہیں۔.... ہنسنے والے اور زیادہ نہیں گے۔!“ اس نے بے بھی سے کہا۔

روشنی کو اس پر رحم آگیا۔
”آیے....!“ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کو زبردستی یہاں چڑاؤں گی۔!
وہ روشنی کے ساتھ چلنے لگا۔ لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ نبڑی طرح جھینپ رہا ہو۔ وہ

کے لئے یہ اجمن بڑی پر کش ثابت ہو گی۔
”میں ضرور چلوں گی.....؟“ روشنی نے کہا۔ ”مجھے اب تک علم نہیں تھا کہ اس شہر میں کوئی
اتی دلچسپ انجمن بھی ہے۔!“

”روز بروز ہمارے مجرم بڑھتے ہی جد ہے ہیں۔ شہر کے بہترے عقل مند بھی احمد بن گنے ہیں۔!“
”بہت خوب....!“

اتھے میں کافی آگئی۔ روشنی نے اس کے لئے کافی انڈیلی لیکن اس نے پیالی میں شکر نہیں
ڈالنے دی تھی۔ جب وہ پیالی میں دو دو ڈال چکی تو بوز ہنے دو چچے نمک کے اس میں ڈالے اور
اسے حل کرنے لگا۔ روشنی حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھی شاید اس سے غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ
نمک کے ذرات بھی شکر ہی کی طرح شفاف تھے اور ان دونوں کی پیالیوں کی بناوٹ میں کوئی فرق
نہیں تھا۔ نمک کی پیالی پہلے ہی میز پر موجود تھی اور شکر کی پیالی کافی کے ساتھ آئی تھی۔ بے
خیال میں دھوکا ہو سکتا تھا۔

لیکن روشنی نے اسے ٹوکا نہیں۔ وہ دراصل اس بچوں میں سے لطف اندوں ہونا چاہتی تھی
جب وہ کافی کا گھونٹ لے کر نہ اسامنہ بنالیا لیکن اسے حلق سے اتار گیا۔ یہ اور بات ہے کہ اسے
توڑی دیر تک سینے پر ماش کرنی پڑی ہو۔

”آپ نے شاید غلطی سے نمک مالیا ہے۔!“ روشنی ہنس کر بولی۔
”نبیں دیدہ دانتہ ملایا ہے۔ محض اس ملاقات کو یاد گار بانے کے لئے!“
”میں نہیں سمجھی۔!“

”آپ میری حسن ہیں۔۔۔ اسلئے میں آپ کو بھلانا نہیں چاہتا۔ اگر آپ اس وقت مجھے اپنے ساتھ
نہ لاتیں تو پتہ نہیں کتنی دیر تک میری درگست ملتی رہتی اور میں ہتھ اسی وقت جب مجھے بس ملتی۔!“

”لیکن یاد رکھنے اور نمک کی کافی پینے میں کیا تعلق ہے۔!“
”لیں یہ نمک کی کافی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی اور میں آپ کو بھلانہ سکوں گا۔!“ اس نے بڑی
صوصیت سے کہا اور روشنی بے ساختہ ہنس پڑی۔

”کافی کے گھونٹ لے لے کر منہ بنتا اور سینے کی ماش کرتا رہا۔ روشنی ہنس رہی لیکن اس۔

”بس انجمن کا یہی تو مقصد ہے۔!“

”بڑی عجیب انجمن ہے۔!“ روشنی کی دلچسپی بڑھنے لگی۔

”ہم لوگوں کا خیال ہے کہ عقل مند ہی انسانیت کے لئے وہاں بن گئی ہے۔!
کی طرف متوجہ ہو گئی۔ بوز ہما کہہ رہا تھا۔ ”ایتم اور ہائیڈر وجہ جم احکاموں کی ایجاد نہیں ہیں۔!“

”اوہ....!“ روشنی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔۔ اور اب اسے محوس ہوا کہ وہ کسی
کریک آدمی سے گفتگو نہیں کر رہی ہے۔

”وہ جلدی جلدی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔“ یہ فلاسفوں کی انجمن ہے۔!

”ہرگز نہیں۔۔۔ فلاسفی ہی تو آدمیوں کو عظیم نہیں ہیں۔!“ بوز ہنے سے سجدہ گئی سے کہا۔ ”انہیں
کے اغراض و مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ فلاسفے کی کتابیں خرید کر نذر آتش کی جائیں۔!
”واہ یہ بھی عجیب ہے۔ کیا ایسا کرنے سے فلسفہ فنا ہو جائے گا۔!
”ہم احمد ہی ٹھہرے۔۔۔ ان باتوں پر غور کرنے لگیں تو عقل مندہ کھلا میں۔!
”حالانکہ آپ نے ایک بات بھی بے وقوفی کی نہیں کی۔!“ روشنی مسکرائی۔
”بہت زیادہ عقل مندوں کو اکثر حماقوں میں بھی گھر ایسا نظر آ جاتی ہیں۔!
”آپ مجھے قطعی احمد نہیں معلوم ہوتے۔!
”جو کچھ نظر آتا ہے اس کا اکثر حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔!
”آپ فلاسفی ہیں۔۔۔ مجھے یقین ہے۔!
”ماش آپ فلاسفی کہنے کی بجائے مجھے گندی گندی گالیاں دیتیں۔!
”اوہ تو۔۔۔ فلاسفی کہنا۔۔۔ گالی سے بھی بدتر ہے۔!
”یقیناً۔۔۔ ہم احکاموں کے لئے گالی سے بھی بدتر ہے۔!
”کیا اس انجمن کا کوئی مرکز بھی ہے۔!
”جی ہاں۔۔۔ کیا آپ میرے ساتھ وہاں چلانا پسند کریں گی۔ ہم ہر شام وہاں اکٹھے ہوئے ہیں
اور ہم سے طرح طرح کی حماقتوں سرزد ہوتی ہیں۔!
روشنی کو اپنا احمد عمران یاد آ گیا۔ وہ سوچنے لگی کہ اگر اس میں ذرہ برابر بھی سچائی ہوئی تو عمران

”دو نوں کو ملا کر کہئے۔“
 ”جھاپک جہنم....!“
 ”ہاں....بھی ہے آج کا پاسورڈ آپ جا سکتے ہیں۔ میرے گدھے کو کوئی اعتراض نہیں۔!“
 ”اوہ.... معاف کیجئے گا۔“ بوڑھا مغموم آواز میں بولا۔ ”میں آپ کے گدھے کو سلام کرنا بھول گیا تھا۔!“

پھر اس نے جھک کر بڑے ادب سے گدھے کو سلام کیا اور گدھے سوار سے مصافیہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

روشی بھی آگے بڑھی۔ اس نے اس میں ایک بار بھی ان دونوں کے چہروں پر غیر سنجیدگی کے آثار نہیں پائے تھے۔

راہداری سے بگزر کر وہ ہال میں پہنچ۔ یہاں روشنی کو متعدد مرد اور عورتیں نظر آئیں۔ ان سے بھی کوئی حماقت ہی سرزد ہو رہی تھی۔ روشنی بھتی رہی اور وہ لوگ اسے اس طرح گھور رہے تھے جیسے خود اسی سے کوئی حماقت سرزد ہو رہی ہو۔

ہال بہت بڑا تھا اور یہاں کچھ اس ڈھنگ سے میزیں اور کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ جیسے وہ کوئی کلب ہو شفاف دردیوں والے کچھ دیٹھیں پر مشروبات کی کشتیاں اٹھائے ہوئے ادھر ادھر آجائے تھے۔

روشنی کے ساتھی نے ایک میز کی طرف اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئے۔

”دیکھئے!“ اس نے کہا۔ ”آپ انہیں دیکھ کر عقل مندوں کی طرح نہ رہی ہیں۔ اس سے احتراز کیجئے۔ ورنہ احمقوں کی دل ٹکنی ہو گی۔!“

روشنی نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ ان کے قریب ہی والی میز کے گرد تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک دیٹھ بل لے آیا۔ ایک آدمی نے ٹھیٹری میں رکھا ہوا پرچہ اٹھا کر دیکھا اور جیب سے پر سکال کر اس میں سے نوٹوں کی گذی نکالی۔

”اوہ...!“ اس نے پریشان لہجے میں کہا۔ ”میرے پاس تو پانچ کا ایک بھی نوٹ نہیں ہے۔ پھر!“ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔ لیکن ان کے چہروں پر بھی تشویش کے آثار نظر آتے رہے۔

آدمی کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

”آج ہمارے یہاں ایک بہت بڑے احمد کی تقریر بھی ہو گی۔!“ بوڑھے نے کافی ختم کر کے روپاں سے ہونٹ خٹک کرتے ہوئے کہا۔
 ”آپ میرا ششیاق بڑھا رہے ہیں۔!“ روشنی نے کہا۔
 ”میں صرف حقیقت عرض کر رہا ہوں۔!“

کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے رہے پھر اٹھ گئے۔ میں اسٹاپ پر اب بھیڑ نہیں تھی۔ جلد ہی انہیں بس مل گئی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد بوڑھا آٹھویں سڑک پر اترا۔۔۔ اور روشنی نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

سڑک سے وہ ایک گلی میں ٹرکر کچھ دور پلتے رہنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے رک گئے۔ جس پر ”دار الحکم“ کا بورڈ آؤزاں تھا۔ ایک دربان نے ان کا استقبال کیا اور وہ عمارت میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک طویل اور کشادہ راہداری تھی۔

وفیٹا ایک گوئیں جیلی آواز سنائی دی۔ ”ہالٹ! ہو کمس دیز۔۔۔ (ٹھہر و اوھر کون آتا ہے)۔!“ ”فرینڈز...!“ بوڑھے نے جیچ کر جواب دیا اور روشنی کو بے ساختہ بھی آگئی۔ سامنے ہی ایک سنجیدہ صورت آدمی فوجی وردی میں گدھے پر سوار نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں لکڑی کی ایک بندوق تھی۔

”پاس ورڈ پلیز...!“ اس نے ان دونوں سے اس وقت کہا جب وہ اس کے قریب پہنچ گئے۔ ”جھاپک...!“ بوڑھے نے کہا اور آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن وہ آدمی گدھے سے کوکر راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔ ”آپ اندر نہیں جاسکتے!“

”جا تور رہے ہیں۔!“ بوڑھے نے لاپرواٹی سے کہا۔
 ”جادہ ہے ہیں۔!“ گدھے سوار نے حیرت سے دہرا لیا۔

”ہاں....!“ ”اچھا تو جائیے.... مگر آج کا پاسورڈ جھاپک نہیں ہے۔!“ ”تو پھر جہنم ہو گا۔!“

”مقصد آہستہ سمجھ میں آتا ہے۔ ویسے ہمارا تو بھی خیال ہے کہ ہم کوئی خاص مقصد نہیں رکھتے۔ مقاصد کے چکر میں بھی صرف علمند ہی پڑتے ہیں!“

دفعہ اس عورت نے جھلا کر اپنے دونوں جو تے ایک طرف اچھا دیے۔ ان میں سے ایک تو کسی کی پلیٹ میں گرا اور دوسرا ایک شریف آدمی کے سر پر۔

مگر خلاف توقع ہاں کی فضائی سکون ہی رہی۔ تجھے سکون ہی کی تو علامت ہوتے ہیں۔ وہ لوگ بے تحاشا بہش رہے تھے۔ ان میں وہ دونوں بھی شامل تھے جن کی جو توں نے کسی نہ کسی طرح تواضع کی تھی۔

روشی کا ساتھی بھی ہنس رہا تھا۔ مگر روشنی خاموش تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ لوگ ہیں کیسے؟ اگر بھی واقعہ کسی دوسری جگہ ظہور پذیر ہوا ہوتا تو وہاں خون کی ندیاں بہنگی ہوتیں۔

”آپ کو بھی نہیں آئی۔“ اس کے ساتھی نے حرمت سے کہا۔

”میں صرف تحریر ہوں۔۔۔!“

”آپ عقل مند ہیں تا۔۔۔ عقل مندوں کو بھی کی باتوں پر غصہ آتا ہے اور غصہ دلانے والی باتوں پر وہ قبیلے لگاتے ہیں۔ ہم میں اور آپ میں بلا فرق ہے!“

”میرا خیال ہے کہ اگر میں یہاں کچھ دیر اور ٹھہری تو پاگل ہو جاؤں گی!“

”پہلے پہل میں نے بھی بھی محسوس کیا تھا۔ مگر اب یہاں قدم رکھتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جنت میں آگیا ہوں!“

”احقوقوں کی جنت۔۔۔!“ روشنی مسکرا ای۔

”حقیقتیہ ہماری جنت ہے!“ ساتھی نے جواب دیا۔

انپاک روشنی نے ان سھوون کو کھڑے ہوتے دیکھا۔ اس کا ساتھی بھی کھڑا ہو گیا۔ مجبور اور روشنی کو بھی انھنا پڑا اور پھر اسے یہ دیکھ کر بڑی حرمت ہوئی کہ وہ لوگ اس گھر سے سوار کے لئے احتراماً اٹھتے جو اسے دروازے پر ملا تھا۔

”ترشیف۔۔۔ رکھئے۔۔۔ تشریف رکھئے۔ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کہتا رہا۔ اس کا گدھا میزوں کے درمیان سے گزرتا ہوا کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا۔“

وہ سب بینھے گئے۔۔۔ روشنی گدھے سولہ کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ وہ کاؤنٹر کے

پھر دفشا ایک آدمی نے دس کا ایک نوٹ گذی سے نکال کر اسے نکلے سے پھاڑ دیا اور ایک نکڑا طشتہ ری میں رکھتا ہوا بولا۔ ”دس کے نصف پانچ ہوئے۔۔۔ اور یہ تمہاری بپ۔۔۔!“

اس نے دوسرے نکلے سے ایک باریک سی دھمکی نکال کر طشتہ ری میں ڈال دی۔ ویژہ سلام کر کے برتن سمیٹ لے گیا۔

پھر روشنی نے ایک عورت کو دیکھا جو اسے جو تے پہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ ہوزی دیر جھک مارتی رہی پھر دونوں جو تے اٹھا کر میز پر رکھ دیے۔

”سکرگے ہوں گے۔۔۔“ ساتھی انتہائی سنجیدگی سے بولا۔ ”موسم بھی تو کتنا وابیات جا رہا ہے۔“

”بھر کیا میں یہاں سے ننگے بیرون ہوں گی۔“ عورت روہاںی ہو کر بولی۔

”نہیں۔۔۔ ٹھہر دیں کو شش کرتا ہوں!“ مرد نے کہا اور فرش پر بینھے کر اسے جو تاپہنا نے لگا۔ روشنی نے دیکھا کہ وہ بھی اٹھا جو تاٹھونے کی کوشش کر رہا تھا۔

”تمہارے بیرونی بے ڈھنگے ہیں!“ آخر اس نے تھک ہار کر کہا۔

”کچھ دیر پہلے تو نہیں تھے۔“ عورت بولی۔ ”کچھ نہیں یہاں اس شہر میں بڑا فراہم ہو رہا ہے۔ پہ نہیں کس قسم کے چڑے کے جو تے بنائے جادہ ہے یہ جو پردوں سے اترتے ہی سکر جاتے ہیں!“

روشنی کا دل چاہا کہ وہ ان کی گفتگو میں دخل دے بینھے۔ لیکن پھر وہ خاموش ہی رہ گئی۔ احتجوں کے درمیان عقل مندی کا مظاہرہ بھی اس کی دلانت میں حماقت ہی ہوتا۔

اس کا ساتھی خاموش بیٹھا تھا اور اس کی توجہ کسی کی طرف بھی نہیں تھی۔ دفعہ اسی کو صدر دروازے میں ایک آدمی دکھائی دیا اور وہ اپنے ساتھی کی طرف جھک کر بولی۔ ”دیکھئے۔۔۔ بھی صاحب تھے جنہوں نے بس اسٹاپ پر آپ کے چیتیں رسید کی تھیں!“

”اوہ۔۔۔ شاکر صاحب۔۔۔ یہ تو بہت پرانے ممبر ہیں۔!“ بوڑھا مسکرا کر بولا۔ ”میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ کلب کا کوئی پرانا ممبر ہی ہو گا!“

”کیا آپ کو اب بھی ان پر غصہ نہیں آیا۔۔۔؟“

”بھی نہیں قطعی نہیں۔۔۔ میں آپ کو کیسے سمجھا ہوں کہ غصہ صرف علمندوں کو آتا ہے۔

پہلے میں بھی عقل مند تھا۔ مگر اب آہستہ آہستہ بے وقوف ہوتا جا رہا ہوں!“

”مگر۔۔۔ مقصد ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا!“

روشنی لے گوں لیا جیسے ان لوگوں نے اس کا نوٹس ہی نہ لیا ہو۔ اب وہ پہلے ہی کی طرح

تفہیمات میں مشغول ہو گئے تھے۔

”مجھے بڑی حرمت ہے....!“ روشنی نے آہستہ سے دہرا لیا۔

”کس بات پر....!“

”اتی ذرا سی دیر میں پدرہ ہزار اکٹھے ہو گئے اور کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کلب کا دیوالہ ممبر کون ہے جس کے لئے اتنی بڑی رقم درکار ہے۔ پانچ ہزار زیادہ آگئے تو انہیں کے خزانے میں داخل کئے جا رہے ہیں۔ لیکن میں کسی کے چہرے پر بھی احتجاج کے آثار نہیں دیکھتی!“

بوڑھا ہنسنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”آپ عقل مند ہیں اس لئے آپ کو اس پر حرمت ہے۔ ہم احمد اتنی عقل کہاں سے لا سیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں۔ ہماری برادری کے ایک فرد پر مصیبت پڑی ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ جناب صدر کا خیال ہے کہ بقیہ پانچ ہزار انہیں کے قند میں جمع کر دیے جائیں۔ لہذا ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہ صدر ہیں

اس لئے ہم سے زیادہ احمد ہوں گے۔ وہ کبھی کوئی غلط کام نہیں کر سکتے!“

یہ انہیں روشنی کے لئے دنیا کا آٹھواں عجوبہ ثابت ہو رہی تھی۔

بوڑھے نے کہا۔ ”یہاں اکثر عقل مند لوگ آتے ہیں۔ لیکن کچھ دنوں بعد وہ ہم سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمیں کبھی یوں قوف بنادو....!“

”میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی کہ میں بے وقوف بن سکوں گی یا نہیں!“

”دار الحکم“ کے دروازے ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں!“

”کیا میں آسانی سے ممبر بن سکوں گی!“

”آسانی سے تو نہیں.... پہلے آپ کو یہاں کچھ دنوں تک بطور مہماں آنا پڑے گا۔ پھر جب آپ ہر پہلو سے انہیں کا جائزہ لے چکیں گی تب....!“

”آخر یہ کیوں....؟“ روشنی نے بے صبری کا مظاہرہ کر کے اسے جملہ بھی پورا نہ کرنے دیا۔ تاکہ بعد میں آپ کو اپنے فیصلے پر بچھتا ناہی پڑے۔ ہو سکتا ہے آج آپ ممبر بن جائیں لیکن کل آپ کو افسوس ہو۔!“

”اوہ میں سمجھ گئی۔ یعنی میں جلدی نہ کروں پہلے اچھی طرح انہیں کو سمجھ لوں۔!“

قریب جا کر رک گیا اور بار شذر نے کسی قسم کے مشروب کا ایک گلاس اسے پیش کیا۔ وہ گدھے پر بیٹھے بیٹھے ہی اسے پینے لگا۔

ایک ویژہ اس کے گدھے کو بمکٹ کھلا رہا تھا۔

”یہ کون صاحب ہیں....!“ روشنی نے بوڑھے سے پوچھا۔

”ہماری انہیں کے صدر....!“

”روشنی بے اختیار نہیں پڑی....!“ پھر بولی۔ ”کیا یہ سارا وقت گدھے کی پشت پر گزارتے ہیں!“

”جی ہاں.... مگر یہ بعض امتیازی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ صدر اور عام مجرموں میں کچھ فرق تو ہونا ہی چاہئے!“

روشنی پھر نہیں پڑی اور دیر تک ہنسنے لگی۔ بوڑھے نے کہا۔ ”یہ بات آپ کو معنکلے نہیں معلوم ہوتی ہے۔!“

”نہیں.... میں تو سرت کا اظہار کر رہی تھی۔ تو یہ بچے اترتے ہی نہیں۔!“

”نہیں.... یہاں سے جائے وقت وہ گدھے سے اتر آتے ہیں۔ گدھا بینیں رہتا ہے۔!“

گدھا پھر میزوں کی طرف مڑا۔... جناب صدر گلاس ختم کر کچے تھے اور اب ان کے ہونٹوں میں ایک سگریٹ دبا رہا تھا۔

”حضرات....!“ انہوں نے میزوں کے درمیان گدھا روک کر کہا۔

”احمد برادری کا ایک رکن دیوالہ ہو گیا ہے۔ اس کیلئے فوری طور پر دس ہزار کی ضرورت ہے۔!

اتا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ روشنی نے دیکھا کہ لوگوں کی جیبوں سے پس نکلنے لگے ہیں۔

کچھ اپنی چیک بکوں کے اوراق اٹھ رہے تھے۔

ایک ویژہ گدھے کے قریب ایک خالی کشتی لے کھڑا رہا۔

دیکھتے ہی کشتی میں نوٹوں اور چیکوں کے لئے ڈھیر لگ گئے۔

روشنی کی آنکھیں حرمت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ دوسری طرف ویژہ جناب صدر کے حکم سے کشتی میں آئی ہوئی رقومات کا شدار کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے آہستہ سے کچھ کہا جسے سننے کے لئے جناب صدر بھکے اور پھر سیدھے ہوتے ہوئے انہوں نے بلند آواز میں کہا۔ ”خواتین و

حضرات یہ پدرہ ہزار ہیں۔ خیر پانچ ہزار انہیں کے خزانے میں داخل کر دیئے جائیں گے۔!“

”جی ہاں....بھی بات ہے۔“

روشی انواع و اقسام کی حماقتوں دیکھ کر محفوظ ہوتی رہی۔ جناب صدر اب بھی گدھے ع پر بر اجمن تھے۔ اکثر وہ ایک میز سے دوسری میز کی طرف گدھا بک کر لے جاتے اور اس طرح وہ مختلف آدمیوں سے گفتگو کرتے پھر رہے تھے۔

روشی کچھ دیر بعد بولی۔ ”آپ نے کہا تھا کہ کوئی صاحب تقریر بھی کریں گے۔“

”ہاں....ہو تو گئی تقریر....!“

”کہاں....؟“

”جناب صدر نے ابھی تقریر ہی کی تھی۔!“

”یہ تقریر تھی۔!“ روشنی نے حرمت سے کہا۔

”بھی دیکھئے ہم احق لوگ بہت زیادہ باتیں نہیں بناتے....یہ تو عقل مندوں ہی کا کام ہے کہ اگر چندہ بھی مانگنا ہو تو زمین و آسمان کے قلابے ملا کر کھو دیں۔!“

”میرے خدا....آپ سب فلسفی ہیں....!“ روشنی نے کہا۔ ”سب فلسفی....یہ بات آہستہ آہستہ بھی میں آتی ہے۔!“

”یک بیک بوڑھا فکر مند نظر آنے لگا۔ روشنی نے اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ کچھ فکر مند سے نظر آنے لگے ہیں۔!“

”ہاں....میں سوچ رہا ہوں کہ آپ خدا نخواستہ مجرم بن گئیں تو ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔!“

”کیوں....؟“

”آپ ہمیں کچھ فلسفی بنانے کی کوشش شروع کر دیں گی اور ہماری اتنے دنوں کی محنت بر باد ہو جائے گی۔!“

”اوہ آپ تو عقل مندوں کے سے انداز میں گفتگو کرنے لگے۔!“

”میں ابھی حال ہی میں مجرم بنا ہوں۔!“

روشنی کچھ دیر وہاں ٹھہری پھر بوڑھے سے اجازت طلب کر کے اٹھ گئی اور چلتے وقت یونہی شر اخماں نے جناب صدر کے گدھے کو جھک کر سلام کیا اور جناب صدر نے ہاتھ اٹھا کر اسے دعا دی۔ ”خدا تمہیں خوشین کرے۔!“

روشنی باہر آئی۔ یہ انجمن اس کے ذہن پر بڑی طرح چھائی تھی۔ وہ جتنا بھی اس کے متعلق غور کرتی اتنی ہی گھر ایساں اس تنظیم میں نظر آتیں حالانکہ ابھی اسے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا مگر بعض حالات کی بنا پر وہ قیاس تو کریں سکتی تھی۔



روشنی تقریباً آٹھ بجے فلیٹ میں پہنچی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ وہاں احتجوں کے شہنشاہ سے بھی ملاقات ہو سکے گی۔ مگر عمران موجود ملا۔ شاید تین ماہ بعد فلیٹ میں اس کی شکل دکھائی دی تھی۔ روشنی نے وہی بیک میز پر ڈال دیا اور کوٹ اٹھانے لگی۔

”کیوں تم کہاں تھے۔!“ اس نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ جو سر جھکائے بیٹھا نہیں سے میز کا پاٹ کھڑا رہا تھا۔

”آج سے اٹھائیں سال پہلے ماں کے پیٹ میں تھا۔!“ عمران نے سر اٹھا کر کہا۔ ”ابتہ اس سے پہلے کا ہوش نہیں ہے۔!“

”اگر تم میری وجہ سے یہاں رہنا پسند نہیں کرتے ہو تو میں کہیں اور انتظام کرلوں۔!“

”یہ تو بڑا چھا خیال ہے۔!“ عمران نے آہستہ سے راز دارانہ لمحے میں کہا۔ ”وہیں میرا بھی انتظام کر لیتا۔ کیونکہ میں اب سلیمان کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہ کبجت ممحص سے بھی فراڈ کرنے لگا ہے۔!“

”کیوں....وہ کیا کرتا ہے اس سے زیادہ شریف اور ایمان دار ملازم آج تک میری نظر دوں سے نہیں گزرا۔!“

”تم خواہ خواہ اس کی طرف داری کر کے مجھے غصہ نہ دلاو۔!“ عمران نے غصیل آواز میں کہا۔ ”اس کبجت کی وجہ سے میری حکم چھپت ہو گئی۔!“

”کیوں....؟“

”ہزار بار کہا مردود سے کہ مجھے موگ کی دال نہ کھلایا کر۔.... لیکن نہیں مانتا۔ حکم چھپت کر کے رکھ دی۔ پرسوں.... پتہ نہیں کیا لایا تھا۔ وہ پتی چھاتیوں کی شکل کا۔.... مگر وہ چپاتی کی

طرح ڈھیلا ڈھلا نہیں تھا اور دانتوں کے نیچے کڑ کر اتا تھا۔ اور جھاپڑ.... جھاپڑ....!“

”پاپڑ.... جناب....!“ سلیمان نے تصویج کی۔.... جو دروازے میں کھڑا ان کی گفتگوں رہا تھا۔

”بی میں... بے اب وہ فگارو کے پندرھویں کیجن میں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کے ارادے
نک نہیں ہیں۔!“

”ان پر نظر رکھو.... لیکن تمہارے خیال سے وہ کس پکڑ میں ہیں۔!“

”انہوں نے مز نعمانی کو بہت زیادہ پلا دی ہے۔!“

”اوہ.... اچھا تم وہیں ٹھہر دو.... میں آ رہا ہوں۔ لیکن اگر اس دوران میں وہ اسے کہیں اور لے
بلا جائیں تو تم میرا منتظر نہیں کرو گے۔ سمجھے۔!“

”جی ہاں....!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

”کیا قصہ ہے....!“ روشنی نے پوچھا۔

”چند نامعقولوں نے مز عمران کو بہت زیادہ پلا دی ہے۔!“

”کیا مطلب....!“

”مز عمران کا مطلب بتاؤں.... یا بہت زیادہ پلا دینے کا....!“

”تم نے شادی کب کی....!“

”بہت زیادہ پلا دینے کے لئے شادی ضروری نہیں ہے۔!“

”میں تمہارے سر پر کری ٹھیخ دوں گی۔!“

عمران کوئی جواب دیئے بغیر فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ سڑک کے کنارے اس کی ٹو سیٹر موجود
تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے انہیں اشارت کیا اور کار فرنٹے بھرنے لگی۔ وہ شہر کے ایک بڑے
ہوٹل فگارو کی طرف جا رہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد اس نے کار فگارو کے چھاٹک والے فٹ پاتھ سے
لگدی۔ اسے کپاڈ میں نہیں لے گیا۔ کار سے اتر کر وہ کپاڈ میں داخل ہوا۔

ڈائیکنگ ہال میں پہنچ کر اس کارخ کیبنوں کی طرف ہو گیا۔ مگر پھر پندرہ ہویں کیجن کے سامنے
وہ کے بغیر اسے واپس ہونا پڑا کیونکہ پندرہ ہویں کیجن خالی تھا۔ عمران بڑی لاپرواہی سے چلتا ہوا پھر
باہر آگیا اسے اطمینان تھا کہ بلیک زیرو نے ان کا چیچھانہ چھوڑا ہو گا اور عنقریب اس کی طرف سے
کوئی دوسرا اطلاع نہیں ملے گی۔ لہذا اب اسے جلد انش منزل پہنچا چاہئے۔ کیونکہ ایسے حالات
میں اس کے ماتحت داشت منزل ہی کے فون نمبر استعمال کیا کرتے تھے یا پھر سفری ٹرنس میزروں

”پاپڑ کے بچے....!“ عمران مٹھیاں بھیجن کر کھڑا ہو گیا۔ ”مجھے آج معلوم ہوا تھا وہ وہیں
وال سے بنائے جاتے ہیں۔!“

”موگ ہی کے تو اچھے ہوتے ہیں۔!“ سلیمان بولا۔

”روشنی....!“ عمران دھڑا۔ ”اے ہٹالے جاؤ میرے سامنے سے.... ورنہ میں اس کے
خاندان بھر کو قتل کر دوں گا۔!“

”ختم کرو....!“ روشنی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”کہیں میں یہی بر تاؤ تمہارے ساتھ نہ کروں۔!“

”میا میں نے تمہیں موگ کے پاپڑ کھائے ہیں۔!“ عمران الٹ پڑا۔

”آپ کچھ بھول رہے ہیں صاحب....!“ سلیمان نے کہا۔

”میا بھول رہا ہوں....!“

”آج آپ کی خاموشی کا دن ہے.... پچھلے پانچ سال سے آپ منگل کے دن خاموش رہتے
آئے ہیں۔!“

”اوہ.... ہپ....!“ عمران نے ہونٹ پر ہونٹ جملائے۔

”ستو....!“ روشنی نے اسامنہ بنا کر بولی۔ ”میں آج تم سے زیادہ احمق آدمیوں سے ملکر آری
ہوں۔!“

اور پھر وہ بیان کر چلی۔ عمران خاموشی سے سخارہ۔ لیکن جب وہ اس کے خاموش ہو جانے
پر بھی کچھ نہ بولا تو روشنی کے جوش و خروش پر پانی پڑ گیا۔ وہ سمجھی تھی کہ شاید عمران اس کے
متعلق کچھ اور بھی معلوم کرنا چاہے گا۔

دفعائون کی گھٹتی بھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”بیلو....!“

”بلیک زیرو.... سر....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیا خبر ہے....?“

”وہ تین آدمی ہیں جناب.... اور ڈپٹی سیکریٹری کی پرنسپل اسٹاف مز نعمان ان کے ساتھ
ہے۔!“

”کیا وہ اب بھی کلب میں ہی موجود ہیں۔!“

کے ذریعہ ایکس نو سے رابطہ قائم کرتے تھے۔

عمران نے تیزی سے کپاڈٹلے کی اور اپنی کار کی طرف بڑھا مگر دوسرے ہی لمحے میں اسے رک جانا پڑا کیونکہ بلیک زیرواس کی کار سے پشت نکالے کھڑا آنکھیں تل رہا تھا۔ یہ ایک صحت مند اور توانا جوان تھا۔ قد متوسط تھا اور اعضاء مضبوط تھے۔ وہ عمران کے قریب پہنچ جانے کے بعد بھی اسی طرح آنکھیں ملتا رہا۔

”او.....وو.....کیا ہوا ہے.... تیزیں!“ عمران اس کا شانہ جھنجور کر بولا۔

بلیک زیر و بے ساختہ اچھل پڑا..... اور پھر فوجوں کے سے انداز میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ”جناب مجھے بے حد افسوس ہے!“ اس نے کپکاپتی ہوئی سی آواز میں کہلہ ”تعاقب جاری نہ رہ سکا!“

”کیوں؟“ عمران کا لہجہ بہت سرد تھا۔

”وہ شاید اس سے واقف ہو گئے تھے کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے!“

”تیزیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ واقف ہو گئے تھے!“

”میرے سر کے پچھلے حصے پر ایک دوسرا سر نمودار ہو گیا ہے!“

وہ آگے کی طرف جھک کر اپنا سر ٹھوٹتا ہوا بولا۔ عمران نے اس کے سر میں درم محسوس کیا۔

”یہ کیسے ہوا....!“ اس نے پوچھا۔

”وہ صدر دروازے سے نکل کر کپاڈٹلے میں نہیں آئے تھے.... بلکہ انہوں نے بغلی دروازہ منجھ کیا تھا جو اس گلی میں کھلا ہے!“ بلیک زیر و نے ایک قربی گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہلہ ”مسز نعمانی ہوش میں نہیں تھی۔“ دو آدمیوں نے اسے سہارادے رکھا تھا اور تیرا ان کے پیچھے تھا۔ جب وہ دروازے سے نکل گئے تو میں بھی آگے بڑھا۔ گلی کچھ نیم تاریک سی رہتی ہے۔ دو چار قدم ہی چلا ہوں گا کہ کسی نے پشت سے سر پر کوئی وزنی چیز ماری اور میں وہیں ڈھیر ہو گیا۔ لیکن پھر ابھی ہوش آیا ہے!“

”اوہ....!“ عمران تشویش کن انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

”میں نے بہت احتیاط برتنی تھی جناب....!“ بلیک زیر و نے خونشاد انہیں لجھ میں کہا۔

”پروادہ مت کرو.... کیا ان تینوں میں وہ آدمی بھی تھا جس کے اوپری ہونٹ میں خفیف سا

لہجہ ہے؟“

”بھی ہاں.... تھا....!“

”چلو.... بیٹھ جاؤ....!“ عمران نے کہا اور دوسری طرف کی کھڑکی کھول کر اسٹرینگ سنجھاتا ہوا بولا۔ ”میں تمہیں مسز نعمانی کے مکان کے سامنے اتار کر آگے بڑھ جاؤں گا اور میں منٹ تک اگلے موڑ پر تمہارا انتظار کروں گا۔“ تمہیں یہ معلوم کرتا ہے کہ وہ گھر پہنچنی یا نہیں!“

”بہت بہتر جناب....!“

کار چل پڑی۔ ... ان دونوں نے راستہ خاموشی سے طے کیا اور دس منٹ بعد عمران نے گاڑی روک دی۔ بلیک زیر و اتر گیا اور گاڑی پھر چل پڑی۔ اگلے موڑ پر عمران نے اسے سڑک سے اتار کر انہن بند کر دیا۔

یہاں سے مسز نعمانی کے مکان کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ دو فرلانگ رہا ہو گا۔

عمران گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔ اب وہ احتمالوں کی انہیں کے متعلق سوق رہا تھا۔ روشنی سے ملی ہوئی اطلاعات غلط نہیں ہو سکتی تھیں۔ کیونکہ عمران کو اس انہیں کے وجود کا علم پہلے ہی سے تھا۔ لیکن وہ دور ہی سے اس کے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہتا تھا۔ بذات خود اس نے ”دار الحکم“ جانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

بلیک زیر و پندرہ منٹ کے اندر واپس آگیا۔ ... اور آتے ہی اس نے کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”گھر تاریک پڑا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اندر کوئی بھی نہیں ہے!“

”اچھا ہے!“ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”تمہارا کام ختم ہو گیا!“

پھر اس نے مشین اسٹارٹ کی۔ ... اور گاڑی سڑک پر لے آیا۔

”سنو....!“ عمران نے گاڑی پھر روک کر کہا۔ لیکن انہیں بند کیا بلیک زیر و تیزی سے آگے بڑھا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب فنگارو کے قریب ہی سے شروع ہو گیا تھا!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں....!“ بلیک زیر و کے لجھ میں حیرت تھی۔

”ہاں.... آں.... دیکھو.... تم ادھر سے پریڈ گراؤنڈ ہوتے ہوئے پیدل واپس جاؤ.... میں

تعاقب کرنے والوں کو دیکھ لون گا۔!

نہیں آرہی تھیں۔

”چھوڑ مجھے... خبیث...!“ عورت ہسٹریائی انداز میں چینی۔

”خبیث چھوڑنے کے لئے نہیں پڑتا...!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”اگر اب تم چھین تو اس خبیث کی ایک ہی گولی تھیں ابdi نیند سلاادے گی!“

عورت خاموش ہو گئی اور عمران اسے اپنی گاڑی کی طرف کھینچنے لگا۔

”مجھے چھوڑو... خدا کے لئے چھوڑو...!“ عورت نے خوف زدہ لمحہ میں کہا۔

”نہیں مز نعمانی تم بہت زیادہ نشے میں ہو۔ اگر میں نے چھوڑ دیا تو تم منہ کے بل زمین پر گرو گی اور پھر تمہارا یہ حسین چہرہ کسی کو دکھانے کے قابل نہ رہ جائے گا!“

”تم کون ہو...!“

”منی بای کا پلچری.... بس تم چپ چاپ جلی آؤ... ورنہ مجھے ذر ہے کہ یہیں تادھن دھنا نہ شروع ہو جائے!“

عمران نے ٹو سیر کا دروازہ کھول کر اسے اندر دھکیل دیا۔



جو لیا فشر واڑ نہیں لیپ بھانے ہی والی تھی کہ فون کی گھنٹی بھی اس نے ریسیور اٹھا کر جلائے ہوئے لمحے میں کہا۔ ”ہیلو...!“

”ایکس ٹو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”لیں سر....!“ جو لیا بوکھلا گئی وہ سمجھی تھی شاید تویر نے ٹھنڈی آہیں بھرنے کے لئے اسے فون کیا ہے۔

”دیکھو... ریڈ کر اس روڈ پر سینے ٹوریم کے قریب ایک کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا ایک ناٹر پھٹ گیا ہے۔ معلوم کرو کہ وہ کس کی کار ہے۔ اس کے لئے تم تویر خاور اور صدر سے مدد لے سکتی ہو۔ بلکہ تم صرف انہیں اس کی اطلاع دے دو۔ وہ اس کا نمبر نوٹ کریں۔ اسٹریگ وغیرہ پر انگلیوں کے شناخت تلاش کر سکیں تو بہتر ہے۔ تم مت جانا... اور انہیں یہ بھی سمجھا دینا کہ احتیاط بر تین کو نکلے غفلت کا تجیہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے ان کی کھوپڑیوں کے سوراخ گئنے پڑیں!“

”بہت بہتر جناب...!“

بلیک زیر و نے سڑک کے بائیں جانب والے نشیب میں چلا گئی اور تاریکی میں غائب ہو گیا۔ شہر کا یہ حصہ اس وقت سنان پڑا تھا۔ دراصل یہ شہری آبادی سے دور تھا۔ یہاں چند چھوٹی موتی کوٹھیاں تھیں اور ایک اٹی بی بینے ٹوریم... چڑا رکنے کا ایک کارخانہ بھی تھا اور اس کے بھر کوئی عمارت نہیں ملتی تھی۔ بائیں جانب چار فرلانگ لمبی پریڈ گراونڈ تھی اور پریڈ گراونڈ کے دوسرے سرے پر شہری آبادی کا کچھ حصہ تھا۔

عمران کی کار پھر فرانے بھرنے لگی۔ اس کا خیال غلط نہیں تھا کہ اس دوران میں اس کا تعاقب ہوتا رہا تھا۔ جیسے ہی اس کی کار آگے بڑھی تقریباً ایک فرلانگ پیچھے کسی کار کی ہیڈ لا ٹھیس روشن ہو کر تحرک نظر آنے لگیں۔ دوسری کار کی رفتار بھی خاصی تیز تھی۔ عمران نے اس کی روشنی عقب نما آئنے میں دیکھی اور بائیں ہاتھ سے جیب میں چیو گم کا پیکٹ ٹولنے لگا۔

”شاہیں....!“ دفعتاً ایک گولی ہڈ کے کیوس اس کو پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ پھر دوسری.... پھر تیسرا.... اور عمران نے اپنی گاڑی بائیں جانب والے نشیب میں اتار کر روک دی۔ پھر انہیں بند کے بغیر چپ چاپ نیچے اتر گیا۔ ویسے روشنیاں ضرور گل کر دی گئی تھیں۔

وہ بڑی تیزی سے سڑک کی طرف دوڑ رہا تھا۔ قتل اس کے کہ پچھلی کار وہاں پہنچتی عمران نے زمین پر لیٹ کر پوزیشن لے لی۔ ٹو سیر کے قریب سے گزرتے وقت نامعلوم آدمیوں نے اس پر تین فائر پھر کئے..... لیکن کار وہاں رکے بغیر آگے بڑھتی چلی گئی۔

دفعتاً عمران کے روپ اور سے شعلہ نکلا اور ایک زور دار دھماکے کے ساتھ وہ کار لنگانے لگی۔ پھر رک گئی اور تین سائے اس میں سے اچھل کر بھاگے۔ لیکن عمران نے بالکل لگوروں کے سے انداز میں چار جستیں لگائیں اور ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ ان میں سے ایک نے ٹھوکر کھائی گر زمین پر گرنے سے پہلے ہی عمران کی گرفت میں آگیا۔ یہ اور بات ہے کہ گرفت میں آنے والے کی سریلی ہی چیخ سن کر اس کی کھوپڑی رقص کرنے لگی ہو۔

وہ کوئی عورت تھی۔ عمران کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور پھر وہ نکل ہی گئی ہوتی لیکن اتفاق سے دوبارہ اس کی کلاں عمران کے ہاتھ میں آگئی۔

اس کے دونوں ساتھیوں کا کہیں پہنچنے تھا۔ ان کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز بھی اب

یہ سب کچھ تھا.... لیکن جو لیا نے بھی یہ سونپنے کی زندگی کی زندگی نہیں گوارا کی تھی کہ جس طرح عمران کی بے نیازی پر غصہ آتا ہے ممکن ہے اسی طرح تویر بھی اس پر جھنجھلاتا ہو۔

وہ عمران سے قریب ہونے کی کوشش کرتی اور عمران اس سے دور بھاگتا اس بڑی طرح اس کی عشقیہ بوكھلا ہٹوں کا مختکر اڑاتا کہ بعض اوقات وہ اس پر دانت بھی بھیتی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تیرنے لگتے۔ یوں عمران کہتا کہ اس وقت وہ اخباری زبان کے مطابق ”غم و غصہ“ کی تصویر بن کر رہا گئی ہے۔ اس پر وہ اور زیادہ چراغ پا ہوتی۔ لیکن قہر درویش بر جان درویش!۔



عمران داشت منزل کے ساؤنڈ پروف کرے میں ٹھیل رہا تھا اور سامنے ایک خوش شکل عورت آرام کری پر نیم دراز تھی۔ اس کی عمر تین سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ تناسب الاعضاء ہونے کی بنا پر اس کی دلکشی میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

دفعہ عمران نے رک کر کہا۔ ”بجھے اچھی طرح علم ہے کہ تم گوگی نہیں ہو دیے یہ اور بات ہے کہ میری کار میں سوراخ کرنے والے روپور گوٹے ہی رہے ہوں۔ کیونکہ میں نے اس وقت فائز کی آواز نہیں سنی تھی۔ جب سننا تھی ہوئی گولیوں اور میرے سر کے درمیان صرف آٹھ اخن کا فاصلہ تھا!۔“

”خدا کے لئے مجھے جانے دو....!“ عورت نے گلوخیر آواز میں کہا۔

”یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تم مجھے سارے حالات سے آگاہ کرو۔!“

”کیسے حالات....!“ عورت یک بیک پھر گئی۔ ”میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ بفرض قدرت نکلی تھی۔ تم نے فائز کر کے ہماری کار کا ایک بارہ پھاڑ دیا۔... اور پھر میرے دوستوں کو زد و کوب کرنے کے بعد مجھے زبردستی یہاں اٹھالائے!۔“

”خوب... کیا تمہیں موقع ہے کہ تم کسی عدالت میں چیز ہو سکو گی۔!“ عمران نے مسکرا کر کہا

”تم کون ہو....!“ مز نعمانی نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”میں تمہیں یہاں اس لئے نہیں لاایا کہ تمہارے سوالات کے جواب دوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ تم

نے فناروں میں شرایبوں کی ایکنگ کیوں شروع کی تھی۔!“

”اگر اس سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تو میری وہ حرکت غیر قانونی نہیں کہی جاسکتی۔!“

”شب تھیں...!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا جو لیا کی پیشانی پر تھر کا گہرہ اغبار چھا گیا تھا۔ اس نے خاور کے نمبر ڈائل کر کے ایکس ٹوکا پیغام پہنچایا۔ پھر صدر کو بھی اطلاع دی۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ تویر سے رابطہ قائم کرے مگر حکم حاکم مرگ مفاجاہ مجبور آئے اس کے نمبر ڈائل کرنے پڑے۔ ایکس ٹوکا پیغام سنتے ہی تویر نے کہا۔ ”خدا غارت کرے اس آدمی کو بھی چین نہیں ہے۔ جو لیا سنو... کیا تم کبھی اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کرو گی... کیوں مُکرار ہی ہو مجھے۔!“

”میں تمہاری کوئی بات نہیں سن رہی۔“

”اچھی بات ہے اب میں لکھ بھیجا کروں گا۔!“

جو لیا نے مزید بکواس سے بچنے کے لئے سلسلہ منقطع کر دیا۔ تویر اس کی جان کو آگیا تھا مگر بھت ازاں وہ عشق جاتا اس کی نفرت بڑھتی جاتی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کوئی ایسی تدبیر اختیار کرے کہ اسے تویر کی بکواس نہ سنبھل پڑے۔

وہ آرام کری پر دراز ہو کر ایکس ٹوکے متعلق سونپنے لگی۔ کیا وہ بھی اسے تویر کی بکواس سے نہیں بچا سکے گا۔ اس نے اکثر سوچا تھا۔ ایکس ٹوکے اس کی شکایت کرے لیکن پھر نہ جانے کیوں ہمت نہیں پڑی۔ آخر وہ اس سے کہتی بھی کیا۔ کس طرح کہتی.... بہر حال وہ عورت تھی۔

یہ سودا اب اس کے سر سے نکل چکا تھا کہ عمران ہی ایکس ٹوکے۔ کیونکہ اوہر کی بار اس نے عمران کی موجودگی میں فون پر ایکس ٹوکی آواز سنی تھی اور خود عمران تک ایکس ٹوکے پیغامات پہنچائے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ عمران کے ایکس ٹوکا ثابت نہ ہونے پر اسے ہدافوس ہوا تھد شکرال سے واپسی پر عمران نے اسے یہ بادر کرانے کی کوشش شروع کر دی تھی کہ وہ ایکس ٹوکا نہیں ہے۔ لہذا وہ جب بھی اپنے ماتھیوں میں موجود ہوتا کسی کے لئے فون پر ایکس ٹوکا پیغام ضرور موصول ہوتا۔ یہ دراصل عمران کے پراسارا ماحت بلیک زیرو کی آواز ہوتی ہے اس نے خاص طور پر ایکس ٹوکی طرح بولنے کی مشن کرائی تھی۔ اس طرح وہ اپنے بیویہ ماتھیوں کے شہبات رفع کرنے میں کامیاب ہوا تھا ورنہ شکرال میں قیام کے دوران ان سماں کو قریب قریب یقین ہی ہو گیا تھا کہ ایکس ٹوکا عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

”پر وہ مت کرو!“ عمران نے کہا۔ ”ہاں... اب تم ان کی نظرؤں میں آنے سے احتراز کرنا!“
”اس کام پر لیفٹیننٹ صدیقی کو مأمور کر دو...!“
”بہت بہتر جناب... مگر کیا میک اپ سے کام نہیں جل سکتا!“
”نہیں... تمہیں دوسرے کام بھی انجام دینے ہیں اور وہ کام پھر بتائے جائیں گے۔ فی الحال
تم آرام کرو....!“

عمران نے سلسہ منقطع کر کے اپنے ٹیلی فون کے نمبر ڈائل کئے۔
”روشی... روشنی...!“ اس نے ماڈ تھک چین میں کہا۔ مگر دوسری طرف سے روشنی کی بجائے
سلیمان کی آواز آئی۔

”ابے تو روشنی ہے!“ عمران دھاڑا۔

”وہ سونے کے لئے چلی گئی ہیں جناب....!“
”چکاوے.... فوراً....!“

کچھ دیر بعد دوسری طرف سے روشنی کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

”کیا بات ہے.... تم سے خدا سمجھے میں سو گئی تھی!“
”اوہ... روشنی ڈیزیر... بہت ضروری بات ہے!“

”مگر تم مجھ سے بحث نہیں کرو گی!“
”بکو بھی.... مجھے نیند آرہی ہے!“

”میں نے تمہارے لئے ایک بہترین اور آرام دہ فلیٹ کا انتظام کر لیا ہے اور تمہیں اسی وقت
دہان نقل ہوتا ہے۔ مگر تھہر دے... تم نے اس بوڑھے احمد کو اپنپاڑتے تو نہیں بتایا تھا!“

”نہیں.... کیوں....؟“

”میں بہت عرصہ سے اس انجمن کے چکر میں ہوں اور اتفاق سے اب ایک بہترین موقع ہاتھ
اگلیا ہے!“

”میں نہیں کبھی صاف صاف کہو....!“

”وہ تمہیں انجمن کا مبرہ بنا نے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم ممبر بن جاؤ!“

”اوہ... مگر اس کی کیا ضرورت ہے... کیا وہ کوئی جرم کر رہے ہیں!“

”تم قانون کی بات نہ نکلو... میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے یہ ڈھونگ
کیوں رچا کھا تھا!“

”میں اس سلسلے میں کوئی گھٹتو نہیں کرنا چاہتی۔!“
”اچھی بات ہے... تمہیں میں اسی عمارت میں مرنا پڑے گا۔ میں چانتا ہوں کہ تم ملک
خارجہ کے ایک ڈپنی سیکریٹری کی اسٹنٹ ہو... اور اب حکے کو اطلاع دیئے بغیر تم غائب
ہو جاؤ گی اس طرح تمہاری ملازمت بھی جائے گی اور تم بھرم بھی قرار دی جاؤ گی!“
”آخر یہ سب کیوں ہو گا... سن تو سکی... تھہر دے...!“

عمران نے کوئی جواب دیئے بغیر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ خود کا دروازہ بند ہو کر مغل
ہو چکا تھا۔

عمران دوسرے کمرے میں آیا اور یہاں سے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے۔
”بیلو...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”تم مگر پہنچ گئے ہو...!“
”لیں سر...!“

”کوئی خاص بات...!“

”نہیں جناب... میرا خیال تھا ممکن ہے میرا بھی تعاقب کیا جا رہا ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ
اس بداریا نہیں ہوا!“

”ٹھیک... اچھا سنوان لوگوں کو علم تھا کہ تم ان کی نگرانی کرتے تو ہے ہو۔ آج انہوں نے
یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم تھا ہو یا تمہارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں یہ ذرا مہ سائیٹ کیا
تھا۔ مز نعمانی قطعی نشے میں نہیں تھی بلکہ میرا خیال ہے کہ شاید ایک گھونٹ بھی اس کے طلاق
سے نہ اترتا ہو۔ بہر حال وہ تمہیں بے ہوش کر کے وہیں کہیں چھپے رہے۔ غالباً وہ آج تمہارا
تعاقب کرنا چاہتے تھے۔“

”اوہ...!“ بلیک زیرو بڑی بڑی ”تو مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی جناب میں دہان آپ کی
گاڑی کھڑی دیکھ کر اس کے قریب رک گیا تھا۔ اگر اس کا شہر بھی ہو گیا ہوتا تو آپ سے دوری
رہنے کی کوشش کرتا!“

”تمہارا خیال صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر شہر ہے!“
”کس قسم کا شہر...!“

”روشی ڈیزیر وقت نہ بر باد کرو.... میز کی چلی دراز میں کچھ چاپیاں ہیں ان میں ایک ایسی بھی
ہے جس میں سرخ رنگ کا حلقوں پر اہوا ہے۔ اسے نکال کر اپنے سامان سیست آٹھویں شاہراہ کی
کریم بلڈنگ میں چلی جاؤ۔ فلیٹ نمبر گیراہ میں تمہارا قیام ہو گا۔ وہ چاپی اسی کی ہے اور کل شام کو
تمہارا ”دار الحکم“ پہنچنا بہت ضروری ہے!“

”لیکن میں دوسرے فلیٹ میں کیوں جاؤں...!“

”محض اس لئے کہ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق ظاہر نہ ہو سکے!“

”میں کبھی گئی... اچھا... اس فلیٹ میں کتنے کمرے ہیں...!“

”تلن..... بہت شاندار فلیٹ ہے۔ تم دیکھ کر خوش ہو جاؤ گی اور پاس پڑوس والے تمہیں
شنہزادی سمجھیں گے کیونکہ اس عمارت میں اس کے علاوہ اور کوئی فلیٹ اتنا شاندار نہیں ہے!“

”تم مجھے یو تو قوف تو نہیں بنا رہے!“

”نہیں ڈیزیر... اگر یہ بات غلط ثابت ہو تو مجھے گولی مار دینا۔ اب دیر نہ کرو۔ اس فلیٹ میں
فون بھی ہے۔ میں تمہیں اپنے کچھ پرائیویٹ نمبر بھی بتاؤں گا جن کے ذریعہ تم مجھ سے ہر دقت
گفتگو کر سکو گی اور اب میں بھی کچھ دنوں تک اپنے فلیٹ کا رخ نہیں کروں گا!“

”اوہ..... تو کیا یہ کوئی بہت زیادہ اہم مسئلہ ہے!“

”ہاں ڈیزیر..... اہم ترین..... بس اب تم وقت نہ بر باد کرو۔ ایک گھنٹے بعد میں تمہیں وہیں فون
کروں گا!“

”اچھا.....!“ روشنے ایک طویل سائنس لے کر کہا اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



دوسرے دن عمران اور صدر سڑکیں ناپ رہے تھے۔ وہ پیدل ہی چل رہے تھے اور ان کے
چہروں پر گھنی ڈاڑھیاں تھیں۔ لباس مزدوروں کا ساتھا۔ دونوں نے تقریباً پورہ منٹ سے ایک
دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی اور پیدل چلتے ہوئے تو تقریباً اوہ گھنٹہ ہو چکا تھا۔

بندرگاہ کے علاقہ میں وہ آئیں اٹیشن کے قریب رک گئے۔ یہاں اندون ملک کے تیل کے

چیموں سے پاپ لانوں کے ذریعے تیل لایا جاتا تھا اور یہ واحد آئیں اٹیشن تھا جہاں سے مکی
تیل کی تقسیم ہوتی تھی۔

وہ دونوں فٹ پاٹھ پر بیٹھ گئے۔ یہاں وہ تمہاری نہیں تھے۔ فٹ پاٹھ پر خاصی بھیڑ تھی اور یہ
سب گودی کے مزدور تھے۔ جو خانچہ فروشوں اور گشتوں چائے والوں کے گرد بھیڑ لگائے ہوئے
تھے۔ کچھ دیر بعد ایک مزدور ان کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ شاکنہ عمران نے اسے اشارے سے اپنی
طرف متوجہ کیا تھا۔

”کیا خبر ہے!“ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

”آج کی نہیں ہوئی!“ مزدور نے جواب دیا۔ ”پورے چار ہزار گیلین کی اطلاع تھی۔ وہ
سب پہنچ گیا!“

”کل..... کیا رہا تھا!“

”چار ہزار گیلین کی اطلاع تھی..... لیکن صرف ڈیزیر ہزار گیلین یہاں تک پہنچا!“

”بے تو یہ پاپ لائن کی خرابی نہیں کہی جاسکتی!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”کچھ بھی ہو۔ اب تک جموجعی طور پر کچھوں ہزار گیلین تیل غالب ہو چکا ہے!“

”تم وہ تو ق کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ کچھوں ہزار گیلین کی کی ہے!“

”میں سنی سنائی بات نہیں کر رہا.....!“ مزدور نے جواب دیا۔ ”میں نے ریکارڈ دیکھا
ہے!“

”اوہ..... تب تو تم بڑی ہو شیاری سے کام کر رہے ہو!“

”میرا نام چوہاں ہے!“ مزدور نے بینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”اور آپ کیا فرماتے پھر رہے ہیں
عمران صاحب!“

”کچھ نہیں..... میں تم بھیزوں کی رکھوائی کا کرتا ہوں.....؟“

”لیکن یہ چکر کیا ہے!“

”چکر کے متعلق ایکس نو سے پوچھنا!“ عمران نے جواب دیا۔ ”اب تم جاؤ... اس وقت
تک یہاں سے نہیں ہٹو گے جب تک کہ ایکس نو کی طرف سے تمہیں کوئی اطلاع نہ ملے!“

”آخر تم خواہ مخواہ میرے ہی پیچھے پڑ گئے ہو۔ کیا اس کام کے لئے دوسرے نہیں تھے۔ ارے

میرے کپڑوں سے اتنی بدبو آرہی ہے کہ خدا کی پناہ....!
”بھئی.... یہ ایکس ٹوکا انتساب ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔!
”تواب اور کیا دیکھنا ہے۔!

”بہت کچھ.... تمہیں کسی ایسے آدمی کی تلاش ہوئی چاہئے جو اس کی کا سبب جانتا ہو۔!
”عقل کے ناخ لو۔ عمران صاحب ایسا آدمی وہاں ملے گا جہاں سے تیل آتا ہے یا بھا۔!
”بھاں بھی مل سکتا ہے۔ جس منطق کو تم فکر کا ذریعہ بناتے ہو تو دوسرے شاید قول کرنے پر تیار نہ ہوں اور دوسروں کا طرز فکر تمہارے سوچنے کے انداز سے مختلف ہو سکتا ہے۔
اس لئے ایسے معاملات میں منطق کو دخل دینا... حماقت ہی ہے۔!

”اچھی بات ہے....!“ چوہاں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ پھر وہ اخھا اور ایک طرف چلا گیا۔ عمران نے اسے ایک گلی میں مرتے دیکھا اور صدر سے بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ لوگ کام سے جان کیوں چراتے ہیں۔!

”آج کل اسے بھی جو لیا سے کچھ کچھ عشق ہو چلا ہے۔!“ صدر نے ہنس کر کہا۔
”اگر ایکس ٹوکا عورت کو اشاف سے الگ کر دیتا تو بہتر تھا۔!“ عمران بڑھ لیا۔
”مگر عمران صاحب.... وہ تو آپ کے لئے پاگل ہو رہی ہے۔!

”اس کا بڑا احسان ہے کہ وہ میرے لئے پاگل ہو رہی ہے۔!“ عمران بایوں سانہ لجھ میں بولا۔
”کاش میں دولت مند ہوتا اور اس کے لئے ایک عظیم الشان پاگل خانہ تعمیر کرا سکتا۔ پاگل خانہ تاج محل کے نمونے کا ہے آئندہ نسلیں دیکھیں اور عش عش کرتیں.... دور دور سے لوگ عش عش کرنے کے لئے بھاں آتے۔!
صدر ہنسنے لگا۔ عمران اٹھ گیا تھا۔ وہ دونوں پھر ایک طرف چل پڑے۔

”آخر تیل کا کیا قصہ ہے۔!“ صدر نے پوچھا۔
”تیل کا قصہ تیل والے جانیں۔ میں تو صابون بیچتا ہوں۔!
”آہا.... تو آپ کو بھی علم نہیں ہے۔!
”ایکس ٹوکا طریق کارہی ہے کہ اس کے ماتھوں کو پورے واقعہ کا علم ہرگز نہیں ہونے پاتا۔!

”لیکن میرا خیال ہے کہ آپ سے کوئی نکتہ پوشیدہ نہیں رہتا۔!
”ایک نکتہ.... آج تک مجھ سے بھی پوشیدہ ہی رہا ہے۔!
”میں....!

”یہی کہ ایکس ٹوکسی عورت کی اولاد ہے یا بکری کی.... بالکل بکریوں کی طرح بولتا ہے۔!
صدر ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ فون پر وہ اپنی آواز بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔!
”خداجانے....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا اور ایک گندی سی گلی میں گھس پڑ۔
یہاں بھانست بھانست کی بدبو کیں گوئی خری تھیں۔ صدر نے تاک بند کر لی۔
”ہاں میں.... یہ کیا اندازی پن....!“ عمران نے اسے نوکا۔ ”یہ نہ بھولو کہ اس وقت تم اس طبقے کے ایک فرد کے بھیں میں موجود ہو جو انہیں بدبوؤں میں جنم لیتا ہے اور انہیں میں مر جاتا ہے۔ ہاتھ ہٹاؤ۔!

”مجھے تے ہو جائے گی۔!“ صدر سمجھی سمجھی سی آواز میں بولا۔

”پرواہ مت کرو.... ہو جانے دو....!“ عمران نے سخت لبھ میں کہا اور صدر کی روچ تک رزاٹھی کیونکہ اس لبھ میں اسے شکرال والے عمران کی جھلکیاں محسوس ہوئی تھیں۔ دوسرے یا لمحہ میں قطعی غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ تاک پر سے ہٹ گیا۔

”وہ پچھلی رات کار کا کیا قصہ تھا۔!“ عمران نے پوچھا۔

”جو بیانے اطلاع دی تھی کہ ریڈ کراس پر ایک ایسی کار کھڑی ہوئی ہے جس کا ایک پہیہ بے کار ہو گیا ہے۔ کار کا نمبر نوٹ کرنا تھا۔ میں اور تنوری وہاں پہنچے لیکن ہمیں کوئی ایسی کار نہیں مل سکی۔!
عمران نے اس پر رائے زنی نہیں کی۔ صدر بھی خاموش ہی رہا تھا جیسے منہ کھلنے پر یہ ساری بدویں اس کے حلقوں کے نیچے اتر جائیں گی۔

خدا خدا کر کے گلی ختم ہوئی اور وہ ایک کشادہ سڑک پر آنکھے.... کچھ دور چل کر عمران رک گیا۔
”اب میں ایکس ٹوکے حکم کے مطابق تمہیں ایک کام سونپتا ہوں۔!
”ضرور.... ضرور....!

”تمہیں اس فٹ پاٹھ پر ان مزدوروں کے ساتھ سونا پڑے گا۔!

اور وہ اسے کوئی غیر ملکی جاؤں سمجھتا تھا۔ وہ کافی دیر تک اس مسئلے پر غور کر تارہا کہ مزر نعمانی کی زبان کسی طرح کھلوائی جائے.... آخر کار اس نے اس سے کہا۔ ”تم ایک عرضی لکھو کہ تمہیں تین دن کی رخصت دی جائے۔“

”میں نہیں لکھوں گی۔!“ اس نے چڑپے پن کا مظاہرہ کیا۔
”ملازمت سے بر طرف کرو جاؤ گی۔!“
”مجھے پرداہ نہیں ہے۔!“

”پھر سوچ لو.... تمہارا اس طرح غائب ہو جانا ایک مجرمانہ فعل ہو گا۔ کیونکہ ان دونوں تم مجھے کے لئے ایک اہم کام انجام دے رہی تھیں اور اس کے کاغذات تمہاری یعنی تحویل میں ہیں۔!“
”تم کیا جاؤ۔....!“ مزر نعمانی یک بیک چوک پڑی۔

”میں کیا نہیں جانتا۔.... کیا تم اپنی بچپنی زندگی کے متعلق بھی کچھ سننا چاہتی ہو۔.... میرا خیال ہے کہ اگر مزر نعمانی کو تمہاری بچپنی زندگی کے کچھ حالات معلوم ہو جائیں تو وہ تمہیں طلاق بھی دے سکتے ہیں۔!“

”نہیں۔....!“ دفعتہ مزر نعمانی کے چہرے پر زردی نظر آنے لگی۔
”میں غلط نہیں کہہ رہا۔ تم خود بھی اسے سمجھتی ہو۔!“

”تم آخر ہو کون۔....؟“

”کلا چور۔.... لیکن تم سے صرف اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ تینوں کون تھے اور تم نہیں کب سے جانتی ہو۔ جان پچان کیسے ہوئی تھی۔!“

”آخر کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔!“

”اب میں اس سلسلے میں کوئی ٹنگو نہیں کروں گا۔!“ عمران نے ناخوش گوار لبجھ میں کہا۔
”میں جارہ ہوں اور تقریباً ایک ہفتہ بعد میری واپسی ہو گی۔.... یہ بھی سن لو کہ اس کمرے کے مہماںوں کے لئے صرف قیام کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ طعام کا نہیں۔ اس لئے سوچتا ہوں کہ ایک ہفتہ بعد تم کس حالت میں ملوگی۔.... اچھا نہ۔.... مجھے یہ سب کچھ قطعی نہ سوچنا چاہئے۔!“

عمران جانے کے لئے اٹھا۔

”ٹھہر و۔....!“ مزر نعمانی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”میرے خدا۔....!“ صدر اپنا سر سہلانے لگا۔ لیکن عمران اس کی طرف دھیان دیئے بغیر بولا۔ ”ادھر دیکھو۔.... کیا تم ان مزدوروں میں اپنے کسی ساتھی کو پیچان سکتے ہو۔!“
صدر نے فتح پا تھے پر نظر آنے والے بے شمار مزدوروں پر نظر ڈالی۔.... ان میں بوٹ پا ش کرنے والے معادروں کے معادوں بڑھی اور بوجھ اٹھانے والے۔.... ہر طرح کے مزدور تھے۔
”اوہ۔....!“ صدر نے ٹھوڑی دیر بعد آہستہ سے کہا۔ ”میں نے پیچان لیا۔ وہ سرخ قمیض والا یقینی طور پر لیفٹینٹ صدیقی ہے۔!“

”لہذا۔.... تمہاری اسی صلاحیت کی بنا پر ایکس ٹو تم سے اہم ترین کام لینا چاہتا ہے۔ بہر حال اب ایکس ٹو نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودگی میں صدیقی یہ کام انجام دے۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ اس کامیک اپ کتنا قص ہے۔.... تم نے اسے پہلی ہی نظر میں پیچان لیا۔!“

”اچھی بات ہے۔....!“ صدر نے اپنی تعریف پر خوش ہو کر کہا۔ ”مگر کام کیا ہے۔!“

عمران دوسری طرف والی عمارت کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ ”یہاں ایک ایسا آدمی رہتا ہے جس کے اوپری ہونٹ پر بائیں جانب خفیف سائیکل ہے۔ تمہیں اس پر نظر رکھنی ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ یہاں کس قسم کے آدمی آتے ہیں۔!“

”اطلاع دینے کی کیا صورت ہو گی۔!“

”وقتاً فتاً جو لیا کو فون کرتے رہنا اور اسی سے تمہیں ہدایات بھی ملیں گی۔!“

”آخر ایکس ٹو نے ایک عورت کو ہمارا انچارج کیوں بنار کھا ہے۔!“ صدر بولا۔

”یہ اسی سے پوچھنا۔.... اچھا میں چلا۔!“ عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔



عمران مزر نعمانی کو ہر طرح ڈرائیور مکاتارہا۔ لیکن اس سے کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ وہ کسی قیمت پر بھی یہ بتانے پر تیار نہیں تھی کہ ان مشتبہ آدمیوں سے اس کے تعلقات کس قسم کے تھے۔ اگر وہ مرد ہوتی تو عمران اس پر تشدد بھی کر گزرتا۔ مگر وہ عورت تھی اور اس کا تعلق ملکہ خارجہ سے تھا اور ملکہ خارجہ سے تعلق ہونے کی بنا پر عمران کو تشویش ہوئی تھی۔ اگر وہ اس آدمی کے ساتھ نہ دیکھی جاتی جس کے اوپری ہونٹ پر خفیف سائیکل ٹھا تو شاید عمران اس کی طرف دھیان دینے کی بھی ضرورت نہ محسوس کرتا۔ اس آدمی پر عرصہ سے عمران کی نظر تھی

”آزمائش ہی تھی تو وہ دونوں بھاگ کیوں گئے؟“
 ”کیسی آزمائش...!“ عمران نے پوچھا۔
 ”ہم ہوش سے نکل کر ایک گاڑی میں بیٹھے!“
 ”گرگاڑی میں تو وہی آدمی تھے!“
 ”ہاں.... صدر صاحب اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھے!“
 ”صدر صاحب....!“
 ”ہاں.... انہم کے صدر.... وہ دارالاحق میں گدھے پر سوار رہتے ہیں!“
 ”یہ دارالاحق کیا بلایا ہے!“
 ”اس عمارت کا نام جہاں ہمارے اجتماعات ہوتے ہیں۔ اسے تم ایک قسم کا کلب سمجھ سکتے ہو!“
 ”لیا صدر وہی تھا جس کے اوپری ہونٹ پر ٹھکاف سا ہے!“
 ”ہاں.... وہی.... وہ اس وقت کار میں موجود نہیں تھے۔ جب تمہاری گاڑی پر انہوں نے
 فائز کئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ تم بھی انہم کے ایک نئے ممبر ہو۔ لہذا وہ تم پر نعلیٰ پستول
 سے قاتر کر کے دیکھیں گے کہ تمہیں غصہ آتا ہے یا نہیں!“
 ”اوہ....!“ عمران نے آنکھیں پھاڑ کر ہونٹ سکوڑ لئے اور پھر کچھ سوچتا ہوا سر ہلانے لگا۔
 ”لیکن.... اگر یہ محض آزمائش تھی تو وہ بھاگے کیوں....؟ اور شاید آپ انہم کے ممبر
 بھی نہیں ہیں!“
 ”میری گاڑی کے میں میں تین سوراخ ہیں!“
 ”پھر میں کیا کروں.... مجھے تو کچھ بھی علم نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہوا....؟“
 عمران تھوڑی دریکھ کچھ سوچتا ہوا پھر بولا۔ ”تم تین دن کی رخصت کیلئے ایک عرضی لکھ دو!“
 ”کیوں....؟ نہیں اب میں کسی کی باتوں میں آکر کچھ نہیں کر سکتی!“
 ”خیر.... مجھے امید ہے کہ یہ کرہ تمہارے لئے زیادہ تکلیف دہ ثابت نہ ہو گا!“
 ”خدا کے لئے مجھے جانے دو....!“ ممز نعمانی گھکھیا۔
 ”اس وقت تک تمہیں یہاں مقیم رہنا پڑے گا جب تک کہ مجھ پر حملہ کرنے والے ہاتھ نہ
 آجائیں!“

”چلو ٹھہر گیا...!“
 ”میں احقوں کی انہم کی ممبر ہوں....!“ وہ آہستہ سے بولی۔
 ”ابھی تک تو تم اسی کا ثبوت دیتی رہی ہو!“ عمران نے اپنے لہجے میں بے تینی پیدا کرنے
 ہوئے کہا۔
 ”مہر جب تمہیں یقین ہی نہ آئے تو بتانے سے کیا فائدہ....!“ ممز نعمانی ہا خوش گوار بھجے
 میں بولی۔
 ”تم کہتی جاؤ.... دنیا میں بن اسی ایک انہم کی کمی تھی۔ وہ یہاں کے لوگوں نے پوری
 کر دی!“
 ”میں پتہ تباہتی ہوں پہلے تم تصدیق کرو.... پھر میں بتاؤں گی۔ جن لوگوں کو اس کا علم
 نہیں ہے وہ مشکل ہی سے یقین کریں گے!“
 ”میں یقین کروں یا نہ کروں.... تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہو! تمہارے بیان کی تصدیق کے
 لئے میرے پاس ذرائع موجود ہیں!“
 ”وہ بے پرواہ اور کھلندڑے سے آدمیوں کی انہم ہے۔ جو زبردستی احتق بن کر زندگی کو ایک
 نئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ شرم اور بے شرمی میں فرق نہیں کرتے۔
 عزت اور ذلت دونوں ہی ان کے لئے بے معنی الفاظ ہیں۔ نہ انہیں غصہ آتا ہے اور نہ وہ غم کو
 پاس بھکلنے دیتے ہیں۔ نہے ممبروں کو ان چیزوں کا عادی بنانے کے لئے انہیں بہت محنت کرنی
 پڑتی ہے۔ پچھلی رات ہم شرم اور بے شرمی کا فرق مثار ہے تھے!“
 ”کیا مطلب....!“
 ”انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ شرایبوں کی ایکٹنگ شروع کر دوں۔ مجھے اس کے تصور سے یا
 گھن معلوم ہوئی۔ لیکن پھر کلب کے قوانین کے مطابق مجھے ان کے کہنے پر عمل کرنا ہی پڑا۔ مجھے
 بڑی شرم معلوم ہو رہی تھی اس لئے میں نے شرایبوں کی طرح لاکھڑا کر چلتے وقت آنکھیں بند
 کر لی تھیں!“
 ”وہ نہی طرح جھینپ رہی تھی اور اس طرح رک رک کر بیان کر رہی تھی جیسے اے
 یادداشت پر زور دینا پڑ رہا ہو.... وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ ”اب سوچتی ہوں کہ اگر“

کرو۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ حق تمہارے سلسلے میں کوئی عقل مندی کر بیٹھیں۔!

”میا...؟“

”وہ تمہیں قتل بھی کر سکتے ہیں۔!“ عمران نے سرد لمحہ میں کہا۔
”نہیں....!“ وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

”ہاں.... ورنہ تمہیں زندہ رکھنے کی صورت میں عام لوگوں کو اس کا بھی علم ہو سکتا ہے کہ حق اکثر الگروں پر گولیاں بھی چلا جائتے ہیں۔!“

مز نعمانی اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیر کر رہ گئی پھر بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”آخر ان لوگوں نے آپ پر فائز کیوں کے تھے۔!“

تم خود بتاؤ.... ایسا کیوں ہوا ہو گا۔!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا اور اس نے پلکن جھکالا۔ میں کیا جانوں.... لیکن قرین قیاس ہے کہ آپ کوئی سرکاری جاوس ہوں.... اور احمدتوں کی انجمن مجرموں کا کوئی گردو۔....!

”تو پھر میں.... بتائیے.... میں کیا کروں.... اگر وہ مجرم ہیں تو انہوں نے مجھے اپنے جاں میں چھانے کی کوشش کیوں کی تھی۔“

”ابھی تک مجھے ان کی ذات سے مالی نقصان بھی نہیں پہنچا۔!“

”ممکن ہے کہ وہ کسی دوسری طرح سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں۔!“
”کیا مطلب....!“ وہ عمران کو گھورنے لگی۔

”کیا تم اپنے محلے کی خبریں ان تک نہیں پہنچا سکتیں۔!“

”ہرگز نہیں.... ان لوگوں نے آج تک مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ میرا ذریعہ معاش کیا ہے۔ میں کہاں رہتی ہوں اور میرے دوسرے مشاغل کیا ہیں۔!“

”خیر کچھ بھی ہو.... تم فی الحال وہی کرو جو میں کہوں۔ اسی پر تمہارے مستقل کا خصداں ہو سکتا ہے۔!
مز نعمانی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے پھرے پڑھنی انتشار صاف پڑھا جا سکتا تھا۔



”دوسری صبح شہر کے اخبارات میں ایک سننی خیز خبر دیکھی گئی اور یہ خبر مز نعمانی کے تعلق تھی۔ اس کی پراسرار گمشدگی پر محکمہ خارجہ نے تشویش ظاہر کی تھی اور اس کی طرف سے

”میرا اس محلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔!
”نہ ہو....!“ عمران نے لاپرواں سے کہا۔ ”مگر اس کا سے ضرور تعلق تھا جس سے فائز کئے گے تھے۔!
”میرے خدا.... میں کس مصیبت میں پھنس گئی۔!“ اس نے روہانی آواز میں کہا۔

”امیں تک تمہاری رسائی کیسے ہوئی تھی۔!“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ.... کاش وہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا۔... یا میں وہاں موجود نہ ہوتی۔!
”وہ خاموش ہو گئی اور عمران جواب طلب نظر وہ سے اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اس وقت اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

”ایک ماہ گزرا....!“ وہ کچھ دیر بعد محدثی سانس لے کر بولی۔ ”میں جہاں گئی پارک میں ایک لیدر کی تقریر سننے گئی تھی۔ چونکہ مجھے دیر ہو گئی تھی اس لئے بہت پیچھے کھڑے رہنا پڑا۔ میرے قریب ہی ایک فیشن سیمل م عمر آدمی بھی موجود تھا۔ تقریر کے دوران میں نے اسے کئی بار کراہتے سن۔ پھر وجہ معلوم ہوئی تو میری حیرت کی کوئی انہیانہ رہی۔ ہمارے پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں کے درمیان ایک نوجوان عورت موجود تھی جو بار بار اس کا کان پکڑ کر اس زور سے کھینچتی تھی کہ بوڑھے کا پورا جسم ہل جاتا تھا۔... لیکن وہ صرف کراہتا اور سکیاں لیتا رہا۔ ایک بار بھی عورت کی طرف نہیں مڑا۔... کچھ دیر بعد مجھے اس عورت پر غصہ آنے لگا جو اس شریف آدمی کو خواہ تجوہ بھرے مجمع میں ذلیل کر رہی تھی۔ بوڑھا دبی زبان سے کچھ بڑیڑا تا بھی جارہا تھا مجھے جیعنی نہ پڑا اور میں نے بوڑھے سے کہا کہ میں نے اس عورت کو دیکھ لیا ہے جو اس کا کان کھینچ رہی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ لوگ اور زیادہ نہیں گے۔ جن لوگوں نے اس عورت کی حرکت دیکھ لی تھی وہ بڑی طرح ہنس رہے تھے۔!
مز نعمانی سانس لینے کے لئے رک گئی اور پھر اس کے بعد کی داستان روشنی کے بیان سے مختلف نہیں تھی۔ وہ بالکل روشنی ہی کی طرح ”دار الحمن“ میں جا پہنچی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق وہ بوڑھا بھی احمدتوں کی انجمن کا ایک نیا ممبر تھا اور ایک پرانی ممبر اس کے صبر و ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

کچھ دیر خاموشی پھر عمران نے کہا۔ ”تمہارے لئے بھی بہتر ہے کہ تم فی الحال یہاں قیام

”نہیں.... اس لیے صرورت نہیں ہے۔“ عمران نے اسے جملہ پورا نہیں کرنے دیا۔ ”محکمہ سراغ رسانی کے بہترین دماغ وہاں چھان بین کر رہے ہیں.... اور اپنا بھی ایک آدمی ان میں موجود ہے۔!
”کون...؟“

”سارچنٹ نعمانی.... وہ بروی خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ابھی تک اس نے جو اطلاعات بھم پہنچائی ہیں اُس سے میرے نظریے کی تائید ہوتی ہے۔ وہاں کچھ مشتبہ لوگ موجود ہیں!“

”جب پھر یہاں آئیں اٹیشن پر بھی ہوں گے!“

”ہو سکتے ہیں!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسے صدر کے متعلق تشویش ہو گئی تھی۔ کہیں وہ کسی حادثہ کا شکار نہ ہو گیا ہو کیونکہ وہ لوگ جن کی مگر انی پر اسے مقرر کیا گیا تھا بہت چالاک تھے۔ ان کی چالاکی کا بھیتا جاگتا ثبوت خود عمران کی گاڑی کا بڑھا جس میں اب بھی نہیں سوراخ موجود تھے۔

اس نے داش مزل سے نکل کر ایک ٹیکسی لی اور اسی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں پچھلے دن صدر کو چھوڑا تھا اس کے ذہن میں بیک وقت کئی سائل ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ روشنی کی داستان مسز نعمانی کی داستان.... اور اس آدمی کی شخصیت جس کے اوپری ہوئے پر غفیف سائٹ گاف تھا۔

”وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ لہذا اس کے خلاف کافی ثبوت مہیا کئے بغیر عمران کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ شہر میں اس کے کئی چھوٹے موٹے کارخانے تھے اور اعلیٰ حکام تک اس کی پہنچ تھی۔ دعوتوں اور پارٹیوں پر بے تحاشہ پیے لانا تھا۔ اکثر تقریبات میں سر برہا مغلک تک کومد عور کر دیتا تھا۔ مگر احمدتوں کی انجمن کا خرشن ایک صدر ہونا عمران کے لئے جیت انگیز ضرور تھا۔ آخر اس انجمن کا مقصد کیا تھا؟“

اس نے مزل تقصود سے کافی فاصلے پر ٹیکسی چھوڑ دی اور پیدل ہی چل پڑا۔ عمارت کے سامنے والے فٹ پاٹھ پر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن صدر کہیں نہ تھا۔ دیسے یہاں اس وقت بھی بہتیرے مزدور موجود تھے۔ عمران کی تشویش بڑھ گئی مگر وہ

اعلان کیا گیا تھا کہ مسز نعمانی کا نشان بتانے والے کو پاٹچ ہزار روپے بطور اعامدینے جائیں گے۔ بعض نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس کی تحویل میں بعض اہم کاغذات بھی تھے جو ابھی تک وہ پریکری ٹیکسٹری کو نہیں مل سکے۔ ان اخبارات نے خیال ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے وہ کاغذات ہی اس کی گشادگی کا باعث بنے ہوں۔

یہ تمام خبریں عمران ہی کی ایماء پر شائع ہوئی تھیں۔ اس نے رات داش منزل ہی کے کمرے میں بسر کی تھی۔ صبح ہی اس نے جولیا نافٹر واٹر کو فون کیا وہ دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے صدر کی طرف سے کوئی پیغام ملا یا نہیں۔

”جی نہیں....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”یہ تیل کا کیا قصہ ہے جناب!“

”اندر وون ملک سے جو تیل آئیں اٹیشن کے لئے بھیجا جاتا ہے اس کی پوری مقدار شاذ و نادر ہی پہنچتی ہے!“

”بھی پوری مقدار میں بھی پہنچ جاتا ہے!“ جولیا نے پوچھا۔

”شاذ و نادر کا یہی مطلب ہوتا ہے جولیا۔“

”اوہ.... معاف کیجئے گا۔ میں ابھی سو کراٹھی ہوں جتاب دماغ ٹھیک نہیں ہے۔ تب پھر بھی نہیں کہا جا سکتا کہ پانچ لاٹن میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو!“

”تمہارا خیال درست ہے!“

”پھر کیا واجہ ہو سکتی ہے!“

”ہو سکتا ہے آئیں فیلڈ ہی میں کوئی شرارت ہو رہی ہو۔ ایسا ممکن ہے تم دیکھ رہی رہی ہو کہ آج کی دنیا دو مختلف کیمپوں میں بٹ گئی ہے۔ ایک کیمپ کے جاؤں دوسرے کیمپ میں گھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کی جیں کھو کھلی کر سکیں۔ ہمارے تیل کا مسئلہ بھی خالف کیمپ کے جاؤں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر سکتا ہے۔ دراصل ان دونوں ہم ایک معاہدے کے تحت اپنے تیل ایک دوست ملک کو دے رہے ہیں۔ اب تم خود سوچو کہ معاملات کیا ہوں گے۔ مجھے لینا ہے کہ خالف کیمپ کے جاؤں اس میں حاجج ہونے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیں گے!“

”جی ہاں.... میں نے بھی یہی سوچا تھا.... تو پھر کیا ہم اپنی تمام تر توجہ آئیں نیلہ کا طرف!“

وسرے رواں میر پر اس کے سن لئے جانے کا احتمال نہیں تھا۔!

کچھ دیر بعد اس نے سار جنت نعمانی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”میں یہاں ہو گیا ہوں جناب بدلت تمام ریلوے اسٹیشن تک پہنچ کر جولیا کو فون کر سکتا تھا۔ اس وقت میرے پاس دو اہم ترین اطلاعات ہیں۔ اول تو یہ کہ آج سے چھ ماہ قبل پاپ لائے خراب ہو گئی تھی۔ جس کی درستگی کے لئے اسیں رنگوں والا نامی ایک شخص کو ٹھیکہ دیا گیا تھا اور دوسرا اطلاع یہ ہے کہ آج صدر اے ایس رنگوں والا کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا ہے۔!

”دونوں خبریں بڑی شاندار ہیں نعمانی....!“ عمران نے ایکس ٹوکی آواز میں کہا۔ ”میں تم سے بے حد خوش ہوں.... ہاں تو رنگوں والا باب وہاں کس سلسلے میں گیا ہے۔!

”غالباً باب پھر اسے پاپ لائے کی درستگی کے لئے ٹھیکہ دیا جائے گا۔!

”اوہ.... تو ان کی دانست میں یہ پاپ لائے کی خرابی ہی ہے۔!

”جی ہاں.... چیف انجینئرنگ کا بھی خیال ہے۔!

”اچھا تو اب چیف انجینئرنگ پر بھی نظر کرو....!

”بہت بہتر جناب....!

”کیا پوری پاپ لائے کی کھدائی کی تجویز یہ غور ہے۔!

”نہیں جناب.... اس کا قصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پوری پاپ لائے تین سو میل لمبی ہے۔!

”پھر....!

”چیف انجینئرنگ کا خیال ہے کہ خرابی اسی طبقے میں ہو سکتی ہے جسکی مرمت چھ ملے قبل کھدائی گئی تھی!

”بہت اچھے نعمانی.... تم بہت قاعدے سے کام کر رہے ہو۔ اچھادیکھو.... میں تمہاری مدد کے لئے صدر کو دیں چھوڑتا ہوں۔ اس سے کہہ دو کہ وہ رنگوں والا کے ساتھ واپس نہ آئے اور ہلادیکھو پاپ لائے کی درستگی کے لئے کھدائی شروع ہونے سے ایک دن پہلے مجھے اطلاع دیں۔!

”بہت بہتر جناب....!

”اور اینڈ آں....!“ عمران نے کہا اور ٹرانس میٹر بند کر دیا۔

اس کے متعلق کسی سے پوچھ گئے بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نہیں کے پھانک پر لگی ہوئی نہم پلیٹ اسے منہ چڑا رہی ہو۔ نہم پلیٹ پر ”اے ایچ رنگوں والا“ تحریر تھا۔ اس آدمی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ دوسرا صدر عظیم کے زمانے میں برما سے بھاگ کر آیا تھا اور پھر یہاں بھی آہستہ آہستہ اس کا کاروبار پھیلتا گیا تھا جب آیا تھا کہ پڑے تھے اور جیسیں خالی۔ مگر پھر حیرت انگیز طور پر وہ مالدار ہوتا گیا۔ کروڑوں کا کاروبار چھوڑ کر بھاگ آیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی برابر اس کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ وہ صرف تھوڑے دنوں تک لکھاں رہا اور اس کے بعد پھر دولت نے اس کا گھر دیکھ لیا۔

عمران کھڑا سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ مگر پندرہ منٹ گزر جانے کے بعد بھی ”کوئی فصلہ نہ کر سکا۔ سوال تو یہ تھا کہ وہ صدر کو تلاش کہاں کرتا۔

ان حالات کے پیش نظر وہ یا تو کسی جنگاں میں پھنس گیا تھا یا پھر اس شہر ہی میں نہیں تھا اور نہ ایکس ٹوک کے عام احکامات کے مطابق اسے ہر تیرے گھنٹے پر جولیا فائز اور کورپورٹ دینی چاہئے تھی۔ سارا دن اس نے صدر کی تلاش میں گزار دیا۔ اپنے ما تکوں کو بھی ہدایت دی کہ وہ صدر کو تلاش کریں.... لیکن نوبجے رات تک اسے امید افزار پورٹس نہیں ملیں۔ پھر جولیا کا فون آیا ”جو لیا اسپلینگ سر....!“ وہ کہہ رہی تھی۔ ”نعمانی آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پاس صدر کے متعلق کوئی رپورٹ ہے۔!

”صدر کے متعلق رپورٹ...!“ عمران نے حیرت سے دہرایا۔ ”نعمانی تو آئیں فیلڈ میں ہے۔“ ”جی ہاں.... آپ نے مجھے بتایا تھا.... نعمانی نے وہاں کے ریلوے اسٹیشن سے ٹرک کال کی تھی۔ آپ سے آج کتنی بار اس نے ٹرانس میٹر پر گفتگو کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے جواب نہیں ملا۔ اس لئے اسے مجبور اسجھے ٹرک کال کرنی پڑی.... تاکہ میں اس کا پیغام آپ تک پہنچا سکوں۔“ ”اوہ، بہت اچھا شکریہ....!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ساؤنڈ پروف کرنے میں آیا ممز نعمانی اب بھی سیکن تھی اور بے خبر پڑی سورتی تھی۔ اس کے غل غاڑے سے بچے کے لئے عمران نے اسے مور فیکا نجکشن دیا تھا۔

یہاں آگر اس نے ایک مخصوص قسم کے ٹرانس میٹر پر سار جنت نعمانی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس ٹرانس میٹر کی آواز صرف اسی ساخت کا ٹرانس میٹر کچھ کر سکتا تھا کہ

وہ گھرے تکرے میں ڈوبا ہوا تھا۔
وہ پھر سائنس پروف کرے سے اس کرے میں آیا جہاں فون تھا اور روشنی کے نمبر ڈائل کرے۔
”پلو.... روشنی.... عمران اسپینگ....!“

”تم مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ یہ کیا چکر ہے۔!“ روشنی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔
”چکر یہ ہے کہ میں اس انجمن کو فتا کر دینا چاہتا ہوں۔!“
”کیوں....!“

”میری موجودگی میں کوئی دوسرا اس انجمن کا صدر نہیں ہو سکتا۔ مجھے سے بڑا حق اس شہر میں اور کون ہو گا۔!“

”صدر صاحب۔!“ روشنی بے تحاشہ ہس پڑی۔ پھر بولی۔ ”انہوں نے تو تین ماہ کی چھٹی لے لی ہے۔ لہذا آج نائب صدر کی خرثینی کا جشن منایا گیا تھا۔ مجلس عاملہ کے ارکان کا خیال ہے کہ تین ماہ گزرنے کے بعد صدر صاحب استعفے دے دیں گے کیونکہ وہ دوسروں کا حق مار کر زیادہ دنوں تک خرثینی نہیں رہنا چاہتے۔ اور عمران تمہارے لئے ایک سنسنی خیز خبر بھی ہے۔!
”کیا....!“

”میں نے اندازہ لگایا ہے کہ خواتین ممبروں میں زیادہ تر حکماء خلائق سے تعلق رکھنے والیاں ہیں۔!“

”گند..... یہ کام کی بات بتائی ہے۔!“ عمران چمک کر بولا۔
”میں نہیں سمجھی....!“

”نه سمجھتا ہی بہتر ہے ورنہ تم اپنے رویے میں بے سانگلی نہ پیدا کر سکو گی۔ اب تم کوش کرو کہ تمہیں جلد از جلد ممبر بنالیا جائے۔!“

”میں کل سے ہرگز نہیں جاؤں گی۔!“

”کیوں....?“

”اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک کہ تم مجھے اس کے مقصد سے آگاہ نہ کر دو۔!“

”نہیں روشنی تم ایسا نہیں کر سکتیں۔۔۔ تمہیں ہر حال میں ممبر بنانا پڑے گا۔!“

”تم آخر مجھے بتاتے کیوں نہیں۔!“

”میں تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا۔ لیکن ابھی نہ پوچھو۔۔۔ کھلی گز جائے گا۔ بس تم انجمن اور اس کی کارگزاریوں میں دلچسپی لیتی رہو۔!“

”تم مل کب رہے ہو۔!“

”انجمن کا خاتمه کرنے کے بعد۔۔۔ مجھ سے فی الحال دور ہی دور رہو۔ روشنی جن لوگوں سے سابقہ پڑا ہے زیادہ محاط اور چالاک ہیں۔ اگر کہیں راہ میں اتفاقاً مجھ سے ملاقات بھی ہو جائے تو انہیوں کی طرح میرے قریب سے گزر جاؤ۔!“

”اور سنو۔۔۔ آج وہاں ایک عجیب و غریب احتق بھی نظر سے گزرا میں اس کی طاقت دیکھ کر روزگنی تھی۔ اس نے نائب صدر کی خرثینی کے بعد انہیں گدھے سمیت اٹھایا تھا اور تقریباً وہ منٹ تک اسی طرح اٹھائے کھڑا رہا تھا۔!“

”مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔ اگر کوئی کام کی بات بتا سکتی ہو تو بتاؤ۔!“

”جب مجھے یہی نہیں معلوم کہ معاملے کی نوعیت کیا ہے تو میں کام کی بات کیسے بتا سکوں گی۔!“

”صدر نے تین ماہ کے لئے چھٹی کیوں لی ہے۔!“

”آہ۔۔۔ یہ بھی بڑا دلچسپ قصہ ہے۔۔۔ صدر صاحب کا مطالبہ تھا کہ گدھا بدلا جائے۔ موجودہ گدھا ان کی صحت کے لئے مضر ثابت ہو رہا ہے۔ مجلس عاملہ اس پر تیار نہیں ہوئی۔ اس کے ارکان کی متفق رائے تھی کہ انہیں صدر اور گدھے میں فرق نہ کرنا چاہئے۔ اگر گدھا بدلا جاسکتا ہے تو صدر بھی بدلا جاسکتا ہے۔ صدر صاحب نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ انہوں نے چھٹی لے لی تاکہ گدھا اور صدر دونوں بدلتے جائیں۔ لیکن نائب صدر نے ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ گدھا نہیں بدلا جائے گا۔!“

”وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ وہ گدھا خود ان سے زیادہ معزز ہے۔ کیونکہ انجمن کے پہلے صدر کی سواری میں رہ چکا ہے۔!“

”اوہ نہ۔۔۔ ختم کرو۔۔۔!“ عمران بولا۔ ”یہ میرے لئے کام کی بات نہیں ہے۔۔۔ اچھا نہیں۔!“

”اس نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور ایک طویل انگرائی لے کر سونے کے کمرے کی طرف چلا گیا۔!“

جو لیا اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بیٹھ گئی۔ عمران کے ہونٹوں پر شرات آمیز مکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

”کیوں؟ کیا بہت سارے کانوں تک میری آواز نہیں پہنچ گی!“

جو لیا کچھ نہ بولی۔ عمران یہاں اس لئے نہیں آیا تھا کہ جو لیا کے ساتھ وقت بر باد کرتا وہ اسے اپنے ساتھ نگارو لے جانا چاہتا تھا۔ فگارو.... جہاں مزرعمنی نے شرایبوں کی سی اینڈ کر کے بلیک زیرہ کو دھو کا دیا تھا۔ عمران کو شبہ تھا کہ فگارو میں بھی ان لوگوں کا کوئی آدمی ضرور ہو گا۔

ورنہ مصنوعی شراب کیسے مہیا کی جاسکتی!

اسے مزرعمنی کے بیان کی صداقت پر شبہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ اس نے اس رات اس میں ایسے آغاڑ نہیں پائے تھے جن کا نئے کی حالت میں پالیا جانا لازمی ہوتا ہے۔

آج اس نے ارادہ کیا تھا کہ وہاں چھان میں کرے گا.... اور اس کے لئے وہ جو لیا کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن جو لیا تو ہوا پر سوار تھی۔ عمران سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کس طرح راہ پر لائے کہ فون کی گھنٹی بجی۔

جو لیا نے اٹھ کر فون کاریسور اٹھایا۔

”بیلو... لیں اٹ از جو لیا نا فٹر وائز... اوہ.... اچھا....!“ اور پھر وہ فوراً ہی سلسلہ مقطوع کر کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ عمران نے پہلی ہی نظر میں محسوس کر لیا کہ وہ داش میز کے نمبر تھے۔ اس نے دو تین بار نمبر ڈائل کئے اور پھر تھکے ہوئے سے انداز میں رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ داش میز سے جواب کون دیتا۔ عمران تو نہیں موجود تھا۔ بہر حال اس نے جو لیا کے ہمراہ پربات پڑھ لی کہ اس کے پاس ایکس نو کے لئے کوئی اہم اطلاع ہے۔

”کیا بات ہے!“ اس نے آہستہ سے پوچھا۔

”تم سے مطلب....!“ جو لیا جلا کر مڑی۔

”تم آخر اتنی چڑپڑی کیوں ہو گئی ہو!“

”تمہیں اس سے بھی کوئی سروکار نہیں ہوتا چاہئے!“

”ہا میں.... کیا میں وہی عمران نہیں ہوں جس سے شکرال کے راستے میں!“

”خاموش رہو.... میں کچھ نہیں سنتا چاہتی۔ میں تمہیں اپنا مفہومکہ نہیں اڑانے دوں گی!“

دوسری صبح جو لیا فٹر وائز کے توسط سے لیفٹینٹ چوہان نے اسے اطلاع دی کہ آئیل اسٹیشن کے کچھ ذمہ دار لوگ حرast میں لے لئے گئے ہیں۔ ان پر اڑام ہے کہ ان کی لاپرواپیوں کی بنا پر تیل ضائع ہو جاتا ہے۔ عمران نے یہ خبر سنی لیکن وہ اس کے متعلق کچھ سوچنا ہی بیکار سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس کا نظریہ شروع ہی سے یہ رہا تھا کہ صرف آئیل فلیڈ والے اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ اس دن وہ دن بھر شہر کی سڑکیں ناپاڑا رہا۔ یونہی بے مقصد.... شام کو جو لیا فٹر وائز کے فلیٹ میں جا پہنچا۔

جو لیا تباہی تھی۔ اس نے عمران کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔

”میں یہ کہنے آیا تھا کہ ایک تجارت میں شرکت کرلو۔ میں پیاز اور بیٹنگن امپورٹ کرنے جا رہا ہوں۔!“

”تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے!“ جو لیا جلا کر مڑی۔

”تمہارے تیور سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ شامت کھینچ لائی ہے!“

”یہاں سے چلے جاؤ....!“

”کیوں....؟“ عمران ایک آرام کر سی میں گرتا ہوا بولا۔

”کچھ نہیں میں تم سے نہیں ملتا چاہتی!“

”میں کب کہتا ہوں کہ ملو.... جہاں بیٹھی ہو دیں بیٹھی رہو!“

وہ اب بھی اس کی طرف نہیں دکھ رہی تھی۔

”میں نے صبح سے چائے نہیں پی۔!“

”تو پھر میں کیا کروں۔!“ جو لیا نے جلے بننے لجھ میں کہا۔ ”یادوں عورت روشنی تمہیں ایک کپ چائے بھی نہیں دے سکتی!“

”وہ عورت نہیں وہ میری خالہ ہے۔!“ عمران نے غصیلے لجھ میں کہا۔

”میں فضول بکواس سننے کے موڑ میں نہیں ہوں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ!“

”میں چائے پے بغیر نہیں چاؤں گا خواہ کچھ ہو!“

”جیسا آپ مناسب تھیں.... مگر عمران وقت بہت برپا کرتا ہے۔“ سارجنٹ نعمانی نے کہا
”لیکن وہ آج تک کسی بھی معاملے میں ناکام نہیں رہا۔ اس کا اعتراف تھیں بھی ہو گا۔“
”میں معافی چاہتا ہوں جناب....!“

”کوئی بات نہیں.... یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ تم کسی بات کو بھی بے چون و چا تسلیم
نہیں کر لیتے۔ کسی بھی معاملے پر ہر پہلو سے بحث کرنی چاہئے اچھا اور کچھ کہنا ہے تھیں۔!“
”نہیں جناب....!“

عمران نے ٹرانس میٹر بند کر دیا اور پھر جولیا کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسرا طرف سے فوراً ہی
جواب ملا۔

”تم دو گھنے بعد.... داش منزل پہنچ جاؤ.... تھیں کچھ دنوں تک یہیں قیام کرنا پڑے
گا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“ جولیا نے کہا۔ ”مگر....؟“

”پوری بات سنو....!“ عمران جھلا گیا۔ ”یہاں ایک قیدی ہے۔ اس کی گمراہی کرنی پڑے
گی۔ وہ باہر نہ جانے پائے اس کی آنکھوں پر پی باندھ کر یہاں لایا گیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ رہائی
کے بعد اسے یہ نہ معلوم ہوتا چاہئے کہ وہ کہاں قید تھی۔!“

”میں سمجھ گئی.... جناب آپ مطمین رہئے۔!“

”داش منزل پہنچنے کے بعد ضرورت پڑنے پر تم مجھ سے ذی سیون ساخت کے ٹرانس میٹر
پر ارابط قائم کر سکو گی۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اب سوا سات نج رہے ہیں۔ تم ٹھیک دو گھنے بعد یہاں پہنچ جاؤ۔ وہ ساؤنڈ پروف کرے میں
ہے۔ اکثر وہ شور بھی چانے لگتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے تم اسے مورفیا کے انگشن دے سکتی
ہو۔!“

”تو وہ کوئی عورت ہے۔!“

”ہاں.... لیکن تم اس سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھو گی دیے تم اسے پچانتی ضرور
ہو گی۔ وہ حکمہ خارجہ کے ایک ذپیں سیکرٹری کی پرنسپل اسٹنٹ ہے۔!“

”تمہاری مرضی....!“ عمران نے لاپرواہی سے اپنے شانوں کو جبکش دی اور امتحا ہوا بولا۔
”میں کل اسی وقت پھر آؤں گا۔!“

”آج کی چائے احمد رہی۔!“

وہ دروازے کی طرف بڑھا اور دفتی جولیا کے چہرے سے ظاہر ہونے لگا جیسے وہ اسے روکنا
چاہتی ہو۔ ایک بار ہونٹ بھی ہلے۔... مگر عمران تو کبھی کا باہر آچا تھا۔

”اس نے داش منزل پہنچنے میں دیر نہیں کی اور وہاں پہنچ کر خود ہی جولیا کے نمبر ڈائل کئے۔!
”بیٹھو جولیا۔!“ اس نے ایکس ٹوکی آواز میں کہا۔

”لیں سر....!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔ ”میں کئی بار رنگ کر پھیل ہوں۔!“

”ہاں.... میں موجود نہیں تھا۔ کوئی خبر....؟“

”جی ہاں.... سارجنٹ نعمانی رابط قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کی ٹرک کال پھر آئی تھی۔!“

”اچھا.... میں دیکھتا ہوں....!“ عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر ساؤنڈ پروف کرے میں آیا۔
لیکن وہاں سے اپنے ٹرانس میٹر والا صندوق باہر اٹھا لانا پڑا۔ کیونکہ مسز نعمانی جاگ رہی تھی۔
پچھے دیر بعد وہ سارجنٹ نعمانی سے گفتگو کر رہا تھا۔

”پرسوں صبح سے پاپ لائن کی مرمت کے لئے کھدائی شروع ہو جائے گی جناب۔!“

”تھیں یقین ہے۔!“ عمران نے پوچھا۔

”مجھے یقین ہے جناب....!“

”کیا رنگون والا.... اب بھی وہیں موجود ہے۔!“

”جی ہاں.... وہ اپنی گمراہی میں کھدائی کرائے گا۔!“

”صدر کہاں ہے....؟“

”یہیں ہے.... اور اس بنگلے میں مالی کی حیثیت سے کام کر رہا ہے جن میں رنگون والا نے
قیام کیا ہے۔!“

”اگذ.... تم دونوں پر مجھے بے حد اعتماد ہے۔!“

”ہم شکر گزار ہیں جناب۔ آپ جیسا قدر داں آفیسر بھی مشکل ہی سے نصیب ہوتا ہے۔!“

”میں عمران کو تمہاری مدد کے لئے بھیج رہا ہوں۔!“

مشکل کام تھا پہلے اس نے سوچا تھا کہ وہ ایشیں ہی پر میک اپ کر لے گا! وہ سمجھتا تھا کہ وہاں اوپنے درجے کے مسافروں کے لئے (چھوٹا موٹا ہی سہی) دینگ روم ضرور ہو گا..... لیکن وہاں تو خاک اڑ رہی تھی۔

میں کا ایک سائے بان تھا جس کے نیچے مسافروں سے زیادہ آزاد کئے نظر آتے تھے۔ وہ ابھن میں پڑ گیا..... کافی دیر تک البتہ تھا..... لیکن پھر یہک بیک اس نے چیز کر بس کندیکثر سے کہا!

”مجھے یہاں اترنا ہے!“

بس کی رفتار کم ہو گئی۔ لیکن بس کندیکثر نے کہا۔ ”یہاں اس دیرانے میں کہاں اتریے گا۔“ ”اوہ یہاں اس تالاب کے کنارے دادا جان مر حوم کی قبر ہے.... فاتحہ کروں گا۔!“ عمران نے سر ہلا کر احتقانہ انداز میں کہا۔

”مگر.... پھر آپ کو کوئی بس یہاں سے نہیں ملے گی۔ یہ آخری راونڈ ہے۔“ بس کندیکثر نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اور کالونی یہاں سے تقریباً تین میل دور ہے۔!“ بس رک چکی تھی.... عمران اپنا سوت کیس سنjal کر اترتا ہوا بولا۔

”بہت بہت شکریہ.... میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔ مگر دادا جان کو شکایت کا موقعہ دینا میرے بس سے باہر ہے۔!“

بس آگے بڑھ گئی.... اور جب تک وہ اگلی ڈھلان پر نظروں سے او جمل نہیں ہو گئی عمران دیں گھٹا رہا۔

سورج مغرب میں جھک رہا تھا اور اب دھوپ میں تماثل نہیں رہ گئی تھی۔ عمران اس تالاب کی طرف بڑھا ہے دیکھ کر وہاں اسے دادا جان مر حوم کی قبر پیدا کرنی پڑی تھی۔ گو تالاب کا پانی گدلا تھا۔ لیکن اس کی نکلنے اسے پھر سے تزویز کر دیا۔ وہ تقریباً میں منٹ تک نہماں رہا۔ پھر دفشا خیال آیا کہ سورج غروب ہونے سے قبل ہی اسے میک اپ کر لیتا چاہئے۔ ورنہ پھر اس کے لئے روشنی کہاں سے لائے گا۔!“

میک اپ بڑا شاندار رہا۔ وہ اب پروفیسروں کی سی وضع کا ایک سنجیدہ آدمی نظر آ رہا تھا۔ ٹھوڑی پر بھورے رنگ کی فرجی کٹ ڈاڑھی تھی اور باریک موچھیں.... آنکھوں پر ریم لیس فریم

”مجھے یہاں اترنا ہے!“

”اوہ یہاں اس تالاب کے کنارے دادا جان مر حوم کی قبر ہے.... فاتحہ کروں گا۔!“ عمران نے سر ہلا کر احتقانہ انداز میں کہا۔

”مگر.... پھر آپ کو کوئی بس یہاں سے نہیں ملے گی۔ یہ آخری راونڈ ہے۔“ بس کندیکثر نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اور کالونی یہاں سے تقریباً تین میل دور ہے۔!“ بس رک چکی تھی.... عمران اپنا سوت کیس سنjal کر اترتا ہوا بولا۔

”بہت بہت شکریہ.... میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔ مگر دادا جان کو شکایت کا موقعہ دینا میرے بس سے باہر ہے۔!“

بس آگے بڑھ گئی.... اور جب تک وہ اگلی ڈھلان پر نظروں سے او جمل نہیں ہو گئی عمران دیں گھٹا رہا۔

سورج مغرب میں جھک رہا تھا اور اب دھوپ میں تماثل نہیں رہ گئی تھی۔ عمران اس

یہ سفر بہت زیادہ تھا دینے والا ثابت ہوا تھا۔ عمران نے نیلی گرام کے چھوٹے سے ایشیں پر جاگرا طمیان کا سانس لیا۔ حالانکہ سفر سات گھنٹے سے زیادہ کا نہیں تھا اور سر دیوں کے دن تھے۔ لیکن دراصل اس ریگستان نے عمران کا جعلی بگاڑ دیا تھا۔ جس سے گزر کر تین یہاں تک پہنچی تھی۔ ابھی دس میل مزید طے کرنے تھے۔ اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی اور اپنے ریت سے اسے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

”وہ گھنٹے اور....؟“ وہ آہستہ سے بڑا بڑا لیا۔

اطلاع کے مطابق دو گھنٹے بعد ایک بس اسے آئیں فیلڈ تک لے جاتی۔... اسے یہاں ریلوے ایشیں پر اتنا پانی نہیں ملا تھا کہ وہ عسل کر سکتا۔ بہر حال چہرے پر کر کرانے والے ریت کے ذرات سے نجات مل گئی۔

اس علاقے میں تیل کے کنوئیں ہونے کی وجہ سے یہ ریلوے ایشیں قائم کیا گیا تھا۔ ورنہ ایسے اجائزہ دیرانے میں ریلوے ایشیں کا کیا کام۔

پھر بھی اس کا فاصلہ آئیں فیلڈ کالونی سے تقریباً دس میل تھا۔... بعض میکنیکل دشواریوں کی بنا پر ایشیں کالونی کے قریب ہی نہیں بنایا جا سکا تھا۔... ریلوے ایشیں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آئیں ایشیں بھی تھا جسے ایک دس میل لمبی پاپ لائیں تیل صاف کرنے کے کارخانے سے ملاتی تھی! اور یہی وہ آئیں ایشیں تھا جہاں سے بندراگاہ والے آئیں ایشیں کے لئے پاپ لائیں کے ذریعے تیل روائی کیا جاتا تھا۔

لیکن عمران نے اس وقت اس کی طرف دھیان بھی نہیں دیا۔! تقریباً دو گھنٹے تک اسے کھیاں مارنی پڑیں.... اور پھر وہ بس میں بیٹھ کر کالونی کی طرف روانہ ہو گیا۔

اسے خدشہ تھا کہ کہیں اس گروہ کے کسی ایسے آدمی سے مذہبیز نہ ہو جائے جو اسے پہچانتا ہو! کیونکہ ایک بار وہ ملک زیر دی وجہ سے کم از کم تین آدمیوں کی نظروں میں تو آہی چکا تھا اور ان تین آدمیوں میں رنگوں والا بھی شامل تھا۔

عمران سوچنے لگا کہ اسے میک اپ کے بغیر کالونی میں نہ داخل ہونا چاہئے مگر اب یہ ایک

”مز نہمانی...!“ روشنی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”ہاں میں ان کی صورت آشنا ضرور ہوں۔“

لیکن آج تک گفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا!“

”میرا خیال ہے کہ وہ ترقی پا کر سکتیں اور چلی گئی ہیں ورنہ یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ ہاں نہ آئیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بیمار پڑ گئی ہوں!“

”پتے نہیں... میں نے شاید کئی دنوں سے انہیں آفس میں بھی نہیں دیکھا!“

”وہ اختلاج قلب کی مریضہ تھی۔ لیکن اس انجمن میں داخل ہوتے ہی ان کی صحت بھی بہتر ہونے لگی تھی!“

”آہا کیوں نہیں...!“ روشنی ہنس پڑی اور پھر بولی۔ ”میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ کیلیشم کے انجکشن لینے کی بجائے احمدتوں کی انجمن کی ممبر بن جاؤں!“

”اب آپ کو کیلیشم کے انجکشن نہیں لینے پڑیں گے!“ بوڑھے نے سبیح گی سے کہا اور روشنی اس طرح مطمئن نظر آنے لگی جیسے کچھ کیلیشم کے انجکشن لینے والی تھی۔

دفعہ اسے عمران کی بدایت یاد آئی اور وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ قائم مقام صدر صاحب گدھے پر سوار ہاں میں چھل قدمی فرمائے تھے اور کلب کی خواتین ممبر انہیں نمری طرح پہنچ رہی تھیں۔ جب وہ بہت زیادہ جھینپ جاتے تو دواتر میں انگلی دبا کر نظریں جھکائے ہوئے اس طرح مسکراتے کہ ان پر سے ہزاروں لڑکیوں کا کنوار اپن صدقے اتر جاتا۔

اچانک ایک نوجوان عورت ہاں میں داخل ہوئی اور سید ہی صدر صاحب کے پاس چلی آئی۔ پہلے اس نے جھک کر ان کے گدھے کو سلام کیا پھر اپنا جوتا تار کر اسے صدر صاحب کے چہرے کے قریب لے گئی۔ روشنی کی توجہ اس وقت انہیں دنوں کی طرف تھی۔ یک بیک اسے کچھ شہر ہوا اور وہ سید ہی ہو کر بیٹھ گئی۔

صدر صاحب کے انداز سے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ جوتے کے اندر کوئی چیز دیکھ کر مبہوت رہ گئے ہوں۔

پھر انہوں نے سر کو خفیف سی جبٹ دی اور عورت نے جوتا پکن لیا۔

”بھی بڑی عجیب بات تھی کہ پھر وہ سید ہی اسی میز پر آئی جس کے قریب روشنی اور اس کا

مر گئی۔ اسے دراصل دار الحمن پہنچا تھا۔ کیونکہ آج وہ ممبری کافارم پر کرنے والی تھی۔

وہ بوڑھا آدمی جس کی وساطت سے وہ ہاں تک پہنچی تھی۔ ہاں میں موجود ملا حیثت تو یہ تھی کہ روشنی ممبر بننے کے لئے اتنی بے تاب نہیں تھی جتنا کہ ایک ممبر کے حیثت انگریز کمالات دیکھنے کے لئے بے چین تھی یہ وہی ممبر تھا جس کے متعلق اس نے عمران کو بتایا تھا کہ اس نے قائم مقام صدر کو گدھے سمیت اٹھا لیا۔

روشنی آج سے دو دن پہلے یہاں آئی تھی اور اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ آج اپنی غیر معمول طاقت کا مظاہرہ کرے گا۔

لیکن جب بوڑھے نے یہ بتایا کہ وہ اچانک بیمار پڑ گیا ہے تو روشنی کو بڑی مایوسی ہوئی۔

بوڑھے نے کہا۔ ”اب وہ کافی عرصہ تک ہمیں اپنے کمالات نہ دکھائیں گے!“

”کیوں...!“

”میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے ہیں!“

”مجھے بہت افسوس ہے!“

”یہاں کے سارے احتمان کے لئے مغموم ہیں!“ بوڑھے نے جیب سے فارم نکالتے ہوئے کہا۔ ”خیراب آپ اسے بھر دیجئے!“

روشنی فارم بھرنے لگی۔ اس میں ہر قسم کی تفصیلات کے کالم تھے۔ لہذا روشنی ”پیشہ“ کا کالم بھرتے وقت پچکائی۔ ”وہ سوچنے لگی تھی کہ یہاں وہ سچائی سے کام لے یا ”فرما“ کرے

شاید ایک منٹ گزر جانے ہی پر وہ فیصلہ کر سکی کہ اسے جھوٹ کو دخل نہ دینا چاہئے۔ فارم پر کرنے کے بعد اس نے اسے بوڑھے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”دیکھئے کوئی غلطی تو نہیں رہ گئی!“

بوڑھا سے کچھ دیر تک دیکھا رہا پھر بولا۔ ”تو آپ محکمہ خارجہ سے تعلق رکھتی ہیں!“

”جی ہاں...!“

”یہاں محکمہ خارجہ کی کئی خواتین ممبر ہیں۔ آپ انہیں جانتی ہیں۔ مز نہمانی کو... وہ کئی

ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بوڑھے نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جبنس دی اور عورت کری چیخ کر بیٹھ گئی۔
”چلو ڈار لنگ.... ورنہ میں مر جاؤں گی۔ میں نے آج کتے کے پلے کے کتاب تیار کئے ہیں۔
تمہیں بکری کے پیشتاب کی چائے پلاؤں گی۔ چلو بھی صدمہ کرو ورنہ میں یہیں خود کشی کرلوں گی۔“
روشی نے ایک گزر تھی ہوئی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ ان کے قریب ہی آکر فٹ پاٹھ سے گئی۔

”چلو....!“ روشنی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیکسی کی طرف کھینچا۔

”مجھے فرصت نہیں ہے۔!“ عورت نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے ناخنگوار لمحہ میں کہا۔

”آہا.... تمہیں غصہ آرہا ہے.... ڈار لنگ....!“ روشنی میں پڑی۔

”نہیں.... تو....!“ عورت بھی بہنے لگی۔ اتنی دیر میں روشنی نے اسے پچھلی سیٹ پر دھکیل دیا اور خود بھی بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی اس نے ڈرائیور کو عمارت کا پتہ بتایا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ اور مسز گوہن نے کہا۔ ”کچھ مجھے ایک ضروری کام درپیش تھا۔“

”احقوقوں کو اس کی پرواہ نہ ہوئی چاہئے کہ کوئی کام کب ہوتا ہے۔!“ روشنی نے کہا اور مسز گوہن خاموش ہو گئی۔ مگر کبھی اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار نظر آتے اور کبھی آنکھوں سے جلاہٹ جھاکنے لگتی۔

پندرہ منٹ بعد روشنی اپنے نئے فلیٹ میں بیٹھ گئی۔ پھر دروازہ مقفل کرنے کے بعد اس نے مسز گوہن کی طرف مزکر کہا۔ ”اب براہ کرم اپنے جو تے اتار دو۔!“

”کیا مطلب....!“ وہ اسے گھوننے لگی۔

”یہی مطلب کہ بعض اوقات نئے احتمال بھی دور کی کوزی لاتے ہیں۔!“

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گی۔!“

”اوہ.... نوتو.... ڈیسر.... تمہیں پھر غصہ آرہا ہے۔!“ روشنی چڑانے والے انداز میں بولد۔ اگر تم خود جوتے نہ اتارو گی تو مجھے تشدید کرنا پڑے گا۔ اگر غل غپاڑہ چواؤ گی تو پڑو سیوں سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تم میری بہن ہو لیکن تمہارے دماغ میں فتور ہے۔ میری طرح تم بھی پوری شیوں ہو اس لئے پڑو سیوں کو فوراً یقین آجائے گا۔“

مسز گوہن نے اپناوٹی بیک کھولنا چاہا لیکن روشنی نے بڑی پھر تھی سے اس پر ہاتھ ڈال دیا اور

”یہ ہماری نئی مجرم مس روشنی ہیں۔“ بوڑھے نے دونوں کا تعارف کر لیا۔ ”اور یہ میر گوہن۔!“

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر....!“ روشنی نے مصافر کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

”مجھے بے حد افسوس ہوا ہے آپ سے مل کر....!“ عورت نے میرا سامنہ بنا کر کہا۔ ”بھلا روشنی بھی کوئی نام ہے.... اس نام کو سن کر زہن میں کسی حاملہ بیلی کا تصور ابھرتا ہے۔!
”کیا....؟“ روشنی کو یہ بیک غصہ آگیا۔

”صبر... صبر...!“ بوڑھا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ”مسز گوہن بہت پرانی احتمال ہیں۔!“
یک بیک روشنی کو یاد آگیا کہ دستور کے مطابق پرانے احتمال نئے احقوقوں کو غصہ ضرور دلاتے ہیں۔

وہ ہنسنے لگی۔ لیکن اس ہنسی میں اب بھی جلاہٹ کی آمیزش تھی۔ بہر حال اس نے خوش مزاج بنتے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کا نام بے حد حسین ہے کیا آپ مجھ سے شادی کرنا پسند کریں گی۔?
”مگر.... ویری فائیں....!“ بوڑھا اہمتر سے بڑھایا۔

عورت نے شر میلے انداز میں کہا۔ ”ہو.... بے شرم۔!“ اور میر سے اٹھ گئی۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف جا رہی تھی۔ روشنی بھی اٹھ کر اس کی طرف پلکی۔

”بُسْنُو تو.... سکی.... ڈار لنگ....!“

آخر کار باہر نکلتے نکلتے اس نے اسے جاہی لیا!

”تم خفا ہو گئیں پیاری۔!“ روشنی اس کے شانے پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ ”انتا ظلم نہ کرو ورنہ میں بے موت مر جاؤں گی۔!
”ہو.... تم بے وفا معلوم ہوتی ہو۔!“ عورت نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

”میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گی ڈار لنگ....!“ روشنی اس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔

”میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی.... تم مجھے خطرناک معلوم ہوتی ہو۔!
“

روشی نے ایک طویل سانس لی اور بے ہوش عورت کی طرف دیکھنے لگی وہ سوچ رہی تھی کہ اب کیا کیا جائے۔

اج اس نے عمران کے بتائے ہوئے نمبر پر کمی بار رنگ کیا تھا۔ لیکن دوسرا طرف سے کسی عورت کی آواز آئی تھی اور ہر بار روشنی نے کچھ کہے بغیر سلسہ مقطع کر دیا تھا۔ ویاے اسے عمران پر غصہ بھی آیا تھا نہ جانے کیوں وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ عمران کا تعلق کسی عورت سے ٹابت ہو حالانکہ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ خود ان دونوں کے تعلقات دوستہ تعلقات کے علاوہ اور کچھ ہوں۔

اس نے اس وقت پھر اسی نمبر پر رنگ کیا۔ لیکن پھر کسی عورت کی آواز آئی اور اس نے کچھ کہے بغیر سلسہ مقطع کر دیا۔ پھر اچانک اسے کیپشن خاور کا نمبر یاد آگیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ عمران کا ماتحت ہے اور اس کا علم بھی تھا کہ آج کل عمران خود بھی اپنے ماتھوں میں شامل ہو گیا ہے!“

اس نے کیپشن خاور کے نمبر ڈائل کئے اور اتفاق سے وہ مل ہی گیا۔

”میں روشنی بول رہی ہوں کیپشن....!“

”کون روشنی!“ دوسرا طرف سے سوال کیا گیا۔

”اوہ.... میں جو عمران کے ساتھ رہتی ہوں!“

”اچھا.... اچھا.... کیا بات ہے!“

”آج کل عمران جس کیس کے سلسلے میں مشغول ہے۔ اسی سے متعلق ایک شکار ہاتھ لگا ہے اور میں نے اس کے پاس سے ایک بہت ہی اہم تحریر برآمد کی ہے مگر اب سوچ رہی ہوں کہ اس شکار کا کیا بنے۔ اگر یہ اپنے آدمیوں میں واپس پہنچ گئی تو سارا کھیل گز جائے گا!“

”کیا تم عمران کے فلیٹ سے بول رہی ہو!“

”نہیں....!“ روشنی نے کہا اور پھر اسے اپنا نیا پتہ بتاتی ہوئی بولی۔ ”قبل اس کے کہ وہ ہوش مل آئے....!“

”ہاں ہاں میں سمجھتا ہوں۔!“ خاور نے دوسرا طرف سے کہا۔ ”میں دس منٹ کے اندر رہی اندر وہاں پہنچ رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو!“

روشنی نے رسیور کھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

اے چھین لینے میں کامیاب بھی ہو گئی۔

”میں جانتی ہوں کہ اس میں پستول ہو گا۔!“ روشنی نے نہ کہا۔ ”تم خواہ مخواہ وقت برابر کر رہی ہو۔ میں تمہارے جوتے ضرور اڑاؤں گی۔!“

اس نے دنیٰ بیک ایک طرف اچھال دیا اور مزرگوں کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ مزرگوں کا دانت پیس کر بولی۔

”میا تمہاری شامت آئی ہے۔!“ روشنی نہ پڑی۔ ”یہ بہت بُری بات ہے۔ تم انجمن کے ہام پر دھپہ لگا رہی ہو۔!“

”اے انجمن کی بچی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔!“ بیک بیک مزرگوں کا اس پر جھپٹ پڑی۔ لیکن شاید روشنی پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھی۔ اس نے الٹا تھا اس کے منہ پر رسمید کیا اور ”دیوار سے جا گلکرائی۔

”جوتے اتارو....!“ روشنی نے سرد لیجھ میں کہا۔ وہ پھر جھپٹی اور اس بار منہ پر گھونسہ کھانے کے باوجود بھی لپٹ ہی پڑی۔ روشنی جو عمران کی صحبت یافتہ تھی اس کی دھینگا مشتی کو کب خاطر میں لا سکتی تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں مزرگوں کی فرش پر تھی اور روشنی اسے بُری طرح رگڑ رہی تھی۔ لیکن مزرگوں نے نہ تو شور چلایا اور نہ اس گالیاں ہی دیں۔ وہ اس کو شش میں تھی کہ کسی طرح اس کی گرفت سے نکل جائے۔ مگر یہ کسی طرح بھی ممکن نہ ہو۔ روشنی اسے رگڑتی ہی رہی اور آخر کار مزرگوں کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ روشنی نے اسے ست ہوتے دیکھ کر اس کے بال مٹھیوں میں جکڑے اور تین چار بار اس کا نئر فرش بے ٹکرایا۔

مزرگوں نہ بیوشن ہو چکی تھی۔ روشنی نے نہایت اطمینان سے اس کے جوتے اتارے اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھیں جھیت سے چھیل گئیں۔ داہنے پر کے جوتے میں کاغذ کا ایک ٹکلوار کھا ہوا تھا جس پر تحریر تھا۔

”تنی عورت روشنی سے ہو شیار رہو۔ یہ پہلے عمران کے ساتھ رہتی تھی جو اکثر پولیس کے لئے کام کرتا رہتا ہے اور وہ ہمارے چکر میں بھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مزرگوں اسی کے قبیلے میں ہے۔ ہر وقت ہو شیار رہو۔!“

اور عمران تک پہنچانا مناسب نہ سمجھا ہو۔ وہ اس پارٹی میں عمران کے علاوہ اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر عمران ایکس ٹو نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔!

عمران تقریباً سازھے نوبے اپنے کمرے سے نکل کر ڈاکٹنگ ہال میں آیا چند لمحے کھڑا اور اُوہ دیکھتا ہا پھر صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ رات کا کھانا کھائے بغیر باہر نہیں جائے گا۔ لیکن پھر یہی مناسب سمجھا کہ کالونی کے کسی چھوٹے ہوٹل میں جہاں ہر طبقے کے آدمی نظر آتے ہوں کھانا کھائے۔

دروازے کے قریب پہنچ کر اس کی نظر دفعٹا بائیں جانب اٹھ گئی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ وہیں ٹھہر گیا۔ قریب ہی ایک میز پر وہ آدمی تھا جس پر نظر پڑتے ہی عمران کے قدم رک گئے تھے۔ اس نے بھی عمران کو اس طرح رکتے اور خود کو گھورتے دیکھ لیا تھا۔ وہ سید حادھہ کو کہا بیٹھ گیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے خود کو پیش آنے والے حادثے کا مقابلہ کرنے کے لئے پیدا کر رہا ہو۔

عمران اس کی میز کی طرف بڑھا۔ دوسرے آدمی کا داہنہا تھا جیب میں چلا گیا۔

”کیا یو اور نکال رہے ہو.... پیدا رے۔“ عمران ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

”میرے خدا....!“ دوسرے آدمی نے حیرت سے کہا۔ ”آپ یہ عمران صاحب اف فوہ.... یا میک اپ ہے اگر آواز بدلنے کی کوشش کرتے تو شاید میں اب بھی دھوکے ہی میں ہوتا۔“

”مگر.... تم ابھی تک اتنا ہی ہو مسٹر صدر....!“

”یقیناً....!“ صدر سر ہلا کر بولا۔ ”میرے میک اپ میں کوئی خاکی رہ گئی ہے۔ ورنہ آپ پہنچنے ہی کوں۔!“

”آنکھیں....!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”تم اگر کوشش بھی کرو تو غور سے دیکھنے والوں کی نظروں سے نہیں بچ سکتے۔ آنکھوں کی بناوٹ کو بدلت دینا بہت مشکل کام ہے۔!
”لیکن آپ یہ بھی کر لیتے ہیں۔!“

”نہیں.... اگر میں کسی وقت بھی خالی الذہن ہو جاؤں تو فوراً پہچان لیا جاؤں گا۔ میں دراصل آنکھوں کو سکوڑے رہتا ہوں۔!“

”تہلی کیا کم ہے۔.... میں شاید تمن منٹ تک بھی ایسا نہ کہا گیا۔!“

◎

عمران کا قیام کالونی کے سب سے زیادہ مہنگے ہوٹل میں تھا۔ اس نے ڈی سیون ٹرائنس میٹر پر سارجنٹ نہمانی سے رابطہ قائم کر لیا تھا اور اس طرح اسے صدر کے متعلق بھی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ صدر اب بھی اسی بنگلے میں مالی کی حیثیت سے کام کر رہا تھا جس میں رنگوں والا اور اس کے ساتھی ٹھہرے تھے۔ اطلاع کے مطابق پہلے وہ تھا ہی تھا مگر آج رات تک اس کے چھ ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

دوسرے دن سے پاپ لائن کی کھدائی شروع ہونے والی تھی۔ عمران نے سارجنٹ نہمانی سے کہا۔

”میں تم سے کل صبح وہیں ملوں گا۔.... جہاں مرمت کے لئے کھدائی کی جائے گی۔“

”وہاں شاید پرندہ پرندہ مارنے کے عمران صاحب۔!“

”ایسا نہ کہو.... ورنہ مجھے پرندوں کا بھی انظام کرنا پڑے گا۔!“

”جہاں کھدائی ہونے والی ہے اس جگہ کو خاردار تاروں سے گھر دیا گیا ہے۔!“

”اوہ کسی مخصوص حصے کو۔....!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”ہاں.... مسٹر عمران یہ بات قابل غور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس جگہ کا رقبہ زیادہ سے زیادہ سو گز ہو گا۔!“

”بہت دلچسپ.... پھر تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔!“

”نتیجے پر پہنچنا ایکس ٹو کا کام ہے۔!“ نہمانی نے کہا۔

”مگر فی الحال تم ایکس ٹو سے رابطہ قائم نہ کر سکو گے۔ کیونکہ وہ داش مزمل میں نہیں ہے۔!“

”کچھ بھی ہو.... مجھے اتنا ہی کام کرنا ہے جتنا میرے پرد کیا گیا ہے۔!“

”اجھی بات ہے۔!“ عمران نے کہا اور ٹرائنس میٹر بند کر دیا۔

وہ صدر کا پتہ پہلے ہی معلوم کر چکا تھا اور اب سوچ رہا تھا کہ اس سے بھی ملتا ہی چاہئے۔ ممکن ہے اس کے پاس اس سے بھی زیادہ اہم اطلاعات ہوں۔ جنہیں اس نے نہمانی کے ذریعہ ایکٹو

”اب میں یعنیں کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ لوگ کسی غیر ملک کے لئے کام کر رہے ہیں!“

عمران کچھ نہ بولا... اس نے اشارے سے ایک ویٹر کو بلا کر کہا۔ ”دو آدمیوں کے لئے کھانا لاؤ!“

”میں کھاچکا ہوں....!“ صدر بولا۔

”خیر ایک کے لئے کہی....!“

”کیا لاوں جناب....!“

”بینگن کا بھرنا اور خمیری روٹیاں!“

ویٹر ہنسنے لگا... لیکن صدر نے جلدی جلدی میتو پر نظر ڈال کر کچھ چیزیں لانے کو کہا۔ ویٹر چلا گیا اور صدر نے مسکرا کر عمران کی طرف دیکھا جو ایک موٹی سی سیاہ فام عورت کو گھور رہا تھا۔

”خیریت... عمران صاحب!“ صدر نے آہستہ سے پوچھا۔ ”کیا اس عورت کے نصیب جائے والے ہیں!“

”اس کے نصیب بھی اتنے ہی موٹے ہوں گے۔ لہذا اگر جاگے بھی تو کیا فائدہ!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”اب آپ کیا سوچ رہے ہیں!“

”یہی کہ رنگون والا کی لڑکی ٹھل و شباہت میں کیسی ہو گی!“

”بہت حسین... عمران صاحب۔ اس دیکھنے تو دیکھتے ہی رہ جائیے!“

”کیا دھوپ کا پشہ لگا کر دیکھنے سے بھی یہی کیفیت ہو سکتی ہے!“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

”پتہ نہیں!“ صدر نے اتنی ہی سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر جھینپھے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

لکھن عمران کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

”کیا رنگون والا کے ساتھیوں میں وہ دو آدمی بھی ہیں جو اس رات مز نہماں کے ساتھ تھے!“

”نہیں... وہ ان چھ آدمیوں میں نہیں ہیں مگر....!“

”ایشیا میں صرف ایک آدمی ہے جو آنکھوں کے میک اپ میں بھی قادر ہے!“

”کون...!“

”درغل فریدی!“

”ارے... اس کا کیا کہنا!“ صدر سر ہلا کر بولا۔ ”جگت استاد ہے۔ مگر میں نے سنا ہے کہ“

”کوئی معمراً آدمی نہیں ہے!“

”عمر ہونے کے بعد وہ بھی ناکارہ ہو جائے گا!“ عمران نے کہا اور پھر جلدی سے

بولा۔ ”ہاں تم یہاں کیا کر رہے ہو!“

”اُن کی گمراہی... وہ کیبین نمبر پندرہ میں ہیں... اس وقت میں ان کے متعلق بہت کچھ

معلومات فراہم کر چکا ہوں۔ مجھے دراصل آپ ہی کا انتظار تھا۔ نہماں سے معلوم ہوا تھا کہ ایک

ٹو آپ کو یہاں بھیج رہا ہے!“

”کیا وہ آنکھوں اسی کیبین میں ہیں!“

”نہیں... رنگون والا ایک اسٹنٹ انجینئر... اور ایک لڑکی جو رنگون والا کے بیان کے

مطابق اس کی لڑکی ہے!“

”قصہ دراصل یہ ہے کہ فیلڈ انجینئر یک بیک بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہے۔ اب اس کی بجائے

اس کا ایک اسٹنٹ مرمت کی دیکھ بھال کرے گا۔ کچھلی رات انجینئر کی اچانک عالت نے

انہیں بہت زیادہ سر ایمگی میں بیٹلا کر دیا تھا۔ وہ اس خبر کے سنتے ہی پریشان ہو گئے تھے۔ لہذا

کچھلی رات انہوں نے ایک پروگرام بنایا ہے... یہ لڑکی جوان کے ساتھ کیبین میں موجود ہے۔

کل اسٹنٹ انجینئر کو دہاں سے ہٹالے جائے گی!“

”اسٹنٹ انجینئر بھی وہی ہے جو مرمت کی دیکھ بھال کرے گا۔ اس وقت یہ لڑکی رنگون والا

کی لڑکی کی حیثیت سے اس سے متعارف کرائی گئی ہے حالانکہ یہ اس کی لڑکی ہرگز نہیں ہے!“

”تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ فیلڈ انجینئر ان سے ملا ہوا ہے.... اسی لئے اس کی عالت

کی وجہ سے انہیں پروگرام میں تبدیلی کرنی پڑی ہے!“

”جب ہاں... اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے!“

”اور کچھ...؟“

دیڑھ کھانے کی رنے اٹھائے ہوئے ان کی طرف آ رہا تھا۔

ویز کے چلے جانے پر عمران نے ایک قاب کا سرپوش ہٹایا اور ایک تحریزہ سی آواز کے ساتھ اس پر جھک پڑا۔ قاب خالی تھی یعنی اس میں کسی تر کاری یا سالن کی بجائے کاغذ کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا اور اس پر پنسل سے تحریر تھا۔

”تم دونوں خاموشی سے اٹھ کر باسیں جا بے دارے دروازے سے نکل جاؤ خطرہ ہے۔ تم بیچان لئے گئے ہو۔ دروازے سے نکلنے میں جلدی کرنا۔ مگر بہت احتیاط سے... ادھر اندر ہمرا ہے۔ دس قدم کے فاصلے پر ایک ٹرک موجود ہے۔ احتیاط سے اس پر بیٹھ جاؤ۔ ٹرک میں ہی ڈرائیور کروں گا۔“

اگر میں اس وقت یہاں موجود ہوتا تو صحیح کہیں قریب ہی تمہاری لاشیں پائی جاتیں!“

”ہو گئی شادی!“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور قاب صدر کی طرف کھکا دی۔

”یہ کیا مصیبت!“ صدر اسے پڑھ کر بڑا یا۔ ”یہ شاید نعمانی کی تحریر ہے!“

”شاید کیوں....؟ کیا تمہیں یقین نہیں ہے!“

”نہیں اس کی اردو رائی نگاہ آج تک میری نظر وہ سے نہیں گزری!“ صدر بولا۔

”یہی حال ادھر بھی ہے۔ میں بھی صرف اس کی انگریزی تحریریں ہی دیکھتا رہا ہوں!“ عمران نے تشویش کن لمحے میں کہا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔

”چلو انہوں!“

”لیکن اگر یہ دھوکا ہوا تو...!“ صدر نے آہستہ سے کہا۔

”تو اس کی ذمہ داری سر اسر تم پر ہو گی۔ تم نے اتنی بے احتیاطی سے کام کیوں لیا کہ انہیں تمہارے متعلق علم ہو گیا!“

”نہیں وہ نعمانی ہی ہو گا!“ صدر پھر بڑا یا۔

”کوئی بھی ہو!“ عمران نے کہا۔ ”یہاں بیٹھنے رہنے میں بھی عافیت نہیں ہے۔ اگر یہ فریب ہے تو یہاں اس ہوٹل میں بھی لازمی طور پر ان کے آدمی موجود ہوں گے.... اور پھر میری پرانی عادت ہے کہ میں ہمیشہ کھلی ہوا میں مرنا پسند کرتا ہوں!“

وہ دونوں اٹھے اور باسیں جا بے دارے دروازے سے باہر نکل آئے۔ یہاں حقیقتاً اندر ہمرا تھا سامنے ہی انہیں ٹرک دکھائی دیا.... عمران نے صدر کا ہاتھ دبا کر آہستہ سے کہا۔ ”جیسے ہی

”مگر کیا....؟“

”اں میں ایک آدمی غیر معمولی طور پر طاقتور ہے.... اور وہ صورت سے بھی بہت زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ پچھلی رات اس نے تین آدمیوں کو ایک میز پر بٹھا کر میز سمیت اٹھایا تھا۔ عجیب و غریب مظہر تھا۔ میز اس کے دونوں ہاتھوں پر کھی ہوئی تھی اور وہ اسے سر سے اوپر اٹھائے کر رہا تھا۔ اس کا قول ہے کہ کھانے سے قبل اس قسم کی ورزش بھوک خوب لگاتی ہے!“

عمران خاموش رہا ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس تذکرے نے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ رنگون والا کے بیٹلے کے علاوہ بھی کہیں اور تمہارا قیام ہو گا!“

”ہاں ایک معمولی سے ہوٹل میں...!“

”مگر اتنی جلدی تمہیں بیٹلے کی ملازمت کیسے مل گئی تھی!“

”کیسی ملازمت....!“ صدر نہ پڑا۔ ”میں تو بس یونہی وہاں جا گھسا تھا۔ شاید ان کی آمد سے پہلے بھی وہ خالی ہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی میری طرف دھیان نہیں دیا۔ ممکن ہے“

”صدر کہیں تم حفافت تو نہیں کر بیٹھے.... یہ لوگ بے حد چالاک ہیں۔ میں نے اب تک

یہی محosoں کیا ہے!“ عمران نے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”ارے ایسا بھی کیا!“ صدر جلدی سے بولا۔ ”اگر یہ بات ہوتی تو اب تک میں نہ جانے کہاں ہوتا!“

”ہو سکتا ہے.... وہ اس آدمی کے چکر میں ہوں!“

”کس آدمی کے چکر میں!“

”عمران کے....!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ آپ سے واقف ہی نہیں ہیں!“

”یہ کیسے کہہ سکتے ہو!“

”کبھی تو تذکرہ آیا ہوتا.... نہیں وہ ہم سے قطعی بے خبر ہیں!“

”خیر دیکھا جائے گا!“ عمران نے ایک طویل سانس کے ساتھ کہا اور خاموش ہو گیا۔ کیونکہ

ٹرک حرکت میں آئے کوہ جاتا!“

”اس سے فائدہ...!“

”بکواس مت کرو....!“ عمران نے کہا اور اچل کر ٹرک پر چڑھ گیا صدر نے بھی اس کی تقسید کی۔ پھر بھی ہی ٹرک حرکت میں آیا دونوں نے یونچ چلا ٹکنیں لگادیں۔ ٹھیک اسی وقت قریب تھی سے دو فائر ہوئے وہ دونوں بال بال یونچ اور انہوں نے ایک سوت دوڑنا شروع کر دیا۔ عمران ٹرک سے اتر کر دیرانے کی طرف ہولیا صدر اس کے علاوہ اور کہی کیا سکتا تھا کہ بے چوں و چرا اس کا ساتھ دیتا رہتا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک جگہ دم لینے کے لئے رکا۔ صدر بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ عمران نے دیرانے کا رخ کر کے غلطی نہیں کی تھی۔ اگر وہ بستی کی طرف جاتے تو ان کا مار لیا جانا یقینی تھا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ روشنی میں ہوتے دیرانے کے اندر ہی نے انہیں بچایا تھا۔

”ویکھا تم نے....!“ عمران بولا۔

”دیکھ لیا...!“ صدر نے جواب دیا۔ ”مگر شاید ہم حفاظت ہی کے مرکب ہوئے ہیں۔!“

”کیوں....؟“

”میرا خیال ہے کہ ٹرک میں نعمانی ہی تھا۔ اگر ہم کوڈ کر جھاگے نہ ہوتے تو بھی زندہ ہی رہے۔!“

”چلو میں تمہیں ٹرک تک چھوڑ آؤں۔ مگر انپر رسید سے ضرور مطلع کرنا۔!“

صدر خاموش ہو گیا۔ عمران نے ایک بڑا سا پتھر تلاش کیا اور وہ دونوں اس پر بیٹھ گئے۔ عمران بیٹھتے ہی بولا۔ ”اگر ہم ٹرک پر نہ بیٹھتے تو.... ان کا ناشانہ کبھی خطا نہ کرتا۔ ہمیں بیٹھتے دیکھ کر وہ ملٹن ہو گئے تھے۔ لیکن اگر ہم ٹرک پر بیٹھنے کی بجائے کسی دوسری طرف نکل جانے کی کوشش کرنے تو.... انجام ظاہر تھا.... ہماری جانب اٹھے ہوئے ریوالوں کی سرخ زبانیں خلی نہ بیٹھتیں۔!“

”تو وہ سار جنت نعمانی نہیں تھا۔!“

”نہیں یار....!“ عمران جھنگلا گیا۔ ”اگر تمہیں نیند آری ہو تو اس کا علاج بھی میرے پاس موجود ہے۔!“

”نہیں میں جاگ رہا ہوں۔!“

”میرا خیال ہے کہ انہوں نے اس وقت بڑی عقل مندی سے کام لیا ہے۔ اس طرح انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں صرف ہم ہی.... وہ آدمی نہیں ہیں بلکہ کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں جن کی طرف سے ہمیں خط لکھا جائے۔!“

”پھر اب کیا ہو گا۔!“

”تم ایک بکری پال لو.... اور میں شادی کر ڈالوں۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر یک بیک چوک کر بولا۔

”میں شادی قدموں کی آوازیں سن رہا ہوں۔!“

”نہیں تو....!“ صدر نے حرمت سے کہا۔ مگر پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس نے بھی آوازیں سنیں جو بہت دور سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔

”چلو....!“ عمران اسے کھینچتا ہوا بولا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر چٹ پڑے ہوئے تھے۔

”یہاں سانپ بھی ہو سکتے ہیں۔!“ صدر نے آہستہ سے خوفزدہ آوازیں کہا۔

”یہ ستارے....!“ عمران بولا۔ ”کیا یہ آسمان سے چکے ہوئے ہیں۔!“

”نہیں تو....!“ صدر نے کہا اور مضبوطی سے ہونٹ بند کرنے پڑے نہیں وہ اپنی اس بر جستہ نہیں تو، پر جھینپ گیا تھا۔ یا قریب ہوتی ہوئی آہوں کی بناء پر ایسا ہوا تھا وہ دونوں چپ چاپ پڑے رہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر انہیں تین آدمیوں کی پر چھائیں نظر آئیں۔ عمران آہستہ آہستہ یعنی کے بل رینگنے لگا۔ مگر صدر سوچ رہا تھا ممکن ہے کہ یہ غیر متعلق لوگ ہوں و یہے اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ عمران کو کسی بات پر ٹوک سکتا۔



صدر بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس کے جسم پر کئی جگہ بڑی بڑی خراشیں آئی تھیں۔ جن سے خون رس رہا تھا۔ انہوں نے تقریباً آدھے گھنٹے میں اتنا راستہ طے کیا تھا اور اب رک گئے تھے۔ صدر سوچ رہا تھا کہ اسے یہ رات ہمیشہ یاد رہے گی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمران ان پتھر لیلے اور ناہموار راستوں پر اتنی دیر تک یعنی کے بل رینگتا رہے گا۔

ان کے چاروں طرف اونچی پنجی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور ذرا ہی سی غلطی انہیں موت کے منہ میں دھکیل کتی تھی۔ وہ تینوں آدمی یقینی طور پر رمگون والا ہی کے گروہ سے تعلق رکھتے

”کہاں تلاش کروں....!“ عمران نے بے نی سے کہا۔
”تو اتنی محنت یونہی بر باد ہوئی!“
”محنت کبھی بر باد نہیں ہوتی۔ جتنی محنت کرو جسم میں اتنی ہی طاقت آتی ہے!“
”طاقت حاصل کرنے کے لئے ہم گھر پر ہی ورزش کر سکتے تھے۔ عمران صاحب!“ صدر
نے جعلے بھنے لجھے میں کہا۔
”کتنی خوش گوار رات ہے!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”مجھے اس وقت ایک
شعر یاد آنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

رات کا مظہر سہانا ہے بہت
نیک مائی نیک بابا دے خدا کے نام پر
”دوسرے مصروفہ بڑھ گیا ہے!“ صدر پختا ہوا بولا۔
”تم نے کھجھ کرنا ہو گا.... مصروفہ بڑھ نہیں سکتا!“ اور پھر صدر اس طرح اس کی تفریقی
باتوں میں الجھ کر رہ گیا کہ نہ تو سردی کا احساس باقی رہا اور نہ یہی یاد رہ گیا کہ وہ یہاں کیوں آئے
تھے۔ پھر یہیک اسے ہوش آگیا اور وہ خجیدگی اختیار کر کے بڑھ دیا۔ ”لاحول ولا قوۃ.... کیا
صیبت ہے!“

”لاحول ولا قوۃ.... صیبت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے شیطان بھاگتا ہے!“ عمران نے اس
انداز میں کہا جیسے کسی نا سمجھ بچے کو سمجھا رہا ہو۔
”آپ دوسروں کو بھی پاگل بنا دیتے ہیں!“ صدر جھلا گیا۔
”دوسروں کو نہیں تو کیا خود کو پاگل بناؤں گا!“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔
کفیو شش نے کہا تھا کہ جب آدمی پاگل ہو کر کتوں کو کامنے دوڑے تو فوراً ہی اس کی شادی
کراؤنی چاہئے!“

”یا بات ہوئی....!“

”پتہ نہیں کفیو شش نے کہا ہے تو کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوگی!“
”پھر الجھا رہے ہیں آپ... آخر یہاں سردی میں اس طرح کھڑے رہنے کا کیا مطلب ہے!“
”مطلوب یہی ہے کہ ہم نا نگلیں رکھتے ہیں۔ اگر نا نگلیں نہ ہوتی تو ہم کیسے کھڑے رہ سکتے۔ لہذا

تھے۔ صدر نے ان کی گفتگو سے یہی اندازہ لگایا تھا اور پھر انہیں ایک غار میں گھستے دیکھ کر عمران
رک گیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے صدر سے پوچھا۔ ”تمہاری جیب خالی تو نہیں ہے!“

”ریوالوں ہے میرے پاس....!“ صدر نے جواب دیا۔
”میں سمجھا تھا شاید صحیح اور مسرت نذری کی تصویریں بھی ہوں گی۔“ عمران نے مایوسانہ
انداز میں کہا۔ ”خیر آؤ....!“

”کہاں!“

”ویسیں جہاں وہ میرے بھائی گئے ہیں....!“

”ارے باپ رے....!“ صدر کرہا۔

”میں ایسے موقع پر اپنے باپ کو یاد کرنے کی حاصل نہیں کر سکتا۔“ اس نے کہا اور آگے
بڑھ گیا۔ صدر نے اسے غار میں داخل ہوتے دیکھا۔ طوعاً و کرہاً آگے بڑھا حالانکہ تھکن کی وجہ
سے وہ نبڑی طرح غڑھاں ہو رہا تھا۔

وہ چلتے رہے۔ یہ غار سرگ کی سی بناوٹ رکھتا تھا۔ شاید دو منٹ بعد وہ پھر ایک کھلی جگہ پر
کھڑے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے اس سرگ نما غار میں بڑی گھلن قہی۔ اس سے نکتھی
کم از کم صدر کو تو دسمبر کی سردی بھی خوشگوار معلوم ہوئی۔

”یہ ستارے کئے حسین ہیں صدر صاحب!“ عمران نے منہ اور اٹھاتے ہوئے کہا۔

اور صدر کو اس پر بے تحاشا غصہ آگیا۔ گویا انہیں ستاروں کی تلاش میں اتنی مشقت
برداشت کی گئی تھی۔ اسے غصہ تو آیا مگر وہ خاموش ہی رہا۔

”یہ شاعر لوگ اپنی محبوباؤں کے لئے ستارے توڑ لانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ مگر میں اپنی کسی
محبوبہ کے لئے آج تک امر و بھی نہیں توڑ سکا!“

”وہ لوگ کہاں گئے!“ صدر نے جھنجھلا کر کہا۔

”آہا.... وہ لوگ صدر صاحب.... وہ لوگ ادھر سے بھی آکتے ہیں!“ عمران نے ایک
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اور پھر اس سرگ نما غار میں گھنسنے کی کیا ضرورت تھی۔ کتنی
گھلن تھی وہاں۔ دو تین منٹ ہی میں پیسہ آگیا تھا!“

”تو کیا ب آپ انہیں تلاش نہیں کریں گے!“

الله کا لاکھ شکر ہے!

”خدا سمجھے!

”ہاں خدا سب کچھ سمجھتا ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اب خاموش رہو... آہا... نہیں... اور چلو...!“

وہ صدر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگا۔

غار کے دہانے کے اوپر تھوڑی سی چڑھائی تھی... وہ دونوں جدوں جدوجہد کے بغیر ہی اور پہنچنے کے

”تم اس طرف ٹھہر و... اور میں اور جاتا ہوں!“ عمران نے غار کے دوسرے دہانے کی طرف اشارہ کیا۔

”مقصد کیا ہے!

”بُسری بجا کر ہاتھی پکڑیں گے!

صدر دہیں پہنچ گیا... لور عمران دوسرے سرے کی طرف بڑھ گیا۔ صدر بہت شدت سے بور ہو رہا تھا تقریباً بعدہ منٹ بعد اس کا دل چاہنے لگا کہ ایک بڑا سا پھر انھا کر عمران کے سر پر دے مارے دفعہ اس کے سر پر پہنچ گیا وہ جھکا ہوا آیا تھا... ہیسے دیکھ لئے جانے کا خدش رہا ہو۔ ”کیا وہ دونوں اور ہاتھی سے گزر کر گئے ہیں!“ اس نے آہتہ سے پوچھا۔

”کون...!“ صدر نے حیرت سے کہا۔

”دو آدمی...!“

”نہیں تو...! اور سے تو کوئی بھی نہیں گزرا...!“

”وہ دیکھو...!“ عمران نے مخالف سمت میں ہاتھ انھا کر کہا۔

دور دھنڈی پر چھایاں نظر آئی تھیں۔ عمران نے صدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”

اسی غار سے نکل کر گئے ہیں۔ لیکن تمہارا بیان ہے کہ وہ تمہاری طرف سے نہیں گزرے!

”ہرگز نہیں... میں برادر اور ہاتھی دیکھ رہا تھا!“

”اب یہاں ٹھہر نے کامقعد تو نہیں پوچھو گے!

”اوہ... تو یہ اتنی دیر تک غار ہی میں رہے تھے!

”نہیں غار میں قدم رکھتے ہی کچھ فرشتے انہیں آسمان پر اٹھا لے گئے تھے!

”مگر ہم تو تم آدمیوں کا تھا قب کرتے ہوئے یہاں آئے تھے!“

”ایک آسمان ہی پر روک لیا گیا۔ وہ پھر واپس بھیج دیئے گئے۔ اُو...!“

عمران پھر نیچے اترنے لگا۔ صدر سوچ میں ڈوبا ہوا اس کا ساتھ دے رہا تھا کہ کچھ دیر بعد اس نے خود کو پھر اسی سرگ م نما غار میں پلایا۔ اب عمران نے تارچ بھی روشن کری تھی۔ غار قدرتی ہی تھا۔ ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ انسانی کار گیری کا رہیں منت ہو۔ ویسے وہ بالکل سرگ سے مشاہدہ تھا باہمیں جانب ایک جگہ ایک پتلی سی دراز نظر آئی۔ یہ ایسی ہی تھی کہ اس میں سے بکھل تمام گزر سکتا تھا۔ عمران نے اس کے اندر روشنی ڈالی۔ اس کا سلسلہ زیادہ دور تک نہیں تھا۔ شاید دس گز کے فاصلے پر راستہ مسدود ہو گیا تھا۔ مگر عمران پھر بھی اس میں کھس ہی گیا۔ صدر جہاں تھا ویسیں رہا۔ اب وہ بہت زیادہ اکتا گیا تھا۔ عمران کے دراز میں داخل ہو جانے کے بعد یہاں پھر اندر چھرا ہو گیا تھا۔ اس نے صدر نے اپنی تارچ بھی نکال لی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ ہکابکارہ گیا کیونکہ دراز آہتہ آہتہ کشادہ ہوتی جا رہی تھی اور عمران اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھا۔ اس کی پشت صدر کی طرف تھی۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی چیز پر قوت صرف کر رہا ہو۔ دغدھا وہ صدر کی طرف مڑا جس کی تارچ روشنی میں اس کی آنکھیں چند ہیارہ تھیں۔ عمران نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ لیکن اگر آگے بڑھتے وقت وہ اپنی آنکھیں کھل لئے رکھتا تو اس کی ہڈیاں سرمد ہو گئی ہوتیں۔ کشادہ ہوتے ہی نیچے بھی ایک کافی وسیع خلا پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے خلماں روشنی ڈالی اور وہ سیڑھیاں ہی تھیں جنہیں دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ”اوہ آنے کی ضرورت نہیں!“ عمران آہتہ سے بولا۔

”بُس نیچے اتر چلو...!“

صدر نے جیسے ہی زینے پر قدم رکھا۔ عمران بھی ایک ہی جست میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

”وہ زینے ملے کرنے لگا۔ لیکن زینے ملئے ہوئے معلوم ہو رہے تھے اور وہ پھر کے بھی نہیں تھے

شاید کسی دھات سے بنائے گئے تھے اور ان کے نیچے اس پر گنگ تھے۔

پھر جیسے ہی انہوں نے آخری زینے چھوڑا۔ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اور پری غلام عجب ہو گئی

اُس کی بجائے انہیں ایک مٹھ جھٹ نظر آئی۔

”بڑا شاندار مپکڑم ہے!“ عمران آہتہ سے بولا اور صدر بدقت سن سکا۔ کیونکہ وہاں کچھ اس

تم کی مسلسل آواز گونج رہی تھی جیسے ڈائینا مو چل رہا ہو۔

وہ آہتہ آہتہ آگے بڑھے۔ صدر نے ریو الور نکال لیا تھا.... اور پھر وہ وہاں جا پہنچ جہاں سے یہ آواز آرہی تھی۔ انہوں نے دروازے سے جھانک کر دیکھا.... اور ایک بہت زیادہ قوت والا بلب وہاں روشن تھا۔ انہیں صرف تین آدی نظر آئے۔ دو مشینوں پر کام کر رہے تھے اور تیرا دور کھڑا انہیں تشویش آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
یہ تیسرا آدی رنگون والا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

دفعٹا عمران نے دروازے سے چھلانگ لگائی اور رنگون والا کے قریب پہنچ گیا۔ رنگون والا یوکھا کر پہنچے ہنا اور عمران جھک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ”صدر صاحب.... آپ کا گدھا حاضر ہے۔“
رنگون والا ہکا بکارہ گیا۔ کبھی وہ عمران کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی صدر کے ہاتھ میں دب ہوئے ریو الور کی طرف۔

”گدھے ڈرک پر سفر نہیں کیا کرتے۔ البتہ اگر مضبوط ہوں تو ڈرک میں جوستے ضرور جاسکتے۔“ عمران نے مفعکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

”تم کون ہو....!“ رنگون والا نے انہیں سرد لمحے میں کہا۔ اب وہ اپنی حرمت پر قابو پا چکا تھا۔
”میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔!“ عمران نے جواب دیا اور صدر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔
”لیکن یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔!“

دفعٹا صدر نے بقیہ دو آدمیوں کو لکارا۔ ”خبردار اپنے ہاتھ اوپر انھلادو....!“
”دیکھا تم نے۔!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”کیسا بلبل کی طرح دہلاتا ہے۔!
بلبل کی طرح دھانے پر صدر کو بھی آگئی.... اور عمران غریباً ”نہیں.... اسی طرح گرجتے برستے رہو۔ ورنہ یہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ تمہارا ریو الور نقلی.... ار... ہپ....!“ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ بند کر لیا۔ جیسے کوئی بات منہ سے نکلے والی رہی ہو۔

شاید ان دونوں آدمیوں نے لفظ نقلی سن لیا تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں ان کے ہاتھ جیبوں کی طرف گئے۔ مگر صدر کے ریو الور سے نمیک اسی وقت یکے بعد دیگرے دو شعلے نکلے اور دونوں اچھل کر دور چاپنے۔

رنگون والا بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ لیکن اس کے چہرے پر پیشانی کے آثار نہیں تھے۔“

اس وقت ایک انہیانی سرد مزانج آدمی معلوم ہو رہا تھا۔

”آہا تو یہ ریو الور نقلی نہیں تھا۔!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”میں سمجھا تھا شاید تم بھی میری ہی طرح نقلی ریو الور نے پھرتے ہو۔!“

”میں دراصل بہت احتمل آدمی ہوں مسٹر رنگون والا اس نے تمہاری انجمن کا ممبر بننا چاہتا ہوں۔ اب دیکھو یہ بے وقوفی نہیں تو اور کیا تھی۔ اچھے خاصے اصلی ریو الور کو نقلی کہہ کر تمہارے دو آدمیوں کا صفائیا کر دیا۔... نہ وہ ریو الور نکلنے کے لئے ہاتھ جیبوں کی طرف لے جاتے اور نہ یہ فائز کرتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ تمہاری انجمن میں میری نکل کا ایک بھی احتمل نہیں نکلے گا اور اگر نکل آئے تو نکل آئنے دو۔... کیا سمجھے۔!“

”ہاں.... آں....!“ رنگون والا کسی سانپ کی طرح بھیکھ کارا۔ ”میں عمران کو اچھی طرح جانتا ہوں۔!“

”جانتے ہوئا۔... ہاں۔... میں پہلے ہی جانتا تھا۔!“ عمران نے مسٹر کا اظہار کیا اور پھر صدر سے بولا۔ ”مسٹر رنگون والا کے ہاتھوں میں ہھکڑیاں ڈال دو۔!“

رنگون والا نے چپ چاپ اپنے دونوں ہاتھ کے بڑھا دیئے۔ صدر نے ریو الور جیب میں رکھ کر ہھکڑیاں نکالیں۔ دو آدمیوں کو تو وہ ٹھنڈا کر ہی چکا تھا۔ لہذا وہ صرف رنگون والا کے لئے اتنا محتاط نہیں ہو سکتا تھا کہ عمران کے ہاتھ میں ریو الور دے کر اس کے ہھکڑیاں نکالتے اسے اطمینان تھا کہ وہ دوہیں اور رنگون والا تھا۔ اس نے جدوجہد کرنے کی کوشش کی تو اسے اچھا خاص سبق دیا جاسکے گا۔!“

مشین پہلے ہی کی طرح اب بھی چل رہی تھی۔ اس کے بڑے بڑے پہنچے بہت تیزی سے گردش کر رہے تھے۔

جیسے ہی صدر نے اس کی گلائیوں پر ہھکڑیاں رکھیں رنگون والا نے اس کے پیٹ پر اس زور سے گھٹانا دارا کر وہ چیخ کر دوسرا طرف الٹ گیا اور رنگون والا اسے پھلا گلتا ہوا عمران پر جا پڑا۔ عمران پر کہنا غلط ہو گا کیونکہ عمران تو الگ کھڑا تھا اور رنگون والا منہ کے مل فرش پر گرا تھا۔ اب انھی کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن معلوم ہو رہا تھا جیسے اب اس میں انھنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔ عمران غاموش کھڑا سے دیکھتا رہا۔ لیکن صدر دانت پیتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

بھل رہے تھے۔ میں وہ دونوں ان کی آوازیں صاف سن رہے تھے جو بھی دور ہو جاتی تھیں اور بھی قریب سے آنے لگتی تھیں۔ اب وہ لوگ فائز نہیں کر رہے تھے۔ شاید اب ان کے کارتوں بھی ختم ہو چکے تھے یہ اور بات ہے کہ عمران یا صدر کو اس پر یقین نہ آیا ہو۔ صدر سوچ رہا تھا ممکن ہے اجلا پھیل جانے کی وجہ سے انہوں نے اپنے ہاتھ روک لئے ہوں۔

تحوڑی ہی دیر بعد انہیں معلوم ہو گیا کہ بیہاں پناہ نہ مل سکے گی۔ تعاقب کرنے والوں نے انہیں دیکھ لیا تھا اور وہ کھائی کو چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔
دفعتاً انہوں نے ایک قہقہہ نہیں..... اور ایک دیو قامت آدمی نہیں رہا تھا۔

”اوہ.... یہ وہی ہے عمران صاحب!“ صدر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ ”وہی جو جہت انگیز طاقت کا مالک ہے!“ اور اس دیو تامت آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”یعنی مت جاؤ.... میں ان کی چنی بناۓ دیتا ہوں!“

صدر تو جمع لرز گیا کیونکہ وہ ایک بہت بڑی چنان اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ چنان لڑھکتی ہوئی ان کی طرف آرہی تھی۔ بمشکل تمام وہ خود کو بچا سکے۔ صدر تو چلانگ لگاتے وقت گردی پڑا۔

”اوہ....!“ عمران آہستہ سے غریل۔ ”اب دیکھو میں ان کی کیا درگت بناتا ہوں.... اب اندھیرا نہیں ہے۔ شاید انہیں یہ نہیں معلوم کہ میں نے تین گولیاں بہت احتیاط سے رکھ چھوڑیں ہیں۔!“
اچانک صدر کو ایسا محسوس ہوا جیسے عمران کسی غضب تاک بھیڑ یے کی طرح پھول گیا ہو۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور پر دیو قامت آدمی دوسری چنان سنبھال رہا تھا۔ لیکن اس بارہ وہ خود بھی چنان کے ساتھ ہی یعنی چلانگ چلا آیا۔ کیونکہ عمران کی گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔
کتنی بھیک جیت تھی.... اور پھر اس چنان کے یعنی اس کی ہڈیاں کڑکڑا کر رہے گئیں۔

اسکے بعد صدر کو تو سبی محسوس ہوا جیسے عمران جمع پاگل ہو گیا ہو۔ وہ چنانی پر دوڑا جا رہا تھا۔ اس پر پھر وہ آئی بوجھاڑ ہونے لگی۔ لیکن وہ کسی بندر کی طرح خود کو ان سے بچانا جا رہا تھا۔ اس دوران میں اس نے ریو الور کے لیتھے دی جیبیر بھی خالی کر دیئے دو اور گرے مگر اب بھی ان کی تعداد ان سے چھ گئی تھی۔ یعنی وہ بارہ تھے۔

عمران کے اوپر پہنچتے ہی انہوں نے یلغار کر دی۔ اب صدر بھی اوپر کی طرف بھاگ رہا تھا۔

یک بیک رنگوں والا اٹھ کر بھاگا لوار یہ حقیقت ہے کہ اس وقت عمران بھی بوکھلا گیا۔ کبھا تھا شاید اسے کوئی اندروںی چوت آئی ہے۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچے دوڑ پڑے۔ لیکن شاید اب اسے پاجھا آسان نہیں تھا۔ وہ تہبہ خانے سے باہر آگئے سرگ نما غار میں بھی اس سے مدد بھیڑ نہیں، ہوئی اور اب بھر ان کے سروں پر کھلا ہوا آسان تھا۔ اندھیری رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔ تقریباً آدمی گھنٹے تک وہ آس پاس حلاش کرتے رہے۔ مگر پہ نہیں اسے زمین نگل گئی تھی یا آسان کھا گیا تھا۔ وہ پھر سرگ نما غار کی طرف واپس آئے۔ مگر ٹھیک اسی وقت انہوں نے بہت سے قدموں کی آوازیں سنیں۔ جو چاروں طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

”چلو بلدی کرو!“ عمران نے کہا اور میں کے مل لیٹ کیا وہ دونوں ایک بار پھر کیکوں کی طرح رینگنے لگے۔ دفعتاً کسی نے جیج کر کہا۔ ”وہ دیکھو اور...“ اور ساتھ ہی ان دونوں پر کلی ٹارچوں کی روشنیاں پڑیں۔ عمران نے بڑی پھر تی سے ایک گڑھے میں چلانگ لگادی اور پھر صدر اس پر گر پڑا۔ کئی گولیاں سننا تھیں ہوئی سروں پر سے گزراں گئیں۔ صدر نے بھی یونہی اوث پانگ طور پر ایک فائز نگہ دیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو....!“ عمران بڑا بڑا۔ ”تمہارے پاس کتنے را ڈنڈ ہیں!“

”صرف.... جو جیبیر میں ہیں!“

”لاؤ اور دو فضول بر بادنہ کرو!“ عمران نے ریو الور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ شاہزادہ میں پہلی بار عمران کسی ایسے چکر میں پڑا تھا۔ پرانی عادت کے مطابق اس کی جیب بالکل خالی تھی۔ یعنی آج بھی وہ ہوٹل سے چلتے وقت اپناریو الور رکھنا بھول گیا تھا اور اس میں بھی صرف نہ کارڈ توں تھے۔ وہ یقیناً ایک یادگار رات تھی جب عمران جمع خود کو پانگ تصور کرنے لگا تھا۔ جنم شکاری کتوں کی طرح ان کا تعاقب کر رہے تھے اور وہ کئی چنانوں میں چھپتے چھپاتے اور کبھی دھوکے سے گھبرانی ہوئی شہد کی مکھوں کی طرح کھلے میں نکل آتے۔ مگر شاید ان کی قضا بھی دور نہیں۔ کیونکہ ابھی تک تو یہی ثابت ہوتا رہا تھا گولیاں برس رہی تھیں مگر وہ محفوظ تھے۔

اسی بھاگ دوڑ میں صبح ہو گئی اور اجلا پھیلنے لگا۔ صدر نے سوچا اب شامت آگئی اب الہ دیرانے میں ان کا مار لیا جانا لازمی ہے۔ اچانک انہیں ایک بہت گھری کھائی سی نظر آئی اور وہ ڈھلان میں دوڑتے چلتے گئے۔ اس وقت وہ شکاری کے ان کی نظروں میں نہیں تھے۔ غالباً وہ اندھر

وہاں پہنچ کر اسے تدبیر سوجھ گئی اور اس نے پھر کے ٹکڑے انھا محاکر الائچہ پر بیٹھا۔

وہاں پہنچ کر اسے تدبیر سوجھ گئی اور اس نے پھر کے ٹکڑے انھا محاکر الائچہ پر بیٹھا۔

www.urduchannel.in... اسی تفتریک روز روز میر نہیں آتی۔ ذرا تیری سے دوڑو!“
”کہیں وہ اسے مارنے ڈالیں...!“

”میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ مگر وہ کم بخت کتنی تیزی سے دوڑ رہا ہے۔!“

پھر انہوں نے اسے سرگن نما ناگار میں گھستے دیکھا۔ لیکن ان کی حیرت کی کوئی انتہا رہی جب انہوں نے تعاقب کرنے والوں کو پلٹتے دیکھا وہ اس طرح بھاگ نکلے تھے جیسے ملک الموت نے ان کا تعاقب شروع کر دیا ہو۔ ساتھ ہی وہ جیخ بھی رہے تھے....! ”بھاگو.... بھاگو....!“

”یہ کیا معاملہ ہے؟“ عمران رک گیا۔ پھر اس نے بھی انہیں کی طرح اپنی پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔ صدر پھر یوں کھلا گیا۔ اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا کہ وہ بھی وہی کرتا جو عمران کر رہا تھا۔
”یہ کیا پاگل پن ہو رہا ہے....!“ صدر نے دوڑتے ہوئے کہا۔

”دیکھو.... وہ لوگ رکنے کا نام ہی نہیں لیتے.... حالانکہ غار بہت جیچھے رہ گیا ہے۔!
دفعتاً صدر منہ کے بل گر پڑا.... اور عمران بھی گرتے گرتے پچا.... وہ دھماکہ ہی ایسا زبردست تھا کہ زمین کا پنگی تھی۔ بدی بڑی چٹانیں کاغذ کی دھیوں کی طرح فضائیں اڑ گئی تھیں۔ انہیں ان اڑتے ہوئے پھر وہ زپڑا۔

پھر وہ ایک اوپھی چٹان پر جا پڑھے.... صدر ہانپر رہا تھا۔ انہوں نے ایک جگہ دھوکیں کے کٹپ بادل مسلط دیکھے وہ سرگن نما ہی ہو سکتی تھی۔

”ازاویا.... سب برپا کر دیا....“ صدر ہانپا ہوا بولा۔!

”ہاں ان کے اس طرح بھاگتے ہی مجھے شہہ ہوا تھا کہ مکن ہے وہاں انہوں نے پہلے ہی سے ڈالنا ہی بیٹھ لگا رکھا ہو۔!
”

”مگر.... وہ سب تھا کیا....!“ صدر نے پوچھا۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا وہ بہت زیادہ فکر مند نظر آنے لگا تھا۔



تمن دن تک گرفتار یوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور خود سیکرت سروس کے ممبروں کو بھی اصل واقع کا علم نہ ہو سکا۔ دار الحکم کے سارے ممبر چن کر گرفتار کئے گئے۔ مسز نہانی ایکس ٹو کے ہم سے آزاد کر دی گئی۔ لیکن پھر پولیس نے اسے گرفتار کر لیا۔ مسز گوہن جو کیپٹن خاور کی

اس طرح اس بیغار کا تو خاتمه ہو گیا۔ لیکن چار آدمی صدر پر بھی جھپٹ پڑے۔ اب وہ دونوں الگ الگ ان سے پشت رہے تھے۔ عمران پر متواتر حملے کرنے والوں میں رنگون والا بھی تھا۔ لیکن خالی ہاتھ نہیں تھا۔ اس کا خبر جابر تک کمی بار عمران پر اٹھ چکا تھا۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ اس کے حملے سے خود اسی کے دو آدمی ہلاک ہو چکے ہوں۔

جب تیرے پر اس کا خبر آپڑا تو اس کے آدمی اپنی کھوپڑیاں قابو میں نہ رکھ سکے۔

”اندھے ہو گئے ہو تم....!“ ایک نے دھماکہ کہا۔

”اس کا باپ بھی اندھا تھا....!“ عمران نے تھہہ لگایا۔ ”تم لوگوں کو یہ کتے کے پلوں سے زیادہ نہیں سمجھتا!“

رنگون والانے پھر غصے سے بچھ کر عمران پر حملہ کیا اور اس کے ایک آدمی کی جیخ دور ملک نائے میں لبراتی چل گئی۔ پھر یک بیک اس کے آدمی اسی پر الٹ پڑے۔

”ارے تم بھی آؤ....!“ عمران نے دونوں ہاتھ ہلاکر صدر پر حملہ کرنے والوں کو مخاطب کیا۔ ”یہ رنگون والا پاگل ہو گیا ہے۔!
”وہ ادھر پڑے.... اور انہوں نے بھی اسے خود اپنے ہی ساتھیوں پر خبر سے حملہ کرنے دیکھا۔ اب ایک اور آدمی بھی اس کی دیوالی گئی کاششکار ہو چکا تھا۔

وہ لوگ صدر کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور صدر چپ چاپ کھک کر عمران کے پاس پہنچ گیا۔ وہ چاروں الگ الگ کھڑے تھے لیکن جیسے ہی رنگون والانے پانچھیں پر ہاتھ صاف کیا۔ بھی بے قابو ہو گئے اور عمران نے کہا۔ ”واقعی تم بڑے کمینے ہو رنگون والا.... یہ لوگ تمہارے لئے خون اور پسند ایک کرتے رہے ہیں۔!
”رنگون والا کے منہ سے گالیوں کا طوفان المڈ پڑا۔ شاید اس میں اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ“

دیر تک باقی بچے ہوئے سات آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا۔ دفعتاً وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ ساتوں آدمی اس کے پیچے دوڑنے لگے۔ عمران اور صدر ان ساتوں کے پیچے تھے۔
”یہ کیا ہو گیا....؟“ صدر بولا۔

فیلڈ آئیسٹر بھی ان غیر ملکی ایجنسیوں سے ملا ہوا تھا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ مرر گون والا یعنی متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ اس نے اس زمین دوز کارخانے کو ڈائیماہیت سے اڑا دیا۔ میرے خیال سے تو اس کی ذہنی حالت ان آخری لمحات میں ایسی نہیں رہ گئی تھی کہ اسے اپنی حفاظت کا ہوش ہوتا۔ اسے وہاں سے نکلنے کی مہلت ہی نہ مل سکی ہو گی.... اور پھر وہ ڈائیماہیت اتنا طاقت ور تھا کہ اس نے تقریباً چار فرالاگ کے رقبے میں تباہی پھیلائی ہے۔“
کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر ایسیں تو کی بھرائی ہوئی آواز دوبادہ آئی۔

”اب احمقوں کی انجمن کا حال سنو! یہ کئی بڑے حکام کی سر پرستی میں چل رہی تھی۔ لیکن ان بے چاروں کو اس کے مقصد کا علم نہیں تھا۔ وہ تو اسے رگون والا کی جدت طبع سمجھے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ نئے ڈھنگ کی تفریغ ہے۔ جس کا مقصد بے فکری کے ساتھ وقت گزارنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ رگون والا دیسی بھی انہیں ہر طرح سے خوش کرتا رہتا تھا۔ وہ کچھ بھی سمجھتے رہے ہوں لیکن حقیقتی انجمن صرف ان عورتوں کے لئے بنائی گئی تھی جو اہم ترین سرکاری دفاتر میں کام کرتی ہوں۔ وہ انہیں انجمن تک پہنچانے کے لئے طرح طرح کے دلچسپ اور ہنسانے والے طریقے اختیار کر کے مثال کے طور... پر...!“

مثال کے طور پر اس نے بتایا کہ روشنی اور مسز نعمانی کس طرح دار الحمق تک پہنچی تھیں۔ اس نے ان دونوں کے نام نہیں ظاہر کئے۔ بلکہ دو عورتوں کی داستانیں بیان کیں۔ پھر بولا۔ ”عورتیں عموماً ہنسنے پر جان دیتی ہیں اور احمقوں سے تو بڑی دلچسپی ہوتی ہے۔ بشر طیکہ وہ ان کے شوہر نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن کے ممبر عورتوں کی تعداد بڑھانے میں حیرت انگیز طور پر کامیاب ہوئے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے ذریعے حکومت کے راز معلوم کئے جائیں۔ خصوصیت سے ملکہ خارجہ کی عورتوں پر زیادہ دھیان دیا گیا تھا اور ان کی تعداد نبڑتا زیادہ تھی۔ مگر یہی احمقوں کی انجمن ان کے لئے موت کا پیغام بن گئی۔ عمران جیسے احمد کو وہ پہلے ہی سے کھلک رہی تھی۔ پھر جب اس کی ایک دوست بھی انجمن کی طرف متوجہ کی گئی تو اس نے باقاعدہ طور پر ان کے خلاف تحقیقات شروع کر دیں۔ دیسے رگون والا پر تو میری نظر بہت پہلے سے تھی۔ میں نے عمران کو آئیل فیلڈ میں تحقیقات کے لئے تھا بھجا تھا۔ خیال یہ تھا کہ یہ معاملات جلدی اور آسانی سے بے طے ہوں گے۔ لہذا عمران کی روپرٹ ملنے کے بعد میں تم لوگوں کو بھی یہاں سے بھیجوں گا۔“ مگر

محرانی میں تھی پہلے ہی پولیس کے پردہ کی جا چکی تھی۔

چوتھے دن سیکرت سروس کے ممبر دانش منزل میں ایکس ٹوکی تقریر کے منتظر تھے۔ ٹرانسپر سے ایک ہلکا لاڈا اپسیکر فسلک کر دیا گیا تھا۔ ٹھیک دس بجے ایکس ٹوکی آواز آئی۔ جو کہہ رہا تھا ”عمران کا ابھی تک پہ نہیں چل سکا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نے تھا یہ کارنامہ انجام دے دالا۔ میں صدر اور سارجنٹ نعمانی سے بھی بے حد خوش ہوں۔ انہوں نے بڑی چالاکی سے اس گروہ کی سرگرمی کی ہے۔ میں اپنے سارے ماتحتوں سے ایسی ہی کارگزاریوں کی توقع رکھتا ہوں۔!“

پھر اس نے آئیل فیلڈ کے واقعات درہانے شروع کئے۔ صدر ایک بات پر سر ہلانا جا رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر ایکس ٹو پھر بولا۔ ”رگون والا کو اچھی طرح علم ہو گیا تھا کہ عمران اس کے چکر میں ہے۔ لیکن وہ مطمئن تھا کہ وہ اس کے خلاف ثبوت مہیا نہ کر سکے گا۔ لہذا وہ نہایت اطمینان سے کام کرتا رہا۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی دن یہاں کے آئیل اسٹیشن پر تیل کی پوری مقدار پہنچ گئی ہے تو اس کا اطمینان رخصت ہو جاتا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ یہ راز کسی پر نہ ظاہر ہونے پائے۔ عموماً یہی مشہور کیا جاتا رہا کہ تیل کی پوری مقدار کسی دن بھی یہاں نہیں پہنچی۔ پھر میں نے انتظام کیا کہ یہاں کے آئیل اسٹیشن کے کچھ ذہدار آفسر گرفتار کرنے جائیں۔ ان گرفتاریوں نے اسے اور بھی اطمینان دلادی۔ پاپ لائن کی مرمت مخفی ایک ڈھونگ تھا۔ وہ ایک بار کھدائی کر کے یہ مشہور کر دیتے کہ پاپ لائن میں شکاف پڑ گیا تھا۔ اب اس کی مرمت کر دی گئی ہے پھر شامکہ دونوں تک پوری مقدار میں تیل آتا رہتا اور ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد پھر کمی شروع ہو جاتی۔ قصہ دراصل یہ تھا کہ انہوں نے پاپ لائن سے ایک لکٹشن اور لگا رکھا تھا۔ اس کے ذریعہ تیل دوسری طرف لے جا کر ضائع کر دیا جاتا تھا۔ اس لکٹشن کو کمزور کرنے کے لئے انہوں نے ایک غار میں مشینیں لگائی تھیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ ہم اپنے ایک دوست ملک کو تیل نہ دے سکیں۔ جس جگہ انہوں نے کھدائی کا راہہ کیا تھا دراصل وہیں انہوں نے لکٹشن لگا رکھا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہی طور پر انہوں نے وہاں سے لکٹشن ہٹا دیئے کا راہہ کیا ہو۔ لیکن اگر ان کا یہی ارادہ تھا تو ہمیں یہی سمجھنا چاہئے کہ رگون والا کو علم ہو گیا تھا کہ کسی دن تیل کی پوری مقدار بھی پہنچ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں پوری یا پاپ لائن کی کھدائی کا مسئلہ درپیش ہو جاتا۔ بہر حال یہ قصہ ہی ختم ہو گیا۔

غیر متوقع طوز پر حالات کچھ سے کچھ ہو گے۔ عمران اور صدر کو تہا مقابله کرنا چاہیں اب مہلت بھی نہ مل سکی کہ نعمانی ہی کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتے۔ عمران غائب ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں اب وہ کس چکر میں ہے۔ اگر تم میں سے کسی کو کہیں دکھائی دے تو مجھے فرا مطلع کرنا۔!



عمران نے ٹرانس میٹر بند کر دیا۔ اس نے روشنی کے نئے فلیٹ سے اپنے ماتھوں کو مخاطب کیا تھا
”تو یہ قصہ تھا۔“ روشنی نے طویل سانس لے کر کہا۔

”ہاں.... اور اب مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے....!“ عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔
”مگر کلب میں ہتھیری ایسی عورتیں بھی تھیں جن کا تعلق کسی سرکاری محلے سے نہیں
تھا۔“ روشنی نے کہا۔

”ہاں.... وہ یا تو باقاعدہ طور پر رگون والا کے لئے کام کرتی تھیں یا پھر وہ انہیں کے اصل مقدم
سے واقعت ہی نہیں تھیں۔ کام کرنے والیوں میں مثال کے طور پر سمزگوہن پیش کی جاسکتی ہے۔“
”لیکن تم نے یہ کیوں کہا ہے کہ عمران غائب ہو گیا۔“

”بس یو نہیں.... تھوڑی سی تفریخ کے لئے۔ جو لیانا فشر واڑ مجھے تلاش کرنے کے لئے زمین
و آسمان ایک کر دے گی۔!“

”و تم آج کل اس کے چکر میں ہو۔!“ روشنی غصیلے لہجے میں بولی۔

”ہاں میرے ایک خالو عرصہ سے کنوارے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سے اس
کی شادی کراؤں تاکہ وہ میری خالہ ہو جائے.... مگر وہ سمجھتی ہے کہ تم میری خالہ ہو۔!
روشنی میز سے رول اٹھا کر اس کی طرف چھپتی اور عمران ”نانا“ کہتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

(ختم شد)

(مکمل ناول)

کنارے سے دوسرے کنارے تک دوڑتا چلا جاؤں۔ کراچی کا دوسرا کنارہ
کہاں ہے آپ جانتے ہی ہوں گے۔

دیر سو یہ ہے بس کی بات نہیں۔ مصنف بیچارہ نہ تو کتاب بن سکتا
ہے اور نہ پرنگ مشین۔ ویسے کبھی کبھی کتابوں کو بھی زکام ہو جاتا ہے
اور پرنگ مشین تو آئے دن تو ٹی پھوٹی رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں میرا
خلاصانہ مشورہ یہ ہے کہ جب بھی کتاب ملنے میں دیر ہو وقت کاٹنے کے
لئے خود بھی جاسوسی ناول لکھنا شروع کر دیا مجھے۔ کیوں کہ بازار میں
جاسوسی ناولوں کا سیالاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایسا سیالاب کہ لوگوں کو
جاسوسی ناول کے نام ہی سے متلی ہونے لگے اور ابکائیاں آنے لگیں۔
(لکھنے لکھانے سے پچھا چھڑانے کی ایک یہی صورت نظر آتی ہے۔)

بس اب اجازت دیجئے۔ اس وقت موڈ بہت خراب ہے ممکن ہے
میری "لکھواں" سے آپ کا موڈ خراب ہو گیا ہو لہذا اب عمران سے
ملئے آپ کا موڈ بحال ہو جائے گا۔

پیش رس

لبیجع عمران کا اکیسواس کار نامہ بھی حاضر ہے۔ یہ کتاب آپ تک دیر
سے پہنچ رہی ہے جس کی وجہ کم از کم کراچی کے باشندے تو جانتے ہی
ہوں گے۔ بہر حال دل تو چاہا کہ اس کتاب کو..... "انفلوئنزا" نمبر کے
نام سے پیش کیا جائے۔ لیکن پھر خیال آیا آپ کو اور زیادہ بور کرنے سے
کیا فائدہ..... ویسے ہی اخبارات کے اندازے کے مطابق کم از کم کراچی کا
ہر تیسرا آدمی بذات خود "انفلوئنزا نمبر" بن کر رہ گیا ہے۔

اب سناء ہے کہ کوئی دوسرا لہر آرہی ہے جسے "خونی انفلوئنزا" کے
نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔ ہو گا! پڑھنے والوں کو اس سے کیا سروکار۔
انہیں تو وقت پر کتاب ملئی چاہئے۔ نہیں ملے گی تو خطوط کا تارباندھ دیں
گے۔ ارے صاحب حد ہو گئی محبت کی ایک صاحب نے یہاں تک
کھدیا کہ "میرا بس چلے تو این صفائی کا گلاہی گھونٹ دوں نہ رہے بانس نہ
بجے بانسری"

بھائی صاحب! اب میں خود بھی بانسری بجائے بجائے تھک گیا
ہوں۔ پتہ نہیں کب بانسری پھینک کر بانس اٹھا لوں اور شہر کے ایک

اب صفحہ

۱۹۵۷ء جولائی ۲۰

اگاہ کریں۔ انہیں خصوصیات کی بناء پر اذلفیا دور مک مشور ہے۔ ہم ویژوں میں کوئی بھی نان
بیڑک نہیں ہے اور ہیڈ ویٹ نہ صرف گرجویت بلکہ لندن کے جیفریز ہوٹل کا تربیت یافتہ بھی
ہے!“

”آپ سب سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔“ عمران چک کر بولا۔ اور ایک بار پھر مصافی
کے لئے ہاتھ بڑھادیا پھر دفعٹا سے باہمیں ہاتھ سے پکڑ کر ہلانے لگا۔ ”مم... معاف کجھے
گا... مم... بالکل گدھا ہوں... ار... یعنی... کہ... ٹھیک ہے... اب مجھے بھوک
لگ رہی ہے... نہاری اور توری روٹیاں...!“

”نہاری اور توری روٹیاں...!“ ویٹ نے حیرت سے دھر لیا اور پھر ایسا منہ بنا لیا جیسے اس
فرماش پر اسے گہرا صدمہ پہنچا ہو۔

”اگر نہاری... نہ ہو تو... پتنے کی دال...!“
”ٹھہریے... آپ تخریف رکھئے... میں خود ہی آپ کے لئے کھانے کا انتخاب کروں گا!“
”ویری گذ... بہت خوب...!“ عمران پھر خوش ہو گیا اور آہستہ سے رازدارانہ لمحے میں
بولا۔ ”میں متین کی ناں مجھے بھی اسی لئے اچھی لگتی ہیں کہ...!“
ویٹ جاپ کا تھا۔ عمران نے جملہ پورا کرنے کی بجائے چھٹ کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری اور
کرسی کی پشت سے نک گیا۔

ہال کی ساری میزیں قریب قریب انگیچ ہو چکی تھیں۔ یہاں ماحول بہت پر سکون تھا۔ کسی
طرح کی بھی بد نظری یا بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ لوگ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔
قہقہے لگاتے وقت بھی ان کی آوازیں اوپنی نہ ہوتیں۔
عمران بور ہو رہا تھا... آج ہی شام کو وہ یہاں پہنچا تھا۔ لیکن اب اس کا دل نہیں چاہتا تھا
کہ وہ کہیں باہر جائے۔

کچھ دیر بعد ایک ویٹ اس کی میز پر پیٹیں لگانے لگا۔ یہ وہ ویٹ نہیں تھا جس سے کچھ دیر
قبل عمران کی گفتگو ہوئی تھی۔

ویٹ میز کے پاس سے ہٹ گیا اور عمران نے ایک قاب کا ذکر کیا۔ اس میں چاول
تھے۔ عمران کھانے کی شروعات چاولوں سے کرنے کا عادی نہیں تھا اس نے دوسری قاب کا

قریب و جوار کے شہروں میں شاہدار ایسا شہر تھا جسے عمران نے اچھی طرح نہیں دیکھا
تھا۔ یوں تو کئی بار اس کا یہاں آتا ہوا تھا لیکن کبھی شہر دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ان دونوں وہ
قریب قریب بے کار تھا لہذا اس نے سوچا کہ شاہدار ایسا دیکھ ڈالا جائے۔
وہ تھا آیا تھا اور یہاں کے سب سے زیادہ شاہدار ہوٹل اذلفی میں اس کا قیام تھا۔ اذلفی میں
یہ اس کی پہلی رات تھی.... اور وہ ڈائننگ ہال میں اپنی میز پر تھا تھا.... اس کے چہرے پر سب
معمول حماقوں کی آندھیاں چل رہی تھیں۔

تقریباً سات بجے ایک ویٹ اس کی میز کے قریب آیا اور سلام کر کے آرڈر کا منتظر تھا کہ
عمران نے احتفاظہ انداز میں انٹھ کر اس سے مصافی کیا اور بال پچوں کی بابت دریافت کرنے لگا۔
ویٹ سے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ دفعٹا نے جھک کر آہستہ سے پوچھا ”میا آپ یہاں پہلی بار
شریف لائے ہیں جناب....!“

”ہاں بھی... بالکل پہلی بار....!“
”کسی بڑے ہوٹل میں ٹھہر نے کا اتفاق بھی پہلی ہی بار ہوا ہے....!“
”اہ...“ عمران نہ کر بولا ”نہیں.... ہاں.... مطلب یہ کہ....!“
”ویٹوں کے سلام کے جواب پر مصافی نہیں کیا کرتے....!“ ویٹ نے بزرگانہ انداز
اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ نہ انہ مانے گا ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کو ہوٹل کے آداب سے

اے کوئی غیر معمولی بات نہیں نظر آئی۔ وہ اس خط سے بالکل ہی بے تعلق معلوم ہوا تھا۔
عمران نے سوچا کہ ممکن ہے کسی نے اس کی علمی میں یہ حرکت کی ہو۔

وہ کچھ دیر تک دیکھ رہا۔ پھر انھوں نے باہر آیا۔ وہ بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ اگر اس کے کسی شناسا کا مذاق نہیں تھا تو پھر کیا ضروری تھا کہ کسی اور کے دھوکے میں اسی کے پاس یہ تحریر پہنچتی۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی وہ ایسے اتفاقات سے دوچار ہو چکا ہے۔ مگر اس کی نوعیت یہ دوسری تھی۔ نہ جانے کیوں یہ اسے کسی ذرا سے کاریبہر سل سامعلوم ہوا تھا۔ اور پھر یہ تجویز کسی ”پچاری“ کی طرف سے تھی۔ بھلا پچاریوں کو ”بیڑی اور مشین“ سے کیا سروکار۔ اُس نے سوچا کہ اگر وہ اس کے کسی شناسا کا مذاق ہے تو اسے ضرور یہ قوف بننا چاہئے۔ آخر ”تفریح“ کے لئے تو یہاں آیا تھا اور یہ قوف بننا ہی اس کی سب سے بڑی تفریح تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی حماقتوں اللادوسروں ہی کو یہ قوف بنادیتی ہوں۔

اس نے ایک ٹیکسی کی اور سروش محل کی طرف روانہ ہو گیا۔... لیکن اسے علم نہیں تھا کہ وہ کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ شاہدار اکی راہوں میں وہ اجنبی تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹیکسی شہر کے باہر پہنچ گئی۔ سروش محل شہر سے تقریباً دو ڈھانی میل کے فاصلے پر تھا۔ ”مجھے عمارت سے تقریباً ایک فرلانگ اوہر ہی اتا رہا۔“ عمران نے ڈرائیور سے کہا۔ ”اور پھر دیکھ میری والبی کے منتظر ہنا!“

”بہت بہتر جتاب.... جب تو میرا خیال ہے کہ اب آپ اتر جائیے۔ یہاں سے ایک ہی فرلانگ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ وہ جو روشنیاں نظر آرہی ہیں۔ وہی سروش محل ہے!“

”اچھی بات ہے۔ روک دو....!“

ٹیکسی رک گئی۔ عمران نے دس کا ایک نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ ایک طرف کا کرایہ ہوا۔ واپسی کا کرایہ شہر پہنچ کردا کروں گا!“
یہ ایک طرف کا کرایہ اصل کرایہ کے دو گنے سے بھی زیادہ تھا۔ لہذا ڈرائیور دم و اسیں نکل اس کا انتظار کر سکتا تھا۔

عمران ٹیکسی سے اتر کر روشنیوں کی طرف چل پڑا۔ جو زیادہ دور نہیں تھیں۔ تھوڑی دیر بھروسے خود کو ایک اوپنی دیوار کے نیچے پایا۔

ڈھکن اٹھایا اس میں ترکاری تھی۔

معمول کے مطابق روئیوں کے بعد اس نے چاول کی طرف ہاتھ بڑھایا اور جب وہ قاب سے پلیٹ میں چاول لے رہا تھا چچے کسی ایسی چیز سے ٹکرایا جس نے اسے قاب کی تہہ تک پہنچنے سے روک دیا۔ عمران نے چچے ایک طرف رکھ کر اسے انگلی سے ٹھوٹا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ چیز اس کی چٹکی میں دبی ہوئی باہر آگئی۔

یہ موی کا غذہ کا ایک چھوٹا سا لفافہ تھا اور اس کے اندر رکھا ہوا کاغذ کا ٹکڑا اضافہ کھائی دے رہا تھا۔ عمران نے اسے ایک پلیٹ کے نیچے بادیا۔

لیکن اب یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کھانا کھاتا رہتا۔... کر سی کی پشت سے نکل کر اس نے پلیٹ کے نیچے سے نکلا۔... وہ گوند سے چپکا دیا گیا تھا اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ اندر رکھے ہوئے کاغذ تک بھاپ یا پانی کا اثر نہ پہنچ سکے۔

اس نے لفافہ کو کھوٹا۔ کاغذ کے ٹکڑے پر انگریزی میں نانپ کی ہوئی عبارت تھی۔

”سروش محل کے شمالی پہاڑ پر جاؤ۔ پہاڑ سے شمال مشرق کی طرف سو قدم پر جو جہاڑیاں ہیں ان میں ایک بیڑی اور ایک چھوٹی سی مشین میں ملے گی۔ بیڑی کا تار مشین کے سرخ لٹو سے کنٹ کر کے اسے دائیں جانب گھما دینا۔ پھر وہاں سے جتنا تیز دوز سکتے ہو دوڑ کر عمارت سے نکل جانے کی کوشش کرنا۔“



عمران نے اس عبارت کو تین چار بار پڑھنے کے بعد لفافے سمیت جیب میں رکھ لیا۔ سروش محل شاہدار اکی ایک بہت مشہور عمارت تھی عمران نے اس کا نام پہلے بھی سنا تھا۔

وہ اس لفافے کے متعلق غور کرنے لگا۔ شاید یہ کسی اور کے دھوکے میں اس نکل پہنچا تھا۔ اس کی معلومات کے مطابق سروش محل ایک متول خاندان کی ملکیت تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس کے کسی شناسانے اسے یہ قوف بنانے کی کوشش کی ہو۔

ویٹر برتن سمیت لے گیا۔ عمران نے بہت غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا تھا۔ لیکن

لئے یہ مشین ایک نئی چیز رہی ہو گی اور اس کے دھوکے میں ہدایات عمران کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہدایات پہنچانے والے کو صرف اتنا ہی بتایا گیا ہو کہ وہ ایک یہ تو ف سا آدمی ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ یہ تو ف آدمی اذلفیا میں قیام کرنے والوں ہی میں سے ہو۔

اس نے بیٹری سے تار الگ کیا اور اسے سیستہ ہوا چھانک تک لیتا چلا گیا۔ پھر پہنچ جھک کر دروازے کے پہنچ سے اُسے اندر پھیک دیا۔ اسے خدا کے ہندو کہنیں اس کی عدم موجودگی میں وہی آدمی نہ پہنچ جائے جس کے لئے وہ پیغام تھا۔ ہو سکتا تھا کہ سازش کرنے والے کو اپنی یادویں کی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔

پھر اس نے اس تار کو بھی نکال دیا جو بیٹری کو مشین سے منسلک کرتا تھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے وہ یہ تو ف آدمی ہی آجائے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہدایات کے مطابق سرخ پیچ گھما دیتا اور خود اس کے پہنچ اڑ جاتے۔

اتا کر لینے کے بعد عمران نیکسی کی طرف چل پڑا۔ ڈرائیور اسٹرینگ پر جھکا ہوا لوگہ رہا تھا۔ عمران نے اُسے جھنجوڑا اور اندر بیٹھتا ہوا بولا ”اب مجھے سروش محل کے اُس چھانک پر لے چلو جس سے آمد و رفت رہتی ہے۔“

گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا وہ پلک جبکہ ہی مشرقی چھانک پر پہنچ گیا۔ اسی چھانک سے آمد و رفت رہتی تھی۔ مگر اب چھانک بند ہو چکا تھا دربان نیکسی کے قریب آگیا۔

”نواب صاحب ہیں!“ عمران نے اپنے لمحے میں وقار پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ”بھی حضور.... مگر اب وہ سونے کے کمرے میں ہوں گے اور ہمارے لئے سخت آرڈر ہے کہ ہم نوبجے کے بعد چھانک ہرگز نہ کھولیں!“

”یہ بہت ضروری ہے میں ایک خاص آدمی ہوں۔ یا تو مجھے اندر جانے دو یا میرا کارڈ بھجوادو!“

دربان نے اس کے چہرے پر تارچ کی روشنی ڈالی اور سوچ آف کرتا ہوا بولا۔ ”مجھے کسی دوسرے خاص آدمی کا علم نہیں ہے.... جس کے لئے کہا گیا تھا وہ اندر ہی ہے۔!“

”تم میرا کارڈ پہنچا دو!“

وہ دیہن شہر کر ستوں کی طرف غور کرنے لگا لیکن.... یہ ایک مشکل کام تھا۔ تحریر سے تو یہی متریخ تھا کہ عمارت کے کئی چھانک ہوں گے۔ مگر فی الحال ان میں سے ایک بھی عمران کی نظر میں نہیں تھا۔ کسی ایک پہنچنے کے بعد ہی وہ سمت کا تعین کر سکتا تھا۔ تحریر کے مطابق اسے شمالی چھانک پر پہنچنا تھا۔

وہ دیوار کے پہنچ سے ایک طرف چل پڑا۔ شاید یہ اصل عمارت کے گرد چار دیواری تھی وہ چھارہا اس کا اندازہ تھا کہ چہار دیواری کئی میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے۔ بلا خود ایک چھانک تک پہنچ ہی گیا۔ پھر اسے اتفاق ہی کہنا چاہئے کہ سمت بھی شمال ہی نہیں۔ لیکن وہی اس عمارت کا شمالی چھانک تھا۔

عمران شمال مشرق کی طرف مڑ کر آگے بڑھتا ہوا اپنے قدم گئے لگا۔ تھیک سو قدم پلے کے بعد وہ ان جھاڑیوں کے قریب پہنچ گیا جن کے متعلق اس پر اسرا رخط میں تحریر تھا۔ اس نے جیب سے تارچ نکالی اور جھاڑیوں میں گھس پڑا۔ ۔۔۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اس کے کسی شناسا کا مذاق نہیں تھا۔

اُسے وہ بیٹری بھی مل گئی اور وہ مشین بھی جس سے بیٹری کا تار منسلک کر دینے کی ہدایت خط میں موجود تھی۔ اور پھر اب اسے وہ تار بھی نظر آیا جو بیٹری سے نکل کر جھاڑیوں کے باہر چلا گیا تھا۔ عمران اسی پر نظر جمائے ہوئے باہر نکل آیا۔ اس تار کا سلسہ چھانک تک چلا گیا تھا۔ لیکن اس کے آگے کا حال عمران کو نہ معلوم ہوا کیونکہ چھانک بند تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔۔۔ یہ تو ایک انتہائی خطرناک کھیل معلوم ہوتا تھا اور یہ کسی بہت ہی چالاک آدمی کی حرکت تھی اور شاید اسے اس کام کے لئے کسی احق ہی کا انتخاب کرنا تھا جو کم از کم اس مشین کی اصلاحیت سے ناواقف رہا ہو گا۔ مشین میں چاروں طرف ڈائیکٹیٹ کی نیکیاں فٹ تھیں اور اس کے تار کے آخری سرے پر بھی غالباً ایسی ہی ایک مشین رہی ہو گی جو چھانک سے گزر چار دیواری کے اندر تک چلا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مشین کا سرخ پیچ گھماتے ہی دھماکے ہوتے۔ ایک چار دیواری کے اندر اور دوسران جھاڑیوں میں جس سے خود پیچ گھمانے والے کے پہنچ اڑ جاتے۔

ظاہر ہے کہ اصل مجرم نے اس کام کے لئے کسی ایسے ہی آدمی کا انتخاب کیا ہو گا جس کے

مطلب یہ کہ رات کے کسی حصے میں یہ عمارت لازمی طور پر خاک کا ذہیر ہو جائے گی!“
”اوہ.... ذرا تھہریے.... میں ابھی حاضر ہوا....!“ دوسری طرف سے سلسہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

عمران نے بھی رسیور کھدیا اور جیب میں چیو گلمن کا پیکٹ ٹلاش کرنے لگا۔ اس کی پیشین گوئی نے نواب رفت جاہ کے سیکریٹری کو اس درجہ سراستہ کر دیا کہ وہ اسے دیکھنے کیلئے چاہاں پر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے قدموں کی آہٹیں سین جو رفتہ رفتہ قریب آ رہی تھیں یہ کم از کم دو آدمی تھے۔ عمران نے چیو گلمن کو دانتوں میں دبائے ہوئے سوچا کہ یہاں خوف کے آثار پائے جا رہے ہیں جس کا مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی کے افراد اپنے خلاف کسی قسم کی سازش کا شہر ضرور رکھتے ہیں۔

مارت سے آنے والے دو آدمی عمران کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

چوکی دار نے کیبن میں رکھی ہوئی لاٹیں کی تی اونجی کر دی تھی۔ آنے والوں میں سے ایک نے بے ساختہ ”ارے“ کہہ کر اپنے ہونٹ سکوڑ لئے اور عمران نے دوسرے کی نظر بچاتے ہوئے اسے آنکھ مار کر کہا۔ ”تم لوگ اس وقت پرنس آف ڈھمپ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کر رہے ہو!“

جس نے عمران کو دیکھ کر حیرت ظاہر کی تھی دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ لیکن دوسرے آدمی نے جھلانے ہوئے لبھ میں پوچھا۔ ”آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں!“

”میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ عمارت خاک کا ذہیر نہ ہونے پائے اور نواب رفت جاہ بصد جاہ و حشم سروش محل کی زینت بنے رہیں!“

”سچان اللہ کیا کلام ہے۔ پہلے آدمی نے سر ہلا کر دادوی لیکن عمران کی طرف نہیں مڑا۔“ اگر آپ نے سید ہی طرح گفتگونہ کی تو بھی پویس کے حوالے کر دیئے جائیں گے!“ ”ارے... ارے... سیکریٹری صاحب“ پہلا آدمی جس نے عمران کو دیکھ کر حیرت ظاہر کی تھی بول پڑا۔ ”آپ گستاخ فرمائے ہیں۔ شہزادہ عالی وقار کی شان میں۔ میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اف فوہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان کے قدم یہاں تک آئے ہیں اب سب ٹھیک ہو جائے گا!“

”صاحب میں حکم کے خلاف کیسے کر سکتا ہوں ویسے تھہریے میں سیکریٹری صاحب کو فون کرتا ہوں۔ وہ چاہاں کے باہمی جانب والے کیبن میں چلا گیا لیکن دوبارہ چاہاں پر آنے میں دیر نہیں گی۔ اس نے چاہاں کی ذیلی کھڑکی کا قفل کھولتے ہوئے کہا ”اندر آ جائیے.... سیکریٹری صاحب آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“ مگر واضح رہے کہ میں پہچاں ہوں اور میری زندگی کا پیشتر حصہ فون میں گزارا ہے!“

” واضح رہے گا!“ عمران نے جھک کر چاہاں میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ پھر دوسرے یہ لمحے میں وہ کیبن کے فون پر نواب رفت جاہ کے سیکریٹری سے باتیں کر رہا تھا۔ ”میں پرنس آف ڈھمپ ہوں!“ عمران نے پر وقار بھجے میں کہا۔

”ڈھمپ“ دوسری طرف سے تحریر آواز آئی۔ ”میں نے اس ریاست کا نام آج تک نہیں سن جاتا!“ ”تمہاری خوش قسمتی ہے کہ آج تم من رہے ہو۔ ہم نواب رفت جاہ سے ملتا چاہتے ہیں۔“

”میکیا یہ ملاقات نواب صاحب کے لئے موقع ہوگی۔“ سیکریٹری نے پوچھا۔ ”ہم زیادہ گہری اردو نہیں سمجھ سکتے۔ اگر ہم اپنی زبان بولنا شروع کر دیں تو تم اپنے کانوں کے پردے چھاڑ ڈالو گے۔ ملاقات تو ہم سمجھ گئے لیکن یہ موقع کیا بلا ہے!“ ”مطلوب یہ ہے کہ نواب صاحب آپ کو پہچانتے ہیں یا نہیں!“ ”نہیں پہچانتے تو اب پہچان لیں گے تم ہمارا بیگام ان تک پہنچا دو!“ ”وہ استراحت فرمائے ہیں!“ ”استراحت کے کہتے ہیں!“ ”یعنی کہ آرام فرمائے ہیں!“ ”یعنی بھی شامل ہے آرام میں!“ عمران نے کہا۔ ”آپ صح ملنے گا جناب!“ ”کیا نواب رفت جاہ کی لاش صح ہم سے گفتگو کر سکے گی!“ ”کیا مطلب ...!“

ہولیا گھاچب عمران لے شعبہ کار خاص کی آفیسری کو خر باد کھانا تھا۔ اس کے بعد سے پھر آج عمران کو اس کی شکل دکھائی دی تھی۔

کچھ دیر بعد تین بادر دی اور مسلح محافظہ دہاں پہنچ گئے۔

”چلے جناب....!“ سکریٹری نے برا اسمانہ بنا کر کہا۔ شاید اسے یہ تادق بھاگ دوڑ گران گزر رہی تھی۔ وہ شماں چھانک پر آئے اور عمران نے اس تار کی طرف اشارہ کیا جو ڈھیر کی شکل میں چھانک کے بیچے پڑا ہوا تھا اور پھر اس کی تاریخ کی روشنی اس سمت ریگ گئی جو درہ اس کا دوسرا سلسہ پھیلا ہوا تھا۔

”اور وہ بیٹری جس کے ذریعے ڈائیٹ کام میں لایا جاتا۔ چھانک کے باہر جهازیوں میں موجود ہے۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”ہم نے تار اس سے الگ کر کے یہاں اندر ڈال دیا تھا۔ تاکہ ہماری عدم موجودگی میں کوئی اسے استعمال نہ کرنے پائے۔!

سکریٹری کچھ نہ بولا۔ دیسے اب وہ لوگ تار کو نظر میں رکھے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ٹھوڑی دیر بعد وہ اصل عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئے یہاں تار ایک برد میں داخل ہو کر غائب ہو گیا تھا۔

سکریٹری کے چہرے پر ہوانیاں اڑنے لگیں اور ہدہ آہستہ سے بولا ”یکجا جناب میں نہ کہتا تھا!“ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ڈائیٹ میٹ سکن پہنچ گئے جو نواب رفت جا کی خواب گاہ میں رکھا ہوا تھا۔ ان کی مسہری پر پڑی ہوئی چادر فرش تک لٹک رہی تھی۔ اس نے اس کے اتفاقاً دیکھ لیے جانے کا بھی امکان نہیں تھا۔

نواب رفت جا تھرست سے عمران کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ کچھ بولے نہیں۔ دیسے عمران نے ان کی آنکھوں میں بے یقین صاف پڑھ لی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسے بھی سازش کا ایک حصہ سمجھ رہے ہوں۔

باہر کی جهازیوں میں بھی انہوں نے بیٹری اور ڈائیٹ میٹ دیکھے عمران نے انہیں بتا شروع کیا کہ اسے استعمال کرنے والا بھی کس طرح ذلیل ہو جاتا۔

”میں اب یہ کیس پولیس ہی کے پر دکروں گا!“ نواب رفت جا آہستہ سے بڑیداۓ پھر بولے۔ ”مگر آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہاں ڈائیٹ میٹ رکھے گئے ہیں۔!

”کیا مطلب...!“ سکریٹری اسے گھوننے لگا۔

”آپ ان سے پوچھئے تو کہ کیوں تشریف لائے ہیں۔!

”ہم اس نے تشریف لائے ہیں۔“ عمران نے اکٹھ کر کہا ”تشریف نہیں لائے بلکہ ہمیں ایک ٹکسی لائی ہے۔ بہر حال ہم یہ بتانے آئے ہیں کہ اس عمارت میں ایک ایسا ڈائیٹ میٹ موجود ہے جو اسے نئے نئے ٹکریزوں میں تبدیل کر دے گا۔!

”میرے خدا...!“ پہلا آدمی اچھل پڑا لیکن سکریٹری کی آنکھوں سے بے یقینی جھاکھی رکھ۔

”اگر یقین نہ ہو تو ہمارے ساتھ شماں چھانک کی طرف چلو!“ عمران پھر بولا۔

”کیا تم انہیں پہنچانتے ہو۔!“ سکریٹری نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

”اچھی طرح جناب....!“ اس نے جواب دیا۔

”یہ ڈھمپ کون سی ریاست ہے.... کہاں ہے.... میں نے تو آج تک اس کا نام نہیں سن لیا!“

”آج تو تم سن رہے ہو۔ آج سے پہلے نہ سنا ہو گا۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”ڈھمپ کی کہانی بہت لمبی ہے۔ ہو سکتا ہے ہم کہانی شروع کر دیں اور ادھر دھاکہ ہو جائے۔!

”میرا خیال ہے چھانک کی طرف ضرور چلتے!“ سکریٹری کے ساتھی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”لیکن اگر کوئی الٹی سیدھی بات ہوئی تو اس کی تمام تر زندہ داری تم پر ہو گی!“ سکریٹری بولا۔

”میں ذمہ داری سے نہیں گھبراتا۔ آپ مجھ پر اعتماد کیجئے!“ اس کے ساتھی نے کہا۔

”اچھی بات ہے لیکن میں تین مسلح محافظوں کو بھی ساتھ لے چلوں گا!“

”ہماری طرف سے تین سو کی اجازت ہے۔!“ عمران بولا۔

سکریٹری نے کیمین کے فون پر کسی کو مخاطب کر کے تین مسلح محافظوں کے لئے کہا اور ان کا انتقلار کرنے لگا۔ اس کا ساتھی اب بھی عمران کو گھونرے جا رہا تھا۔ لیکن اب عمران اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ دیسے عمران بھی اسے دہاں دیکھ کر متبرہ ضرور ہوا تھا۔ وہ سار جنٹ ہے۔

”اس کا اس زمانہ کا ماحت جب وہ محکمہ سر اغ رسانی کے شعبہ کار خاص کا آفیسر تھا۔“ محکمے کے لئے ہدہ دکی ناکارگی ضرب المثل کی سی حیثیت رکھتی تھی اور اس کا اسی وقت تبادلہ

عقل سکندر و اس طور کہتے ہیں..... مم.... مطلب یہ کہ...!“
قار.... آئے میرے ساتھ...!“ نواب صاحب کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ وہ ایک کرے میں
آئے۔ رفت جاہ کے ساتھ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں آیا تھا۔
”ہمارا قیام اٹالیا میں ہے نواب صاحب...!“ عمران نے کہا۔
”ترحیف رکھتے!“ نواب صاحب نے ایک بار پھر اسے نیچے سے اوپر تک گھوڑتے ہوئے کہا۔
عمران ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”ہم رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ ایک قاب میں ایک
چیزی نظر آیا!“
”کیا مطلب....!“

عمران نے جیب سے وہی کاغذ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا جس نے اس وقت بیہاں
آنے پر بجور کیا تھا۔ رفت جاہ اسے پڑھنے لگے۔ عمران بہت غور سے ان کے چہرے کا جائزہ
لے رہا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ چہرے کا رنگ پیکا پڑتا جا رہا ہے۔
”یہ.... یہ کاغذ....!“ وہ تھوک نگل کر بولے۔ ”آپ کو کہاں ملا تھا!“

”چاول کی قاب میں....!“
”میں کیسے یقین کروں....!“
”اگر آپ یقین نہ کریں گے تو ہم روئے روتے مر جائیں گے۔ لہذا اس سے قبل ہی ہمیں
بیہاں سے کھمک جانا چاہئے تاکہ ہماری تحریک و تغییر کا بار آپ پر نہ پڑے!“
عمران کرسی سے اٹھ گیا۔

”آپ اتنی آسانی سے نہیں جاسکیں گے جتاب....!“ رفت جاہ نے سخت لمحہ میں کہا۔
”اوہ.... تو کیا آپ ہمارے لئے اونٹ گاڑی مگوا کیں گے۔“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”کیونکہ دنیا میں وہی ایک دشوار ترین سواری ہے!“
”آپ میرا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کیجھ...!“ رفت جاہ کا لمحہ اور سخت ہو گیا۔ ”آپ
اس وقت تک میرے باڑی گاڑی کی گگر انی میں رہیں گے جب تک کہ پویں نہ آجائے!“
”اگر پویں نے ہمیں پہچانے سے انکار کر دیا تو کیا ہو گا!“
”یہ آپ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں!“

”اگر سازش کرنے والے دھوکہ نہ کھاتے تب بھی ہمیں کسی نہ کسی طرح علم ہو جاتا۔
ہو ایں جرام کی بو سو گھنے لیتے ہیں۔ نواب صاحب....!“
”صاف صاف کہئے جتاب.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ آپ کسی بڑی پریشانی کا
ہو جائیں!“

”تم ممکن....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”دنیا کی سب سے بڑی پریشانی ہے کثیر الاولاد ہے
لیکن ہم نے ابھی تک شادی ہی نہیں کی اور نہ اولاد کے ذریعے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
لئے سب ٹھیک ہے۔!“

”دریں چڑک.... سجان اللہ.... کیا لکھتے ہیان فرمایا ہے شہزادہ عالی و قار....!“
ہدہ نے بر جستہ کہا اور نواب صاحب اس کی طرف گھوم پڑے۔

”کیا تم انہیں جانتے ہو....!“
”یقیناً حضور والا.... اگر میں ان سے واقف نہ ہوتا تو یہ بھلا آپ کی خواب گاہ میں کام
دا غسل ہو سکتے!“

”یہ کہاں کے شہزادے ہیں!“
”شہزادے.... جتاب.... شمال کی طرف.... اوپنے اوپنے پہاڑوں کے درمیان....
جہاں بر قافی چڑیاں....!“ ہدہ بات کو خواہ مخواہ طول دینے لگا تھا کہ عمران بول پڑا۔ ”ہم والی
ڈھمپ کے سب سے بڑے نور نظر ہیں.... بلکہ لخت گرد بھی!“

”ڈھمپ.... میں نے ان ریاست کا نام پہلی بار سنائے!“
”چلے خیر سن لیا!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”بیتیرے ایسے بد نصیب بھی ہیں جنہیں شہید
زندگی بھر سنا نصیب نہ ہو۔ ویسے ہم آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ تمہاں
میں تھوڑا سا وقت دیں گے!“

”کس مسئلے پر....!“ نواب رفت جاہ اسے گھوڑتے ہوئے بولے۔
”یہی مسئلہ.... یعنی کہ چباریوں والا.... جی ہاں!“
”تم انہیں اچھی طرح جانتے ہو....!“ رفت جاہ نے ہدہ سے پوچھا۔

”نج.... جتاب والا.... اچھی طرح.... آپ مطمئن رہئے.... شش.... شہزادہ عالیٰ
”

ہال میں نواب رفت جاہ دو سب انپکڑوں اور پانچ باور دی کاٹیں گے۔ عمران بڑی لارپواہی سے ایک کری پر بیٹھ گیا۔ پولیس والے اُسے بڑی طرح گھور رہے تھے۔ کیونکہ اب عمران کے چہرے پر اچھی طرح حمایت برنسے گی تھی وہ کبھی اس کی طرف دیکھتے اور کبھی نواب رفت جاہ کی طرف۔

”آپ کہاں کے شہزادے ہیں جناب....!“ ایک سب انپکڑ نے اس سے پوچھا۔

”شاید ہم کسی یتیم خانے کے ہیں۔“ عمران نے غصیلے لمحے میں جواب دیا۔ ”سے دیکھئے یہی سوال لئے چلا آ رہا ہے۔ ذھمپ کا شہزادہ ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم ہر ایک کو ذھمپ کا جغرافیہ سمجھاتے پھریں!“

”آپ براہ کرم سوالات کا جواب دیتے وقت محتاط رہتے!“ سب انپکڑ خلک لمحے میں بولا۔

”ہم پیدائشی محتاط ہیں۔ سنا ہے کہ بہت احتیاط سے پیدا کرائے گئے تھے۔“ عمران نے جواب دیا۔ اس کی حمایت آمیز سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

”آپ کا نام مع ولدیت.... وکونت.... بتائیے.... آپ کا تحریری بیان ہو گا۔ اگر آپ یہ نہ ثابت کر سکے کہ آپ کسی ریاست کے شہزادے ہیں.... تو....!“

”ہاں ہم جانتے ہیں کہ اس صورت میں ہمیں بہت دعوم دھام کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا.... سیکریٹری.... اوہ لا جوں.... والا.... یہاں کہاں ہے ہمارا سیکریٹری!“

”جی نہیں.... آپ کو حوالات کی ہوا کھانی پڑے گی۔“ سب انپکڑ نے جلا کر کہا۔ عمران نے چاروں طرف دیکھا اور بڑے پرو قار انداز میں بولا۔ ”ہمیں حوالات میں رکھنے کا مطلب یہ ہو گا کہ....!“

دفعہ کھٹکا کے کی آواز آئی اور ایک خبر سامنے والے دروازے میں پیوست نظر آیا۔ وہ بائیں جانب والی کھڑکی سے آیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے ہال کی فضا پر قبرستان کا سامانہ مسلط ہو گیا۔ پھر سب سے پہلے نواب رفت جاہ اپنی جگہ سے اٹھے اور جھپٹ کر کھڑکی بند کر دی جس سے خبر آیا تھا۔ پولیس والوں نے بھی کرسیاں چھوڑ دیں لیکن عمران بدستور بیٹھا رہا۔ اس نے صرف ایک بار عکس خبر کی طرف دیکھا تھا اور اب اس طور بیٹھا کان کھجرا رہا تھا۔ جیسے کسی نے بہت ہی

”ہم سے بڑی زبردست غلطی ہوئی رفت جاہ!“ عمران نے پرو قار لمحے میں کہا۔ ”چاہئے تھا کہ ہم مشین کا سرخ لٹو گھادیتے!“

”کیا آپ پولیس کی موجودگی میں بھی یہ جملہ دھرا سکتے گے!“

”کیوں نہیں.... کیوں نہیں.... لیکن آپ براہ کرم پولیس والوں کو ہدایت کر دیجئے اپنی سرخ نوپیاں اتار کر ہمارے سامنے آئیں گے۔ ہمیں صرف سرخ نوپیوں سے وحشت ہے نواب صاحب.... ہام.... خیر.... لیکن پولیس کے آنے سے پہلے ہی آگر آپ پیاری کا ہم پر ظاہر کر دیں تو بہتر ہے!“

”میں اب اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا!“

”اف فو..... ہم تجھ بڑی مصیبت میں پھنس گئے۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ہم نے سنا تھا کہ شاہدارا میں تی ہوئی نمکین موگ پھلیاں بکثرت ملتی ہیں اس لئے ہم نے یہاں قدم رنج فرمایا تھا.... مگر بیہاں....!“

نواب رفت جاہ نے میز پر رکھی ہوئی گھٹنی کا بٹن دبایا اور دوسرے ہی لمحے میں دو سلح پیمان کرے میں داخل ہو کر خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔

”تم ان پر نظر رکھو....!“ رفت جاہ نے ان سے کہا اور کمرے میں چلا گیا۔

پیمان دروازے پر جم گئے ان کے ہاتھوں میں رو اور تھے۔ عمران کری پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ یہ بر تاؤ کیا جائے گا۔ اس کا مطلب تو یہی تھا کہ رفت جاہ کے لئے اس قسم کا کوئی واقعہ غیر متوقع نہیں تھا لیکن شاید وہ سازش کرنے والوں کی شخصیتوں سے واقعہ نہ تھے ورنہ وہ اتنے بد حواس نہ نظر آتے۔

عمران نے دونوں پیمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پھر کے جتوں کی طرح خاموش کھڑے رہے۔ تقریباً پون گھنٹے تک اسے وہیں بیٹھے رہتا پڑا۔ پھر اطلاع ملی کہ پولیس آگئی ہے جس ملازم نے اطلاع دی تھی اسی نے بتایا کہ عمران کو ہال میں طلب کیا گیا۔

”ہماری بڑی توہین کی جا رہی ہے ہم تو رفت جاہ پر ہیک عزت کا مقدمہ چلا میں گے!“ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا لیکن اسے ہال تک جانا ہی پڑا کیونکہ دونوں پیمان قفارے برما کی طرح سر پر سوار تھے۔

بھوٹے قم کامداق کیا ہو۔

نواب رفت جاہ نے خیز دروازے سے نکال لیا تھا اور اب اس کاغذ کی تہیں کھول رہے تھے.... جو خیز کے دستے سے لپٹا ہوا تھا۔

دونوں سب انپکڑان کے قریب ہی کھڑے تھے۔ دفاتر عمران نے کہا۔

"اگر یہ خیز کسی کے سینے میں پیوست ہو جاتا تو.... لیکن آپ لوگوں کا اطمینان قابل داد ہے۔ کم از کم ڈھنپ میں تو ایسا نہیں ہوتا!"

ایک سب انپکڑ نے کھانس کر نہ اسامنہ بنا لیا اور کاشیلبوں پر گزرنے لگا۔ "ہمیں تم لوگ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ دیکھو نکل کر جانے نہ پائے!"

دوسرے سب انپکڑ جو شاید اس سے جو نیز تھا کاشیلبوں کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔ اور نواب رفت جاہ اس عبارت کو پڑھتے رہے جو خیز والے کاغذ پر انگریزی حروف میں ناچپ کی گئی تھی۔ پڑھنے کے بعد بھی اسے مٹھی میں دیا رہے لیکن ساتھ ہی وہ عمران کو بھی گھورے جا رہے تھے۔

"کیا بات ہے....؟" سب انپکڑ نے کہا اور رفت جاہ چونک پڑے ان کے چہرے کی جھریاں کچھ اور گھری معلوم ہونے لگی تھیں۔ ان کی عمر ساٹھ کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ جسم اب بھی بہت اچھا تھا۔ اگر چہرے پر جھریاں نہ ہوتی تو وہ بچپاس سے زیادہ معلوم نہ ہوتے۔ ویسے "روزانہ شیو کرنے کے عادی تھے۔

"ٹھہریے....!" انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "آب اگر یہ بات آپ لوگوں کے سامنے آئی ہے تو میں شروع ہی سے بتاوں گا!"

نواب رفت جاہ خاموش ہو گئے تھے۔ ان کی آنکھوں سے گھری تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔ دفاتر سب انپکڑ نے انہیں نوکا۔

"میں منتظر ہوں جناب....!"

"اوہاں.... دیکھئے...!" وہ پھر چونک پڑے۔ "میں دراصل یہ سوچ رہا تھا کہ اس طیم ہو شربا کی داستان کو کہاں سے شروع کروں.... میں نے سیکس روہر کے پر اسرار ناول بھی پڑھے ہیں!"

"فوناچج کی خلا بھی پڑھی ہے آپ نے....!" عمران نے جھک کر پوچھا۔

"آپ براہ کرم خاموش رہئے۔" نواب رفت جاہ نے غصیل آواز میں کہا۔

"تب پھر آپ نے مہمانی کی فوناچج.... اوہ.... فوناچج کی مہمانی کیا پڑھی ہوگی۔"

"خاموش رہئے....!" سب انپکڑ نے بھی عمران کو لکھا۔

عمران جیب میں چیزوں کا پیکٹ تلاش کرنے لگا اور رفت جاہ بولے سیکس روہر کے پر اسرار ناولوں ہی کی طرح یہ بھی ایک پر اسرار داستان ہے۔ لیکن شاید میسوں صدی کا ذہن اسے قبول نہ کرے۔ لیکن اب جب کہ حالات اسی شکل اختیار کر چکے ہوں تو مجھے زبان کھولنی ہی پڑے گی!"

لیکن اگر اسی رفتار سے سکھتی رہی تو شاید ہمیں ایک ماں تک بیٹھا رہنا پڑے گا۔" عمران نے اپنی آنکھوں کو گردش دے کر کہا۔

"آپ پھر بولے....!" سب انپکڑ غریبا۔

عمران نے دوسرا طرف منہ پھیر لیا۔ رفت جاہ نے پھر وہی داستان شروع کر دی۔

"مجھے دراصل فن مصوری کے نوادرات جمع کرنے کا شوق ہے۔ میرے پاس بہت سے مشہور مصوروں کے اور بینل کارنائے ہیں۔ دور دور سے لوگ انہیں دیکھنے آتے ہیں۔ پچھلے سال ایک جرمن بھی یہاں آیا تھا جو بہت روائی کے ساتھ سنکرت بول سکتا تھا!"

"سنکرت غالباً کھائی جاتی ہے۔" عمران تشویش کن لمحے میں بڑھا۔ لیکن نواب رفت

جاہ اس کی طرف دھیا دیئے بغیر کہتے رہے۔ "اس جرمن نے مجھے تین تصویروں کے لئے دس ہزار روپے کا آفر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ میں نے انکار کر دیا ہو گا۔ وہ شقق کے تین مناظر تھے اور جرمن کا کہنا تھا کہ وہ اس کے فرقے کے کسی مذہبی پیشواؤ کی تخلیق تھے وہ خود کو شقق کا پیچاری کہتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ اس نے اس شقق پرست فرقے کے ڈاٹے کہاں ملائے تھے۔ بہر حال اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ بھی آفتاب پر ستون یا ستارہ پر ستون کی طرح شقق کا پیچاری تھا۔ اس نے کافی دیر تک مجھے اپنے مذہب کے متعلق بتایا تھا۔ قصہ مختصر وہ ان تینوں تصویروں کو مخفی اس لئے خریدنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے کسی مذہبی پیشواؤ کی بجائی ہوئی تھیں۔ میرے انکار پر اس نے مسکرا کر کہتا تھا کہ وہ کبھی نہ کبھی صحیح حق داروں تک پہنچ ہی جائیں گے۔ میں نے پوچھا وہ

مال اب اس خط کو ملاحظہ فرمائیے جو ابھی خبر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔! ”رفعت جاہ نے حد سب انپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔
عمران اب کری کے ہھے کو انگلیوں سے کلکھتا رہا تھا۔ دفعہ اس نے سر اٹھا کر کہا۔ ”کیا ہم بھی اس خط کو دیکھ سکتے ہیں! ”

سب انپکٹر جو خط پڑھ چکا تھا۔ نواب رفت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہاں.... آپ اسے پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد براہ کرم اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کیجھ گا۔ ورنہ میں آپ پر بھی اس سازش میں حصہ لینے کا شہر ظاہر کروں گا ظاہر ہے کہ آپ اس صورت میں لازمی طور پر حرast میں لئے جائیں گے! ”

عمران نے کچھ کہے بغیر سب انپکٹر کے ہاتھ سے وہ خط لیا۔ یہ خط بھی ناچہ ہی کیا گیا تھا۔ اور عبارت یوں تھی۔

”اب تمہیں ہوش میں آجائا چاہئے۔ دیکھو ہم اس طرح تمہارے پلگ کے نیچے ڈالنا ہمیشہ پہنچ سکتے ہیں۔ آج تو بس تمہاری تقدیر ہی یاد رہتی کہ میراہدیتی خط ایک غلط آدمی کے ہاتھ لگ گیا مگر کب تک اسے آخری وارنگ تصور کرو۔ ایک بیٹھتے کے اندر اندر وہ تینوں تصاویر یہیں مل جائیں گے۔ ورنہ انجم کے تم خود فرم دار ہو گے....! ”(پچاری)

عمران نے اسے بلند آواز میں پڑھا اور رفت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

”میرا.... خط ایک.... غلط.... آدمی کے ہاتھ.... لگ گیا....! ”

سب انپکٹر نے نہ اسامنہ بنائے ہوئے رک رک کر کہا اور پھر عمران سے بولا ”غلط اور میوں کو صحیح کرنا ہمارا کام ہے! ”

”سخاں اللہ.... کیا صفت پیدا کی ہے۔ ”عمران چپک کر بولا۔ ”آپ تو شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ کبھی ڈھمپ بھی آئے! ”

”میں آپ کو حرast میں لے زہاول۔ ”سب انپکٹر غریل۔

”کم از کم ڈھمپ میں تو ایسا نہیں ہوتا۔ ”عمران نے اپنے شانوں کو جنمیش دی۔

پھر نواب رفت جاہ کو مقاطب کر کے بولا۔ ”آپ تو ہمارے ساتھ وہ برہاؤ بھی نہیں کر رہے جو سکندر نے پورس سے کیا تھا.... خیر ہم بھی یاد کریں گے.... لیکن آخر ہمیں

کس طرح اس نے کہا کہ نہ جانے کتنے ہاتھوں سے گزرتی ہوئی وہ تصویریں مجھ تک پہنچی ہوں گی۔ اسی طرح وہ میرے ہاتھوں سے بھی گزر کر کسی اور تک پہنچیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد وہ کسی شفقت پرست ہی کے ہاتھ لگیں! ”

کچھ دیر کے لئے کمرے کی فضا ساکت ہو گئی۔ عمران سر جھکائے سوچ رہا تھا اور وہ دونوں اسے گھور رہے تھے۔ دفعہ اس وہ سب انپکٹر کمرے میں داخل ہوا۔

”ایک بھی مشتبہ آدمی نہیں مل سکا۔ ”اس نے دم لئے بغیر کہا۔ پھر نواب رفت جاہ کو مخاطب کر کے کہا۔ ”آپ کے سارے محافظ عمارت کے چاروں طرف موجود ہیں۔ انہوں نے نہ کسی کو اندر آتے دیکھا اور نہ باہر جاتے دیکھا! ”

رفعت جاہ صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے۔ پھر اس اطلاع پر تصریح کیے بغیر انہوں نے اپنی داستان دوبارہ چھیڑ دی۔ ”میں نے اس وقت اس کے خیال کو کوئی اہمیت نہ دی تھی مگر اب ادھر تین ماہ سے مجھے تھوڑی بہت تشویش ضرور ہو گئی ہے مجھے ان تصاویر کے متعلق اکثر گمنام خطوط موصول ہوئے ہیں لکھنے والا اپنے دستخط کے بجائے ”شفق کا پچاری“ لکھتا ہے۔ ان خطوط میں طرح طرح کی دھمکیاں ہوتی ہیں۔ اور ان دھمکیوں کے ساتھ انہیں تین تصویروں کا مطالبہ ہوتا ہے جن کے دام اس جرمن نے دس ہزار لگائے تھے۔ میں دراصل ابھی تک یہی سمجھتا رہا کہ کوئی مذاق کر رہا ہے۔ میرے احباب میں بہترے ایسے حضرات ہیں جنہیں میں نے یہ واقعہ سنایا تھا۔ لہذا یہ بھی ممکن تھا کہ میرے دوستوں میں سے کوئی شفقت کے پچاریوں کی آڑ لے کر مجھ سے ایک خطرناک قسم کا مذاق کر بیٹھا! ”

”جی ہاں.... ہو سکتا ہے....! ”سب انپکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

”اس لئے میں نے اس کی اطلاع پولیس کو نہیں دی تھی! ”

”نہیں جناب آپ کو اطلاع دینی چاہئے تھی۔ اگر وہ مذاق ہی ثابت ہوتا تو آپ بڑی آسانی سے اسے درگز رک سکتے تھے! ”

”ہاں.... آں....! ”نواب صاحب سر ہلا کر بولے۔ ”لیکن یہ مجھے اچھا نہیں لگا تھا کہ پولیس اس کے متعلق میرے دوستوں سے پوچھ چکھ کرتی پھر تی۔ مگر ہاں اب جب کہ سروش محل میں ڈالنا ہمیشہ پائے جانے لگے ہیں۔ میں کس طرح اپنی زبان بند رکھ سکتا ہوں۔ خیر بہر

بیان کوئی یہ سب انپکٹر اسے بار بار گھورنے لگتا تھا۔ بیان ختم ہو جانے کے بعد سب انپکٹر

نے اس سے کہا۔ ”آپ کو اسی وقت میرے ساتھ اڈلفیاٹک چلتا پڑے گا۔“

”کیوں....؟“ عمران نے پوچھا۔

”میں وہاں آپ کے بیان کی تصدیق کروں گا۔“

”ممکن ہے.... ہم چل سکیں گے....!“

”آپ صرف ایک شرط پر انہیں یہاں سے لے جاسکتے ہیں۔“ نواب رفت جاہ بول پڑے۔

”کس شرط پر جناب.... فرمائے....!“

”آپ انہیں واپس لے کر یہیں آئیں گے۔ میں اپنا اطمینان کیے بغیر انہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔“

”آپ مطمئن رہئے.... میں انہیں یہیں چھوڑ جاؤں گا۔“ سب انپکٹر نے جواب دیا۔
”شکریہ۔“ نواب رفت جاہ بولے۔ ”اگر یہ حضرت مجرموں ہی میں سے ہیں تو میں انہیں بطور یوغال رکھوں گا۔ میں نے ان واقعات کو باقاعدہ روپورٹ اس لئے بھی نہیں دی تھی کہ میں ایسے آدمیوں سے نپتا جانتا ہوں.... بوڑھا ضرور ہو گیا ہوں مگر اب بھی جسم میں اتنی جان رکھتا ہوں کہ دوچار کو یہ وقت ٹھکانے لگا سکوں۔“

”ٹھکانے.... لگانے کی مشین ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔“ عمران مسکرا کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”چلے انپکٹر صاحب۔“



اڈلفیا میں سب سے پہلے اس دیڑ کی تلاش ہوئی جس نے عمران کی میز پر کھانا لگایا تھا۔ وہ جلد ہی مل گیا۔ اس نے اعتراف کیا کہ کھانا اسی نے عمران کی میز پر لگایا تھا۔ ”لیکن“ اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ ”کشتی میں میں نے کھانا نہیں لگایا تھا۔ بلکہ وہ کشتی میں لگا ہوا ہی مجھے ملا تھا۔“

”کھانا کشتی میں کس نے لگایا تھا۔“ سب انپکٹر نے سوال کیا۔

حراست میں کوئی لیا جا رہا ہے....!“

”کیوں کہ آپ فراؤ کر رہے ہیں جناب....!“ سب انپکٹر بول پڑا۔

”تم خاموش رہو.... ہم تم سے گفتگو نہیں کر رہے۔!“ عمران نے غصیلی آداز میں کہا، سب انپکٹر عجج اس گیدڑ ہمہکی میں آگیا۔ غالباً اب وہ بھی سوچ رہا تھا کہ عمران کے بیان میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہے۔ ورنہ وہ اس طرح اکٹھ کر بات نہ کرتا۔

”میں الجھن میں ہوں....!“ نواب رفت جاہ اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

”دنیا کی ساری الجھنیں رفع ہو جاتی ہیں بشرطیکہ آدمی عقل.... کلیم.... نہیں کیا کہتے ہیں؟“

”اے.... اوہ.... سلیم.... سلیم.... بشرطیکہ آدمی عقل سلیم رکھتا ہو....!“

”میں آپ اس جملے کیوضاحت فرمائیں گے۔!“ نواب رفت جاہ کی پیشانی پر مل پڑ گئے۔

”حقیقت یہ ہے نواب صاحب....!“ عمران نے نہس کر جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

خود بھی عقل سلیم کے معنی نہیں جانتے بس دیے ہی اس وقت استعمال کر پڑھے ہیں لیکن ہمیر پڑتا ہے کہ کچھ لوگ ہمیں کنور سلیم بھی کہتے ہیں۔“

”چھوڑیے جناب....!“ سب انپکٹر نے نواب صاحب سے کہا۔ ”آپ جو کچھ بھی کہیں فوری طور پر اس کی تعیل کی جائے گی۔“

”ہوں.... نہہریے....!“ نواب رفت جاہ تشویش کن لہجے میں بولے۔ ”میرا خیال کہ ابھی انہیں حراست میں نہ پہنچے۔“

”آپ کی مرضی.... مگر دیکھئے.... یہ معاملہ بہت سمجھیں ہے ڈائنا مائیٹ میرے خدا

پیچ گھمانے والا بھی فنا ہو جاتا.... اور آپ کا جو حشر ہوتا۔ اُف فوہ....!“

وہ خاموش ہو کر خواہ خواہ اپنے چہرے پر اس طرح رومنا پھیرنے لگا جیسے پسینہ شک کر رہا۔

”روپورٹ آپ درج کر لیجئے اور ان کا بیان لکھ لیجئے۔ لیکن یہ فی الحال محل ہی میں رہیں۔“

نواب صاحب نے خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھا جو چوگم کا پیکٹ چھاڑ رہا تھا۔ کے انداز سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اس دوران میں ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ

ہو۔

کچھ دیر بعد عمران کا بیان تحریر کیا جانے لگا۔ بیان دیتے وقت اس سے کوئی حماقت

”ویٹر نمبر تیرہ نے جتاب۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ غلطی سے یہرے لفڑی میزول میں سے ایک کا آرڈر لے بیٹھا ہے۔ لہذا میں نے کشی اس کے ہاتھ سے لے لی۔“

”ویٹر نمبر تیرہ کہاں ہے۔“ سب انپکٹر نے پوچھا۔

”ٹھہریے اسے ابھی بلاتا ہوں۔“ فیجر نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بھائی۔ چپڑا اسی اس سے ویٹر نمبر تیرہ کو بلانے کے لئے کہا گیا۔

”مگر جناب معاملہ کیا ہے۔“ فیجر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ ”کیا اس کھانے کے متعلق کوئی شکایت ہے!“

”بجھے افسوس ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہ بتاسکوں گا!“

سب انپکٹر نے خشک لبجھ میں حواب دیا اور فیجر ایک طویل سانس کے ساتھ کرسی کی پشت سے نک گیا۔

”کچھ دیر بعد چپڑا سے آکر اطلاع دی کہ ویٹر نمبر تیرہ غائب ہے۔

”غائب ہے....!“ فیجر آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”مگر کیوں غائب ہے کیا اس کی ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی!“

”نہیں صاحب.... وہ سپروائزر صاحب سے اجازت حاصل کئے بغیر کہیں چلا گیا ہے!“

”میں ویٹر نمبر تیرہ کے متعلق ضروری معلومات چاہتا ہوں۔“ سب انپکٹر غرایا۔

”بہت بہتر جناب....!“ فیجر نے کہا اور چپڑا سے اپنی کوڈ ہندی کی حد تک عمارن بھی دہاں موجود تھا۔ لیکن وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا دیے اب اس کے چہرے پر حمافت ہی حمافت نظر آرہی تھی۔

پروائزر نے فیجر کے کمرے نکل پہنچنے میں تقریباً دس منٹ لئے۔ وہ ایک دبلا چلا منجھی سا آدمی تھا۔ آنکھیں اندر کوڈ ہنسی ہوئی تھیں اور گالوں کی ہڈیاں بد نمائی کی حد تک ابھری ہوئی تھیں اور وہ شاید صرف ناک ہی سے سانس نہیں لے سکتا تھا کیوں کہ اس کے ہونٹ عموماً کھلے رہے تھے۔

”ویٹر نمبر تیرہ کہاں ہے۔“ فیجر نے اسے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”قصور اس کا بھی نہیں ہے جناب....!“ سپروائزر ناک کے مل بولا۔ ”یہاں یونین بنانے

کی اجازت دے کر مالکان نے خخت غلطی کی ہے جناب....!“

”میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں۔“ فیجر غرایا۔ ”یونین وغیرہ کا قصہ کسی دوسرے وقت کے لئے اخبار کھو....!“

”وہ مجھ سے پوچھ کر نہیں گیا۔ یہ سرکشی یونین ہی نے سکھائی ہے.... ابھی کیا ہے.... آگے آگے دیکھتے ہو تاہم کیا۔“ اس نے سب انپکٹر کی طرف ایسی نظر دوں سے دیکھا ہے یونین ہلا ہی کوئی جرم ہوا۔

”وہ ڈیوٹی پر تھا....؟“ سب انپکٹر نے پوچھا۔

”جی ہاں.... جناب....!“

”اس کی ڈیوٹی کے اوقات ان دونوں کیا تھے!“

”چھ سے بارہ بجے رات تک....!“

”یہاں کب سے کام کر رہا تھا۔“

”پچھلے ہفتے سے....!“

”کیا وہ...!“ فیجر یک بیک چوک کر بولا۔ ”میاہ کوئی نیا آدمی تھا۔“

”جی ہاں.... اپنا چھلا نمبر تیرہ یہاں پڑ گیا ہے اس لئے اسے عاضی طور پر اس کی جگہ رکھا گیا ہے۔“

”اوہ....!“ فیجر پھر ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے نک گیا۔ اس کی آنکھوں نما جھن کے آثار تھے۔

”ویٹر کا نام اور پتہ....؟“ سب انپکٹر نے اپنی پاکٹ ڈائری کے درق اللہتھے ہوئے کہا۔

ویٹر کے نام اور پتے کے لئے سپروائزر کو تقریباً سات یا آٹھ منٹ تک غائب رہنا پڑا۔ نام اور پتہ مل جانے کے بعد بھی سب انپکٹر نے سپروائزر اور اس ویٹر کا چیچھا نہیں چھوڑا جس نے عمارن کی میز پر کھانا لگایا تھا۔ اس نے فیجر سے کہا ”میں ان دونوں کو تھانے بھجو رہا ہوں۔“

”کیوں جناب.... نہیں....!“ سپروائزر نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

”جب تک کہ اس ویٹر نمبر تیرہ کا پتہ نہیں چلے گا تو تم لوگ حرast میں رہو گے!“

ویٹر بھی گزگزانے لگا.... سپروائزر بھی خوف زدہ نظر آرہا تھا لیکن اس نے اپنی زبان بند

”کیوں....! سب انپکٹر نے کار اسٹارٹ کر دی۔

”اُو کیاں پھر کہتی ہیں ہمیں آٹو گراف کے لئے اور دستخط کرتے کرتے ہمارے ہاتھ دکھ ملتے ہیں!“

”صورت ایسی ہی ہے آپ کی!“ سب انپکٹر نے جملے بھنے لجھ میں کہا۔
”نہیں.... صورت سے تو ہم بالکل چند معلوم ہوتے ہیں۔“ عمران نے اتنی سمجھی گی سے کہا کہ سب انپکٹر قبھہ کسی طرح نہ روک سکا۔

”اب ہم سروش محل سے پہلے کو تواںی چلیں گے۔ کیا ذی۔ ایس۔ پی شی کو تواںی میں اس وقت موجود ہو گا!“

”کیوں.... کیوں....!“ سب انپکٹر نے حیرت سے کہا۔

”بس یونہی.... ابھی تک ہمارے ساتھ بہت بد تیزیاں کی گئی ہیں۔ شاہی آداب کا خیال نہیں رکھا گیا اب ہم ضلع بھر کے آفسروں کے سلیوٹ لینے پھریں گے تاکہ کسی طرح ہمارے دل کو قرار آئے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہمیں.... خود کشی ہی کرنی پڑے گی۔“

سب انپکٹر اس انداز میں بنس رہا تھا جیسے وہ کسی دیوانے کی بکواس سن رہا ہو۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ نواب رفت جا یک بیک اتنے زرم کیوں پڑ گئے تھے!“

”اوہ... یہ ہم جانتے ہیں شاہ کو شہزاد پہچانتا ہے آپ لوگ تو صرف چوروں کو پہچانا جانتے ہیں!“

”یا آپ مجھ پر کسی قسم کی چوٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں!“

”نہیں.... ہم کتفیو شس کے قائل ہیں اور کتفیو شس کے زمانے میں سب انپکٹر نہیں ہوا کرتے تھے۔“

”اچھا اب آپ براہ کرم خاموش رہئے!“

عمران خاموش ہو گیا۔ کار سٹارٹ سڑکوں پر دوڑتی رہی غالباً اب وہ سروش محل ہی کی طرف جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد عمران نے ٹھنڈی سائنس لے کر کہا۔ ”کاش ہم اس وقت ڈھمپ میں ہوتے۔“

”اب بہت جلد ڈھمپ پہنچ جائیں گے۔ فکر نہ کیجئے۔“ سب انپکٹر نے مسکرا کر کہا۔ ”میں تو

کر لی تھی۔

شاید مجرر کو اس پر غصہ آگیا اور اس نے ذرا سخت لجھ میں اس پکڑ ھکڑ کی وجہ دریافت کر لی۔

”آپ براہ کرم خاموش رہئے!“ سب انپکٹر گرد ”ورنہ مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے۔“ آپ کا یہ ہوٹل قتل اور غارت گری کی سازشوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ کیا آپ اس سے بے خبر ہیں؟“ ”میا مطلب....!“ دفعتاً مجرر کے چہرے کارگک اڑ گیا۔

”کچھ نہیں.... بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ سب انپکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ مجرر کے کمرے میں باہر کا نشیل موجود تھے۔ انہوں نے سپر واٹر اور ویٹر کو سنجھاں لیا۔

”آہا....“ عمران کمرے سے باہر آگر بولا۔ ”ہم اپنا سامان بھی کیوں نہ لیتے چلیں۔ کوئی اب ہمارا قیام مستقل طور پر سروش محل میں رہے گا۔“

”اوہ.... ہاں....!“ سب انپکٹر یک بیک چوک پڑا جیسے وہ عمران کے متعلق بھول ہی ہو۔

”ٹھہریے اوھر آئیے....!“ وہ دوبارہ مجرر کے کمرے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے مجرر سے قیام کرنے والوں کا رجسٹر طلب کیا.... وہ دراصل عمران کا تھا۔

اور پتہ دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر عمران اپنی جگہ قطعی مطمئن تھا کیونکہ اس نے اپنا نام کنور سلیم درج کا تھا۔ البتہ پتے میں ڈھمپ کی بجائے اپنے شہر کا نام دیا تھا۔

سب انپکٹر رجسٹر پر نظر جائے ہوئے سر ہلا تارہ بھر اسے بند کر کے عمران کی طرز مڑا۔ لیکن کچھ کہہ بغیر باہر نکل آیا۔ عمران بڑے پرو قار انداز میں چلتا ہوا اس کے ساتھ اٹالیا کیا ڈھمپ کیک آیا۔

”ارے ہم پھر بھول گئے ہمیں یہاں سے اپنا سامان لینا تھا۔“ اس نے کہا۔

”ابھی نہیں“ سب انپکٹر کا لہجہ درشت تھا۔ وہ چلتے ہوئے پولیس کار گک آئے۔

”آپ نے رجسٹر والے پتے میں اپنی ریاست کا حوالہ نہیں دیا۔“ سب انپکٹر نے کار پیشتے ہوئے کہا۔

”ہاں.... ہم عام طور پر یہ نہیں ظاہر کرتے کہ ہم ڈھمپ کے شہزادے ہیں اگر ایسا کر تو ہمارا زندہ رہنا محال ہو جائے!“

”فراد کا مطلب ہے دھو کے باز کہنے تو عربی، فارسی، سندھی، مکرانی اور پنجابی میں بھی مطلب بتائیں۔“

”آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔“ رفت جاہ کو غصہ آگیا۔

”شقق پرست قسم کے کسی نہ ہب کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔“ عمران بولا۔ ”کیونکہ خود شقق علیحدہ سے کوئی وجود نہیں رکھتی۔ زمان قدیم میں مظاہر پرست ہوتی تھی۔ لیکن صرف ان مظاہر کو معمود بنایا جاتا تھا جو انسانی زندگی پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہو سکیں۔ مثلاً چاند اندھیرا دور کرتا ہے۔ اس لئے اس کی پوچاکی جاتی تھی۔ سورج سے حرارت اور روشنی ملتی ہے اس لئے اسے معبود بنایا گیا تھا۔ ستارے اندھیری راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں اس لئے ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ ہمدردی کے سارے نہ ہب پر تھوڑی بہت نظر رکھتے ہیں۔ لیکن ہمیں آج سے پہلے شقق پرستوں کے وجود کا علم نہیں تھا۔“

”آپ نے مجھے فراد کیوں کہا۔“ رفت جاہ کی آواز بھی غصیلی تھی۔

”ممکن ہے بے خودی میں کہہ دیا ہو آپ کچھ خیال نہ کیجئے گا۔“

”میں آپ پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کروں گا۔“

”نہیں ایسا نہ کیجئے گا۔“ عمران نے غم ناک لمحہ میں کہا۔ ”ورنه اگر عدالت میں بھی ہم پر بے خودی طاری ہو گئی تو ہم چاہی کی پرچھا دیے جائیں گے۔“

نواب رفت جاہ کو اس جملے اور کہنے کے انداز پر بے سانتہ بھی آگئی۔

”آخر آپ ہیں کیا بلے....!“ انہوں نے بھی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”بلے بے درماں....!“ عمران نے بڑی مقصودیت سے جواب دیا۔ ”لیکن ہم سوچ رہے ہیں کہ آپ بھی بڑے دل گردے والے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر کسی اور کی خواب گاہ میں ڈانٹا ہیثیت برآمد ہوتا تو وہ ہفتون بیہو ش پڑا رہتا۔“

”میری زندگی بہیشہ ہی سے ہنگامہ آفریں رہی ہے۔“ نواب رفت جاہ نے جواب دیا۔

”آپ وہ تینوں تصویریں انہیں دے کر اپنا چھپا کیوں نہیں چھڑاتے۔!“

”ہاں ہاں....!“ اس لبی ”ہاں“ کے ساتھ رفت جاہ کو پھر غصہ آکیا اور وہ گرج کر بولے ”میں تمہیں بطور یوغال رکھوں گا۔ سمجھے....؟ اگر میرے خاندان والوں میں سے کسی کو بھی

”خیر پھر سکی....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ کار سروش محل جانے والی سڑک پر دوڑتی رہی۔

”نواب رفت جاہ کے تور جنوں بچے ہوں گے۔“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں وہ لاولد ہیں انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔“ سب انپکٹر نے جواب دیا۔

”اڑے تو اتنی بڑی عمارت میں تھا رہتے ہیں۔“ عمران نے حیرت ظاہر کی۔

”نہیں بہترے بھائی سمجھے ہیں ایک بچا بھی ہے۔“

”خیر.... خیر.... ہم دراصل یہ مغلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہاں ہمارا اول تونہ گھبرائے گا۔“

”قطیٰ نہیں شہزادے صاحب....!“ سب انپکٹر نے منظمکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

عمران خاموش ہی رہا۔ پتہ نہیں وہ اب مصلحت خاموش ہو گیا تھا یا یہ نیند کا دباو تھا۔ تھوڑی دب

بعد وہ سروش محل کی کمپاؤٹ میں داخل ہوئے۔

رفعت جاہ ابھی تک سوئے نہیں تھے اس بار عمران نے ان کے رویہ میں کافی تبدیلی

محوس کی۔ اس نے انہیں سب انپکٹر سے کہتے سنے۔ ”بھی میری عقل خبط ہو گئی تھی۔ یہ بچارے تو میرے محض ہیں۔“

”آپ خود بچارے“ عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ ”ہمارے ڈھمپ میں بچارہ تیم کو کہتے ہیں۔“

”اوہ مجھے افسوس ہے۔“ رفت جاہ بولے۔

”اوہ بھی ہمارے حضور ابا بحیات ہیں۔ اس لئے ہم بچارے نہیں ہو سکتے آئندہ ڈھمپ کے کسی باشندے کو بغیر تحقیق بچارہ نہ کہئے گا۔“

سب انپکٹر عمران کو بکواس کرتے ہوئے چھوڑ کر چلا گیا۔

”اب بتائیے جتاب....!“ رفت جاہ ایک طویل سانس لے کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

”کیا بتائیں.... ہم اگر کچھ کہیں گے تو آپ کے شبہات میں ترقی ہوگی۔“

”نہیں کچھ تو فرمائیے۔!“

”آپ فراد ہیں۔!“ عمران نے بڑی سادگی سے کہا۔

”کیا مطلب....!“

”غالباً ہم نے بھی بھی کہا تھا۔“ عمران بولا۔

”سر سلطان میرے عزیز ہیں۔ میں ابھی انہیں ٹرک کال کرتا ہوں۔“

”ضرور... ضرور...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ان سے پوچھئے کہ شہزادہ ڈھپ کس پائے کا آدمی ہے۔“



رفعت جاہ عمران کو بھی اس کمرے میں ساتھ لے گئے۔ جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ سر سلطان سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

”کیوں...؟ رفت... کیا بات ہے خیریت ہے نا...!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”خیریت ہی ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ کسی پرنس آف ڈھپ کو جانتے ہو یا نہیں۔!“

”پرنس آف ڈھپ...!“ سر سلطان کے لمحے میں حرمت تھی ”کیوں۔“

”اوہ... بھی معاف کرنا میں نے خواہ مخواہ تمہیں اس وقت تکلیف دی اس نے کہا تھا کہ تم اسے جانتے ہو۔!“

”تو میں نے کب کہا کہ نہیں جانتا۔!“

”جانتے ہو... وہ اس وقت تھیں میرے پاس موجود ہے۔!“

”مگر کیوں موجود ہے....؟“ سر سلطان نے پوچھا۔

”یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ کبھی اطمینان سے بتاؤں گا۔ بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ حقیقت کی روایاست کا کنور ہے یا فراڈ ہے۔!“

”ذرا فون اسے دیتا۔“ سر سلطان نے کہا اور نواب رفت جاہ نے ریسیور عمران کی طرف بڑا دیا۔

”ہیلو...!“ عمران نے سر سلطان کو مخاطب کیا۔

” عمران۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”پرنس آف ڈھپ اسمیگن... ہیلو...!“

”اوہ... با ڈھپ صاحب آپ وہاں کیا فرمائے ہیں۔!“

ذرہ بر ار گزند پہنچا تو میں تمہاری ہیاں تک پیس ڈالوں گا۔!“

”اور اس پے ہوئے کنور سلیم کو چنی کہیں گے۔“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”کان کھول کر سن لو۔“ نواب رفت جاہ برابر گرتے رہے ”میرے جسم میں اب بھی اتنی قوت ہے کہ تم جیسوں کو تھاٹھیک کر سکوں۔!“

”ہمارے ابا حضور بھی ہمیں آج تک ٹھیک نہیں کر سکے۔ اگر آپ ہمیں ٹھیک کر سکیں تو ہم بے حد منون ہوں گے۔ ورنہ خدا شے ہے کہ مرتبہ ولی عہدی سے کھسکا دیے جائیں۔ اس صورت میں یقیناً ہماری چنی بن جائے گی۔... کیونکہ نہ تو ہم سے نوکری ہو سکتی ہے اور نہ ہم ترکاریاں بچ سکتے ہیں۔ مگر.... ہام.... نواب صاحب ہمیں بڑی حرمت ہے کہ اتنا نگاہم ہو گیا لیکن آپ کے خاندان والوں میں سے ایک آدمی بھی نہ دکھائی دیا۔!“

”کیا آپ تم میرے نجی معاملات میں بھی دخیل ہونا چاہتے ہو۔“ نواب رفت جاہ بگڑ کر بولے ”پھر ہم یہاں کس لئے تشریف رکھتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے تھے شاید ہم سر دش محل میں بالکل اپنے گھر کی طرح رہیں گے۔“

”اُس خیال میں نہ رہنا... میں تم سے الگو اوس گاکہ تم کون ہو اور تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔“ ”کتنی دیر سے اُگل رہے ہیں کہ ہم شہزادہ ڈی جاہ پستول الملک خبر الملک اور اس کے علاوہ جل اشعراء بھی کیونکہ شاعری بھی کرتے ہیں.... اور مزید ڈیڑھ درجن خطابات کے ساتھ سلیم الدین مستقبل کے والے ڈھنپ ہیں۔“

”میں کہتا ہوں راہ پر آ جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجمام بہت برا ہو گا۔“

”کیا آپ کو ہمارے شہزادہ ڈھنپ ہونے پر شہر ہے۔!“

”کیا تمہیں یہاں کا کوئی بڑا آدمی شہزادے کی حیثیت سے جانتا ہے۔!“

”اوہ... تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے سراغ رسان نے غلط کہا تھا۔!“

”اب مجھے اس پر بھی اعتماد نہیں رہا۔!“

”اچھا تو سنئے.... ہم سے کئی وزیر اچھی طرح واقف ہیں۔ محکمہ داخلہ کے سید ری سر سلطان ہمیں اس طرح جانتے ہیں جیسے.... جیسے....!“

”سر سلطان جانتے ہیں تمہیں۔!“

"ہم پر نواب رفت جاہ اپنے خلاف ایک سارش کا شہر کر رہے ہیں۔"
"قصہ کیا ہے...؟"

"ہاں نواب صاحب نہیں موجود ہیں کیا انہیں رسیور دے دوں۔"
"اچھا اچھا تھیک ہے! دوسرا طرف سے آواز آئی۔ "پھر سہی! -"

عمران نے رسیور رفت جاہ کو تھادیا اور خود چیوگم کچنے لگا کچھ دیر تک رفت جاہ گنگو
کرتے رہے پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

"ہاں جناب اب کیا خیال ہے...! "عمران نے کہا۔

"چچلا خیال بدل دینا پڑا...!" رفت جاہ مسکرائے "مجھے اپنے رویہ پر سخت ندامت ہے...!"
"کوئی بات نہیں ہم صحیح تک سب کچھ بھول جائیں گے!"

وہ رات عمران نے سروش محل کے ایک آرام دہ کمرے میں بسر کی اور صبح ہوتے ہی اپنے
کام میں مشغول ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ رفت جاہ کے
اپنے خاندان والوں سے کیے تعلقات ہیں۔ پہلی رات اسے ہری حیرت ہوئی تھی۔ جب اتنا
ہنگامہ ہونے کے باوجود بھی رفت جاہ کا کوئی عزیزان کے قریب نہیں پہنچا تھا۔

لیکن اب اسے معلوم ہوا کہ رفت جاہ کے حکم کے مطابق کوئی بھی نوبجے کے بعد کمرے
سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ خواہ حالات کچھ بھی ہوں۔

عمران نے فی الحال رفت جاہ کے اعزاز سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔

دوپہر کا کھانا اس نے رفت جاہ کے ساتھ کھایا۔ کھانے کی میز پر رفت جاہ کی ایک بھائی
نجمہ بھی تھی۔ عمران نے اس کے متعلق معلوم کیا تھا کہ وہ زبردستی رفت جاہ کے سر پر سوار
رہتی ہے ورنہ رفت جاہ تو بہت زیادہ تہائی پسند واقع ہوئے تھے۔ عمارت کے جس حصے میں ان
کا قیام تھا وہاں ان کے خاندان والوں کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ بات یہ نہیں تھی کہ رفت
جاہ اپنے متعلقین سے تنفر تھے یا ان میں سے کسی کی طرف ان کے دل میں کدوڑت تھی۔ بلکہ
انہیں زیادہ بھیڑ بھاڑ سے وحشت ہوتی تھی یہ خود انہیں کا بیان تھا۔ حقیقت کیا تھی اس کا علم کسی
کو بھی نہیں تھا۔ لیکن یہ لڑکی نجمہ ان کی جھیڑ کیا منے کے باوجود بھی یہاں گھسی رہتی تھی۔

ویسے عمران نے بھی اس کے متعلق اندازہ لگایا تھا کہ یہ کچھ کریک سی ہے۔ بنتی ہے تو نہیں

ی چل جاتی ہے۔ مگر آنکھوں سے قطعی نہ معلوم ہوتا کہ وہ بنس رہی ہے۔ بن اس کے دانت نکل
پڑتے اور بنسی کی آواز بھی دوہری ہو جاتی اور بکھی ایسا معلوم ہوتا جیسے اس سے مختلف قسم کی اعتماد
آوازوں کی شاخیں پھوٹ رہی ہوں۔ گنگو کرتے وقت شاید وہ اس پر دھیان ہی نہیں دیتی تھی کہ
اس کی زبان سے کس قسم نئے الفاظ نکل رہے ہیں بکھی بکھی وہ خود کو نہ کہی بولنے لگتی۔ اگر ایسے
میں دھیان آ جاتا تو فراہمی آپ کچھ خیال نہ سمجھنے گا میں سالا آدھا لڑکا ہوں۔

کھانے کی میز پر بھی بھیں واقعہ پیش آیا اور نواب رفت جاہ تھے سے اکھڑ گئے۔

"تمہاری زبان قابو میں بکیوں نہیں رہتی۔ بالکل لفظوں کی سی باتیں کرنے لگتی ہوں!"
انہوں نے غصیلی آواز میں کہا۔

"اے.... تو بہ تو بہ....!" وہ اپنا منہ پیٹھی ہوئی بولی۔ "اب سالا نہیں کہوں گا۔ نکل ہی
جاتا ہے زبان سے ماموں جان سالے الفاظ بھی.... روپ" اس نے اپنا منہ دبالیا۔

"اچھا خاموش بیٹھو....!"

اس نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔ اور نوالہ ہاتھ میں لئے بیٹھی رہی کچھ دیر بعد
رفت جاہ پھر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اے یہ تم اس طرح کیوں بیٹھی ہو۔" انہوں نے پوچھا۔

"آپ نے خاموش بیٹھنے کو کہا تھا اور میں نے سوچا کہ ہونٹ بند کر لوں اگر ہونٹ کھلتے ہیں
تو زبان بھی سالی چلنا چاہتی ہے.... اوہو.... جناب آپ تکلف کر رہے ہیں۔" اس نے دفتہ
عمران سے کہا اور عمران بوکھلاہست کی ایکٹنگ کرتا ہوا نوالہ کان کی طرف لے جانے لگا۔

"ہائیں.... ہائیں....!" نواب رفت جاہ نے اسے نوکا۔

"اوہ.... ساری پلیز....!" عمران نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا "ہم بالکل گدھے
ہیں۔ نواب صاحب آپ بالکل خیال نہ فرمائیے گا!"

میں نے سنا ہے کہ گدھوں کو اپنے گدھے پن کا احساس ہو جائے تو اسے قرب قیامت کی
دلیل سمجھنا چاہتے۔" نجمہ بول اٹھی۔

"ہم قیامت سے بہت قریب ہیں محترمہ کنفیوشن نے کہا تھا... ہائیں کیا کہا تھا؟ ابھی
تو یاد تھا جو کچھ کہا تھا۔ نیز کنفیوشن نے اس مسئلے پر بھی کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہو گا!"

جو لوں میں اپنا تھا اور جو خطرناک آدمی بھی ثابت ہو سکتے ہو۔ میرا سانحہ سالہ تجربہ

بھی کہتا ہے.... تمہیں اس پر حیرت ہے کہ انہوں نے تصویریں حاصل کئے بغیر میرے پلگ
کے نیچے ڈانتا نامہیٹ کیوں رکھ دیا تھا۔“

”بھونی ہی چاہئے۔ قدرتی بات ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”وہ دراصل مجھے اتنا زیادہ خوف زدہ کر دینا چاہتے ہیں کہ چپ چاپ تیوں تصویریں ان کے
حوالے کر دوں تمہارے ذریعہ انہوں نے دراصل مجھے یہ بات سمجھانی چاہی ہے کہ وہ ہر وقت
میرا خاتمه کر سکتے ہیں۔ اب تم یہی دیکھ لو کہ یہاں کے مخالفوں کی آنکھوں میں دھول جھوک کر
وہ اپنا کام کر گئے۔ میری خواب گاہ میں کسی کا داخلہ آسان نہیں ہے اور سارا شہر جانتا ہے کہ میں
کس قسم کا آدمی ہوں۔“



اسی شام کو عمران ہدہ سے جا گلکر لیا۔ ہدہ بھی شائد اس سے مل بیٹھنے کا موقع تلاش کر رہا تھا۔

”محج جتاب والا۔ آپ کو یہاں.... دو.... دیکھ کر...!“

”حیرت ہوئی ہے۔“ عمران نے مسکرا کر جملہ پورا کر دیا۔ ”لیکن تم یہاں کہاں!“

”مم مقدر... محج جتاب... یہاں میری تعیناتی ہوئی تھی.... بحمد اللہ.... بخوبی لگ کام کرتا
ہا۔ لیکن پھر پتہ نہیں لگ کیوں... مجھے ڈچارچ کر دیا گیا۔ امورِ مملکت خویش خسر وال داند...!“

”خسر وال نہیں نوشیر وال۔“ عمران بولا۔

”آپ بھجوں رہے خسر وال درست ہے۔!
کیا تم مجھ سے بحث کرو گے۔“ عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

”نہیں بتاں.... نوشیر وال ہی ہو گا!“

”ٹھیک ہے تم اب بھی پہلے ہی کے سے سعادت مند ہو۔!“

”مگر جناب میں یہ سوچتے سوچتے پیاگل ہو جاؤں گا کہ آخر مجھے ڈچارچ کیوں کیا گیا۔!“

”محض اس لئے کہ تم پیاگل کو پیاگل کہہ کر اس کے پیاگل پن میں مزید اضافہ کر دیتے ہو۔!“

”اب میں اس لکنت کو کیا کروں.... یہ تو پہ پیدا کی ہے۔!“

”میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے۔!“

”بھی کھانے پر خاموش تھی رہنا چاہئے۔“ رفت جا چڑکر بولے۔

”ہمارے ہونٹ بیٹھ کھلے رہتے ہیں نواب صاحب کیوں کہ ہم نسلوں کے شکار ہیں۔“

”ہائیں آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا۔“ مجھے یہ بیک میز سے اٹھ گئی۔ ”یہ سالی چھوت کی
بیماری ہے۔!“

”مجھے تیز سے بیٹھو یا چلی جاؤ۔“ رفت جا گئے۔

نجھے پھر خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ رفت جا کی
سر زنش اسے گراں گری ہے اس کے ہر انداز میں پیچنا پیٹتا تھا۔

کھانے کے بعد بھی عمران نے رفت جا کا پیچھا نہ چھوڑا مجھے جا چکی تھی۔ اور رفت جلو
پاپ سکا کر آرام کر سی پر نیم دراز ہو چکے تھے۔ عمران نے پھر ان تیوں تصویریوں کا ذکر چھیڑا۔

”میں وہ تصویریں کسی قیمت پر بھی نہیں دے سکتا۔“ رفت جا نے عمران کو گھورتے
ہوئے کہا۔ ”اگر ان لوگوں نے شرافت نے استدعا کی ہوتی تو شاید میں انہیں تخفیہ پیش کر دینا
مگر ایسی صورت میں.... ہونہے.... میری رگوں میں بھی خون ہی ہے.... پانی نہیں!“

”لیکن اگر آپ کی رگیں پانی قول کرنے کے قابل نہ رہ گئیں تو۔!“

”میں زندگی کو کھلونا سمجھتا ہوں صاحبزادے۔!“

”مگر سنئے تو کہی.... وہ صرف تصویریں چاہتے ہیں.... تصویریں انہیں آپ ہی سے ملیں۔
گی آپ کی لاش سے نہیں۔ پھر انہوں نے تصویریں حاصل کیے بغیر آپ کو مار ڈالنے کا پروگرام
کیوں بناؤ الاتھا۔“

رفعت جا چند لمحے اسے گھورتے رہے پھر مسکرا کر بولے۔ ”بھی تم پر لمرے کے عقل
مند معلوم ہوتے ہو اور کبھی نزے گاؤ دی.... آخر اس کی کیا وجہ ہے... دیکھو لا کے.... اگر
سر سلطان نے تمہارا پورا حلیہ بیان نہ کیا ہوتا تو میں....!“

”وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئے۔

”میرا ستارہ مر نہ ہے۔ جب زحل اسے آنکھ مارتا ہے تو وہ شرم کر سر جھکا لیتا ہے۔ اور ہم
نزے گاؤ دی نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر جب وہ خود سینیاں بجا بجا کر زبرہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے
کی کوشش کرتا ہے تو ہم میں دوسروں کو عقل مندی کی جھلکیاں نظر آنے لگتی ہیں۔“

یہ تھاں لے یا ہے لیکن اس کی ذہنی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس کے کسی بیان پر اعتقاد کیا جائے کیا اُسے سر شام.... سر شام.... نہیں کیا کہتے ہیں۔ عمران پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سوچتے لگ۔ ”سرسام“ نواب رفت بڑائے۔

”اوہاں.... شکریہ سرسام.... کیا اسے سرسام ہو گیا ہے!“

”نہیں اسے بخدا نہیں ہے سرے سے کوئی مرض ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ ہوش میں نہیں معلوم ہوتا۔ یہ میری یا کسی دوسرے اناڑی کی رائے نہیں بلکہ ذہنی امراض کے ایک ماہر کا خیال ہے!“

”یعنی وہ اچانک اپنادھنی تو ازان کھو بیٹھا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں....!“

”ماہر نے وجہ بتائی ہو گی!“

” بتائی تو تھی لیکن تفصیل مجھے یاد نہیں!“

”ارے یہ کوئی بڑی بات ہے۔“ رفت جاہ میز پر ہاتھ مار کر بولے۔ ”جس نے بھی اسے کام پر آمادہ کیا تھا کھیل گزرتے دیکھ کر اُسے اس قابل نہ رہنے دیا کہ وہ اپنابیان دے سکے!“

”جی ہاں...!“ سب انپکٹر سر ہلا کر بولا۔ ”یہی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے!“

”ہمارا خیال اس سے متفق ہے۔“ عمران نے احقةانہ انداز میں کہا۔

”فرمایے....!“ رفت جاہ کے لجھ میں طرف تھا۔

”ہمارا خیال ہے کہ وہ ویٹر غم غلط کرنے کے لئے جس پینے لگا ہے!“

”اگر آپ اپنے خیالات کا اظہار نہ کیا کریں تو بہتر ہے۔“ سب انپکٹر نے کہا۔

”آئندہ ہم احتیاط برٹیں گے!“ عمران نے خوش مزاجی کے مظاہرے کے ساتھ کہا۔

اچانک وہ شور سن کر چونک پڑے۔ آواز باہر سے آئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کپاؤڈن میں کوئی جنگلی ہاتھی گھس آیا ہو۔ وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب آئے اور پھر دوسرے ہی لئے میں عمران نے رفت جاہ کو دروازے کی طرف بھاگتے دیکھا پھر سب انپکٹر بھی اوہر ہی بڑھا۔ اس کے بعد عمران کے قدم اٹھے۔ وہ کپاؤڈن میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک آدمی جس کا لباس تار تار ہو کر جسم پر جھوول رہا تھا۔ اچھتا کو دناظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈنڈا تھا دوسرے ہاتھ میں ہراساً

”پپ... پپیٹ بڑا اچھا... راہبر ہے جناب....!“

”بھی فلمی ڈائیلاگ نہ یو لو!“

”ہاں....! نج جناب.... یقین بکھے میں فوکری کی تلاش میں نواب صاحب کے پاس آیا انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ میرا تعلق ملکہ سراج رسانی سے رہا ہے تو انہوں نے فوراً ہی مجھے ملازم رکھ لیا!“

”مگر کس لئے....؟ تم یہاں کون سی خدمت انجام دے رہے ہو!“

”نواب صاحب کے خلاف کسی سازش کا پتہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں!“

”کس قسم کی سازش کیا تھیں تفصیل کا علم نہیں ہے!“

”نہیں جناب.... مجھے تفصیل کا کل تک علم نہیں تھا۔ مگر آج تو یہ کہاںی ہر ایک کی زبان پر ہے۔“

”کیسی کہاںی!“

”شفق کے پچار یوں کی.... مم.... مگر.... دو.... دیکھتے.... جناب.... یہاں مجھے بدہ نہ فرمائیے گا درجنہ میری عزت خاک میں مل جائے گی!“

”نواب رفت جاہ کے متعلق تمہارا کیا اندازہ ہے!“

”اندازہ.... مم.... میں نہیں سمجھا....!“

”یہ شخص جھوٹ کس رفتار سے بول سکتا ہے!“

”پتہ نہیں جناب.... مگر.... آخر نہیں جھوٹ بولنے کی.... لکیا ضرورت ہو سکتی ہے!“

”مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ شخص.... کم از کم پچاس فیصدی جھوٹ بولتا ہے!“

”میں نے نہیں محسوس کیا!“

”اب محسوس کرنے کی کوشش کرو!“

”بہت بہتر.... نج جناب.... اب میں دیکھوں گا!“



دوسرا دن عمران نے ایک نئی خبر سنی۔ سب انپکٹر نواب رفت جاہ کو حالات سے آگہ کرتا رہتا تھا۔ صبح ہی صبح آکر اس نے اطلاع دی اذن فیکا وہ ویٹر جس نے عمران کے لئے کھانا منتخب

چاہو۔ کچھ لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن اس کے قریب wwwurduchannel.in صاحب نے ردمال سے اپنا چہرہ صاف کیا اور پاپ میں تمباکو بھرنے لگے۔

”یہ کیا قصہ تھا جتاب...!“ سب انپکٹر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”ارے بھی کیا ہتاوں۔“ وہ مضمحل آواز میں بولے۔ ”ان پر کبھی کبھی اس قسم کے دورے پڑتے ہیں!“

”کب سے....!“

تقریباً چھ ماہ ہے.... یہ دراصل یہاں نہیں رہتے تھے میں ہی انہیں یہاں لاایا ہوں تاکہ ان کا علاج ہو سکے۔ لیکن ابھی تک ان کی حالت نہیں سنبل سکی۔ ذہنی امراض کے ماہر ترین معالج بھی جریان ہیں کہ یہ کس قسم کے دورے ہیں!“

”ان کی بکھر میں نہیں آئے گا!“ عمران بول پڑا۔

”کیوں...!“ رفت جاہ اور سب انپکٹر ایک ساتھ بول پڑے۔

”ان پر پری کا سایہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک بار ہمارے ابا حضور پر بھی پری کا سایہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سارے مصائب کو دھکے دے کر نکلوادیا۔ اور ان کی جگہ اتنے ہی قول رکھ لئے.... پھر تو سارے ذہمپ میں قولی کا دہ زور ہوا کہ لوگ ایک دوسرے سے کو ”اے وا“ کہہ کر مخاطب کرنے لگے الاما شال اللہ.... ہاں تو ہم بھی یہ کہہ رہے تھے کہ پری پر ان کا سایہ ہو گیا ہے۔“

”آپ اپنی زبان بند رکھیں تو بہتر ہے۔“ سب انپکٹر ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”زبان.... بند رکھیں....“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”ارے زبان کو تو آپ حوالات میں بھی بند نہیں کر سکتے!“

”میں بند کر سکتا ہوں بشرطیکہ نواب صاحب اجازت دے دیں۔“ سب انپکٹر غرایا۔

”آپ انہیں اجازت دے دیجئے!“ عمران نے احتجانہ انداز میں کہا۔

”بھی ختم بھی کیجئے اس قصے کو.... میں اس وقت بہت بھجن میں ہوں۔ میرے چچا کی بیماری تو خیر تھی ہی لیکن اس وقت....!“

نواب رفت جاہ خاموش ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

”فرمائیے..... جتاب....!“ سب انپکٹر لے بڑی مستعدی سے کہا ”اگر میرے لائق

چاہو۔ کچھ لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن اس کے قریب wwwurduchannel.in نہیں تھی۔ یہ رفت جاہ کے محافظ تھے۔ رفت جاہ بھی انہیں میں جا ملے۔

”اُر یہ تو نواب صاحب کے چچا ہیں۔“ سب انپکٹر تشویش کرنے لجئے میں بڑا بیل۔ اور پھر عمران نے بھی اسے پہچان لیا۔ اسے بھی بتایا گیا تھا کہ وہ رفت جاہ کا چچا ہے مگر عمران کو اس پر یقین کر لینے میں کچھ تامل ضرور ہوا تھا۔ کیونکہ عمر کے اعتبار سے چچا ہی بھیجا معلوم ہوتا تھا۔ رفت جاہ عمر میں اس سے بہت بڑے تھے۔ لیکن اسے اس حال میں دیکھ کر عمران کو حیرت ہوئی۔ اس سے پہلے اس نے اس کے متعلق اندازہ لگایا تھا کہ وہ مٹھنے سے مزان کا ایک کم سخن اور سنجیدہ آدمی ہے۔

نواب رفت جاہ کچھ بد حواس سے نظر آنے لگے تھے۔ ساتھ ہی وہ محافظوں کو ہمت دلانے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔

بدقت تمام وہ لوگ اسے قابو میں کر سکے۔ کمی کے ہاتھ اس کے دانتوں سے زخمی ہو گئے تھے۔ پھر کچھ دیر عمران کو بھجن میں بٹلار ہتنا پڑا کیوں کہ نواب رفت جاہ محافظوں کے ساتھ عمارت کے اس حصے کی طرف گئے تھے جہاں ان کے اعزاز کا قیام تھا۔

سب انپکٹر بھی شاید اس ہنگامے کی وجہ ہی معلوم کرنے کے لئے رک گیا تھا۔ عمران نے ملازم میں کچھ معلوم کرنا چاہا لیکن کسی نے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔

”کیا غصے کی حالت میں ایک ہاتھ میں ڈینا اور دوسرا میں چاقور کھانا چاہئے۔“

”مجھے افسوس ہے کہ نواب صاحب نے آپ کو اپنا مہمان بنالیا ہے ورنہ بتاتا!“ سب انپکٹر چکر بولا۔

”فرض کر لیجئے کہ ہم نواب صاحب کے مہمان نہیں ہیں!“

”اگر میں نے فرض کر لیا تو آپ جیل میں ہوں گے!“

”ہاں ہم عنقریب یہاں کی جیلوں کا معائنہ کرنے والے ہیں!“

سب انپکٹر کچھ نہ بولا۔ وہ قدموں کی آوازوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔ رفت جاہ کمرے میں داخل ہوئے ان کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں تھیں اور وہ اس طرح ہاپ رہے تھے جیسے کسی سانس سے زور آزمائی کر کے آئے ہوں۔

کوئی خدمت...!“

”سو فیصلہ آپ ہی کے لائق ہے!“

”ضرور فرمائیے!“

”یہ بیجھے... اسے دیکھئے“ نواب رفت جاہ نے کاغذ کا ایک گلہ اسپ انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ”بیجھے میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کو تلاش کیا جائے!“

”یہ آپ بھی سے پوچھ رہے ہیں۔ پھر خدمت کیا کریں گے۔“ رفت جاہ کے لیے میں طرف تھد دیکھئے.... تھہریے.... فی الحال ہمارے پاس دو ایسے آدمی ہیں جن کے ذریعہ مجرموں تک رسائی ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ حضرت اور دوسرا وہ ویژہ جس کا ذہنی توازن گزگز گیا ہے!“

”تو اپنا ہی ذہنی توازن کیا ہے؟“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ کبھی ملی کی طرح میاؤں میاؤں کریں اور کبھی کتوں کی طرح جو نکلنے لگیں۔ یہ ہماری لیاقت ہے کہ ہم جو کچھ سوچتے ہیں کہ نہیں گزرتے ورنہ ہم بھی غیر متوازن دماغ والے قرار دیئے جاسکتے ہیں!“

”ان سے آپ کیا معلوم کر سکیں گے۔“ رفت جاہ نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”میں تصدیق کر چکا ہوں کہ یہ ڈھمپ کے شہزادے ہیں لیکن میں آج بھی نہیں بتا سکتا کہ یہ ریاست کیا ہے!“

”کہاں سے تصدیق ہوئی ہے!“

”وزارت خارجہ کے سکریٹری سر سلطان ان سے ذاتی طور پر واقف ہیں!“

”نہیں!“ سب انسپکٹر کے لیے میں حرمت تھی۔

رفعت جاہ پاپ کو دانتوں میں دبا کر سلکانے لگے۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ سب انسپکٹر اسے آنکھیں چھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ ویسے عمران کی نظر کاغذ کے اس ٹکڑے پر تھی جو رفت جاہ نے سب انسپکٹر کو دیا تھا۔

وھٹا اس نے سب انسپکٹر سے پوچھا۔ ”یہ کاغذ کیسا ہے!“

”خود ہی دیکھ لیجھے!“ سب انسپکٹر نے وہ کاغذ عمران کی طرف بڑھا دیا۔

عمران نے www.urduchannel.in ٹھیکیوں سے رفت جاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کاغذ لے لیا۔ رفت جاہ کے

پھرے سے صاف پڑھا جا سکتا تھا کہ انہیں اس کا عمران کے ہاتھوں میں پہنچا گراں گزرا ہے۔

عمران نے اس کی پرواکے بغیر اس تحریر پر نظریں جمادیں جو کاغذ پر انگریزی حروف میں تاپ کی گئی تھیں۔

رفعت جاہ! کیوں شامت آئی ہے۔ اگر میں چاہوں تو تمہارا یہ چھاہی تمہارے لئے ایک مستقل دروس بن سکتا ہے میں اسے اس حال کو بھی پہنچا سکتا ہوں کہ اسے کبھی ہوش بیانہ آئے اور یہ تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد کو ہلاک کر دا لے میرا خیال ہے کہ یہ تنہیہ تمہارے لئے کافی ہو گی تصویریں اب بھی میرے حوالے کر دو۔

(پچاری)

عمران نے ایک شہنشہ سانس لی اور رفت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا ”ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سارا خاندان خاک میں مل جائے گا لیکن آپ تصویریں اسے نہ دیں گے!“

”آپ کا خیال بالکل درست ہے...!“ رفت جاہ مسکرا ہے۔

”میا آپ کو خاندان والوں سے محبت نہیں ہے۔!“

”ہے کیوں نہیں لیکن میں نے آج تک کسی بھی معاملے میں دوسروں کے سامنے سر نہیں جھکایا...!“

”اچھا آپ وہ تصاویر ہمیں تھفہ دے دیجئے۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”یہ ممکن ہے مگر ابھی نہیں۔ ابھی تو مجھے اس پچاری اور اس کے حواریوں سے سمجھتا ہے!“

”کیا وہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا چکا ہے!“

”نہیں لیکن یہی کیا کم ہے کہ وہ مجھے چلتی کر رہا ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ وہ آزادانہ اس طرح بہاں داخل ہو کر مجھے مر عوب کرنے کی کوشش کر رہا ہے!“

”لیکن یہ پوچھ آپ تک کیسے پہنچا!“

”یہ پوچھ اسی کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا جس میں چا تو تھا!“

”کمال ہے...!“ سب انسپکٹر آنکھیں چھاڑ کر رہا گیا۔

”آپ کے چھاکا نام کیا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

کے نیچے کھڑی خرگوشوں سے کھیل رہی تھی۔ وہ سیدھا اس کی طرف چلا۔

”ہمیں بھی خرگوش بہت پسند ہیں شہزادی صاحبہ...!“

”شہزادی صاحبہ!“ اس نے حیرت سے کہا۔ اور پھر بے ساختہ نہ پڑی کافی دیر تک ہستے رہنے کے بعد بولی۔ ”میں کہاں کی شہزادی ہوں میرا بابا بیچارہ ایک معمولی ساڑپی کشز ہے!“

”اس سے کیا ہوتا ہے پھر بھی آپ کی رگوں میں شایدی خون تو موجود ہے!“

”یہ بھی غلط ہے شہزادے صاحب ہم کسی شایدی نسل سے تعلق نہیں رکھتے تاذا جان کو انگریزوں سے جاگیر دار خطاب ملے تھے ورنہ ہو سکتا تھا کہ تاذا جان کے والد صاحب یہ بھی نہ جانتے رہے ہوں کہ والد صاحب کے کہتے ہیں!“

”سبحان اللہ.... مگر ہم اس کا مطلب نہیں سمجھتے!“

”شہزادے شہرے تا....! شہزادوں کو مطلب سمجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے مطلب سمجھنے کی کوشش تو وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہوتی!“

”ایک بار پھر سبحان اللہ.... بلکہ کیا کہتے ہیں.... انشاء اللہ بھی.... نہیں.... کچھ اور کہتے ہیں.... اوہاں.... ماشاء اللہ.... انشاء اللہ....!“

”کھوپڑی میں کیا ہے....؟“ نجہ اس کی پیشانی کی طرف انگلی انداز کر بولی۔

”جنہیں کا تسلی قدم اول....!“

”نہیں بھس....!“ نجہ نے کہا اور جبکہ رہا ایک خرگوش گود میں اٹھا لیا۔ پھر بولی ”آپ کی یہ ریاست ڈھنپ کہاں واقع ہے۔ ہمارے گھر میں شاید ہی کبھی کسی نے اس ریاست کا نام نہیں کہا۔“

”اف فوہ.... اب شاید ہم بھی قدر یہ صاحب ہی کی طرح پاگل ہو جائیں گے!“ عمران اپنی پیشانی رگر تا ہوا بولا۔

”ہو سکتا ہے....!“ نجہ نے خشک لبجھ میں کہا۔ ”ماموں جان کیا کر رہے ہیں۔ پولیس کیا کر رہی ہے!“

”ماموں جان صبر کر رہے ہیں!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اور پولیس کہہ رہی ہے کہ صبر کا بھل یٹھا ہوتا ہے!“

”پرن قدر یہ کہلاتے ہیں۔!“

”مگر ہم کیسے یقین کر لیں کہ وہ آپ کے پیچا ہیں۔!“

”بھئی آپ خاموش ہی میٹھے!“ رفتہ جاہ نے اتنا کہا۔

”ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے اپنا اتنا وقت بر باد کیا۔ اب پھر ہم اڈ لفیا میں واپس چل جائیں گے۔!“

”یہ سراسر ناممکن ہے۔!“ رفتہ جاہ مسکرائے۔

”میوں....؟“

”بس یوں ہی.... میں مہماںوں کی جگہیزو عکسین کی سعادت سے بھی محروم نہیں رہنا چاہتا۔“

”اڑے تو کیا اب ہم لان پر چل قدمی نہیں فرمائیں گے۔“ عمران نے چڑھے پن کا مظاہرہ کیا۔

”شوہق سے.... شوق سے.... لیکن آپ چھانک کے باہر قدم نہ رکھ سکیں گے۔!“

عمران بڑپڑا تا ہوا کمرے سے نکل آیا.... وہ اس وقت دراصل نواب صاحب کے ایک محافظ کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ اسے شبہ تھا کہ وہ قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے۔ اس نے بد ہد کو بھی ہدایت کی تھی کہ اس پر نظر رکھے۔ اس وقت جب پرن قدر دالا ہنگامہ ہوا تھا وہ دوسرے محافظوں کے ساتھ نہیں تھا۔ عمران کو ابھی تک اس کا نام بھی نہیں معلوم ہوا تھا۔ ہد نے بھی لا علی خاہر کی تھی لیکن اس نے آج کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے متعلق ضروری معلومات فراہم کرے گا۔

اور وعدے کے مطابق وہ اسے مالتی کی کنج میں ملا جو شاہی چھانک سے تقریباً دو سو گز اور ہر یونی۔ ہد ہد نے بتایا کہ اس محافظ کا نام حسیم تھا۔ لیکن دوسرے محافظوں میں سے کسی کو بھی اس کے متعلق کچھ نہیں معلوم وہ اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ بھی نئے محافظوں میں سے ہے۔ اور اس کی ملازمت کی مدت زیادہ نہیں ہے۔ عمران دوبارہ اس پر نظر رکھنے کی ہدایت دے کر دہاں سے ہٹ آی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب چھانک کے باہر قدم نکالنے پر بھی پابندی عائد کرو دی گئی ہے۔ شاید وہ فون بھی استعمال نہ کر سکے۔ مگر اب یہ بہت ضروری تھا کہ کم از کم روٹی کو ٹرک کاں کر کے بیہاں بلوالیتا.... وہ پھر عمارت کی طرف چلنے لگا۔ دفتہ اس کی نظر نجہ پر پڑی۔ جو ایک بڑے پام

ہے ”اوہ.... اچھا شکریہ....!“ عمران جھک کر حوض میں دیکھنے لگا۔ لیکن وہ غالباً نہیں تھا اس نے نجھے کی پرچھائیں کو پیچھے بٹھتے دیکھا۔ اور پھر اس کا بیرون اٹھا۔ عمران بڑی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نجھے تو ازن برقرار رکھنے کی دوسرے ہی لمحے میں وہ حوض میں غوطے کھاری تھی۔ حقیقتاً اس نے یہ چاہا تھا کہ اسے لات مار کر حوض میں گرا دے۔ لیکن اپنی شرارت کی کھلکھلے خود ہو گئی۔

”ارے.... ارے نکالو.... مجھے....!“ وہ غوطے کھاتی ہوئی چھپنی۔
”یہ آپ وہاں کیسے تشریف لے گئیں شہزادی صاحبہ....!“ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”نکالو.... خدا کے لئے.... پائی زیادہ ہے۔ میں نجھوں پر اچھل رغی غرفت اپ ارے.... بچاؤ....!“
”ارے بچاؤ....!“ دفعتاً عمران بھی احتمالہ انداز میں چھپا۔ اور اس طرح حوض کے کنار۔ راجھنا شروع کر دیا جیسے قعْدَجُوری طرح بوکھلا گیا ہو۔
آخر نجھے خود ہی حوض کا ایک کنارا پکڑ لینے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن اچھل کراد پر جانا اب بھی اس کے بس کاروگ نہیں تھا۔
”میرے ہاتھ پکڑیے۔!“ وہ ہاتھی ہوئی بولی۔

اب عمران نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے حوض سے باہر نکلا اور وہ تیر کی طرح عمارت کی طرف چل گئی۔ بھی دوڑتی اور کبھی آہستہ چلتے لگتی عمران اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ وہ نظروں سے او جھل نہیں ہو گئی۔



عمران کی تحقیقات ابھی غیر تسلی بخش تھیں وہ کرتا بھی کیا۔ رفت جاہ اس کے معاملے میں روز بروز سخت ہوتے جا رہے تھے۔ نہ وہ سروش محل کی حدود سے باہر قدم نکال سکتا تھا اور نہ فون استعمال کر سکتا ہے۔ اگر وہ ملازموں سے کچھ پوچھنا چاہتا تو وہ اس انداز میں کھک جاتے چیزیں

”کیا آپ نے خود ہی ڈائنا میکس نہیں رکھے تھے۔!“
”ہو سکتا ہے ہم نے ہی رکھے ہوں۔ ہمیں کچھ یاد نہیں ہے۔ ہمیں بھولنے کا مرض ہے شہزادی صاحبہ....!“
”میں آپ کا یہ مرض دور کر سکتی ہوں....!“ نجھے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
”آہا.... ہم بے حد شکر گزار ہوں گے.... جناب والا.... ار.... محترمہ....!“
”آئیے میرے ساتھ۔!“ نجھے خرگوش کو زمین پر پھینک کر آگے بڑھتی ہوئی بولی عمران اس کے ساتھ چلے گا۔

”یہ قدیر صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔“ اس نے رواروی میں پوچھا۔
”یہ قدیر یعنی چھوٹے ناتا جان کی بات کر رہے ہیں آپ۔!“
”آہا.... کیا ان کا نام قدیر نہیں ہے۔!“
”ماموں جان انہیں پرنس قدیر کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے باپ ایک معمولی زمین دار تھے اور شاید وہ پرنس کی بیچے بھی نہ جانتے رہے ہوں۔!“
”خیر.... ہاں.... تو یہ پرنس قدیر کب سے بیمار ہیں۔!“
”ٹانے ہے کہ چھ ماہ سے.... اب ماموں جان انہیں یہاں لائے ہیں۔!“
”میاواہ مستقل طور پر یہاں نہیں رہتے....!“
”نہیں وہ تو گاؤں میں رہتے ہیں اور شاید چماروں کے پرنس ہیں۔!
”ایک بار پھر سجن اللہ۔ آپ والقی شہزادی معلوم ہوتی ہیں۔“
”نہیں میں صرف ذپیزادی ہوں۔!“
”آپ کچھ بھی ہوں مگر یہ پرنس قدیر....!“
”میں پرنس قدیر میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں لیتی۔ مجھے بورنہ کیجھے۔!
”بہت بہتر.... مگر آپ ہمیں لے کہاں جا رہی ہیں۔!
”علاج کے لئے۔“ اس نے کہا۔ اور چلتے چلتے ایک حوض کے کنارے رک گئی۔

”دیکھنے میں نے بزرگوں سے سنائے کہ حوض کی تہہ دیکھنے سے بھولنے کا مرض جاتا رہتا ہے۔ روزانہ تقریباً پندرہ منٹ تک یہ مشق کیا کیجھے....!“

”ہم یہاں سروش محل میں مقیم ہیں..... اور تمہاری ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ تم یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ تم بجے چلنے والی زین سے تم سات بجے تک یہاں پہنچ سکتی ہو۔ ہمیں بہت کم نیز آتی ہے۔ تم جانتی ہو کہ ہم نیپالی طرز کی لوریوں کے بغیر نہیں سو سکتے۔“
”اچھا..... اچھا..... میں چلی آؤں گی مگر اب چھٹی کی درخواست سمجھنے کا وقت بھی نہ مل سکے گا۔“

”تم اس کی پرواہ نہ کرو....!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔
”کس کی پرواہ....؟“ رفت جاہ نے اُسے گھوتے ہوئے پوچھا۔
”وہ کہہ رہی تھی کہ اشیش سے سروش محل تک کیسے پہنچ گی۔!
”صحیح گاڑی بھیج دی جائے گی۔“ رفت جاہ نے کہا۔

عمران ان کا شکریہ ادا کر کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ سروش محل میں آج اُس کا پانچواں دن تھا۔ اس کا سامان بھی اڈل فیسا سے ہمیں مگوا لیا گیا تھا۔

لیکن شفق کے پجاري ابھی تک پر وہ راز میں تھے۔ البتہ عمران پر نس قدری میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ آج ہی تجھے نے اسے کھل کر بتایا تھا کہ پرنس قدری کبھی ہوش میں نہیں رہتا۔ ظاہر ان اوقات میں جب وہ دورے کی حالت میں نہ ہو۔ ایک سنجیدہ اور خاموش طبع آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی ہوش میں نہیں ہوتا۔ نہ وہ کسی کو پہچانتا ہے اور نہ اسے اپنے اعزہ کے نام بیاد آتے ہیں اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ رفت جاہ نے سارے اعزہ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ اس سے گفتگونہ کریں۔ رفت جاہ کا کہنا تھا کہ وہ اس کی نہیں بلکہ ذاکرتوں کی ہدایت تھی۔

عمران قدری سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ابھی تک اس میں ناکامی ہوئی تھی۔ اول تو وہ اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں نکلا تھا۔ اگر کبھی کبھار کپاٹ میں نظر بھی آتا تو اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ہوتا۔ اگر عزیز دوں میں کوئی نہ ہوتا تو کم از کم اسے محافظ تو یعنی طور پر اس کے ساتھ ہوتے۔

عمران اس کے متعلق سوچتا ہوا ان پر ٹھلٹا رہا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اچاک نجم سے ٹھبھیز ہو گئی۔ شاید وہ عمران ہی کے چکر میں ادھر آئی تھی۔

انہیں بھی عمران کی باتوں کا جواب دینے سے روک دیا گیا ہو۔ آخر وہ رفت جاہ سے الجھنی پڑا۔

”ہمیں بڑی حرمت ہے کہ ہم آپ کے مہمان ہیں یا قیدی بنا کر رکھے گے ہیں۔!“

”میرے مہمان اسی طرح رکھے جاتے ہیں۔“ رفت جاہ کا جواب تھا۔

”دفن کس طرح کئے جاتے ہیں۔ نواب صاحب....!“

”وہ منظر براہبرت ناک ہوتا ہے مگر آپ اس سے محظوظ نہیں ہو سکیں گے شہزادے صاحب۔“

”ہم محظوظ ہونے کی کوشش کریں گے آپ دفن کر کے تو دیکھئے!“

”میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔!“

”اچھا ٹھہریے کیا ہم اپنی پرائیویٹ سیکریٹری کو بھی یہاں نہیں بلا سکیں گے۔!“

”کیا وہ کوئی عورت ہے۔!“

”ہاں.... ایک ایکلو بر میز لڑکی.... مس روشنی ڈک میل....!“

”کہاں ہے....!“

”دار الحکومت میں۔ ہم ٹرک کاں کر کے اسے طلب کر سکتے ہیں۔!“

رفعت جاہ کچھ سوچنے لگے۔ پھر بولے۔ ”یہ ٹرک کاں میری موجودگی میں ہو گی۔!“

”قطی.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میں اس سے ہرگز نہیں کہوں گا کہ آتے وقت حق کا خیرہ بھی لیتی آتے۔ حق کے نام ہی پر اسے غش آ جاتا ہے۔ مگر ہم نے بھی تھیہ کر لیا ہے کہ کم از کم زندگی میں ایک بار اسے حقہ ضرور پلا کیں گے۔!
پھر عمران نے رفت جاہ کی موجودگی میں ہی روشنی کے لئے ٹرک کاں کی اسے یقین تھا کہ وہ اس وقت اپنے فلیٹ میں ہو گی۔ وہ آج کل مکمل خارج میں ناپہنچ کی حیثیت سے کام کر رہی تھی۔ اس کا معمول تھا کہ وہ آفس سے آنے کے بعد پھر کہیں نہیں جاتی تھی۔ اور اس کا قیام بھی اسی فلیٹ میں تھا جہاں احقوں لا والے کیس کے دوران اسے ٹھہرایا گیا تھا۔

اس کے اندازے کے مطابق روشنی فلیٹ ہی میں ملی۔

”ہیلور روشنی“ وریسیور میں دھلائی اٹ ازیور پر نس آف ڈھمپ ہم شہزادے بول رہے ہیں۔“

”اوہ.... وہاں.... مگر....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

جائے... ہاں بس ٹھیک ہے!“
 نجمہ رک گئی.... اس نے جملے ہوئے لمحہ میں کہا ”پچاری نے لکھا ہے کہ آپ فراہ
 ہیں اور اب یہاں کسی عورت روشنی کو بلوا رہے ہیں۔ آپ شہزادے نہیں ہیں!“
 ”پچاری کی ایسی تیسی....!“ عمران مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ ”اگر ہم فراہ ہیں تو نواب صاحب
 نے ہمیں اپنا مہمان کیوں بیٹایا ہے.... مگر اس نے اور کیا لکھا ہے!“
 ”اس نے لکھا ہے کہ آپ نواب صاحب کو کوئی بہت بڑی چوت دیں گے۔ ممکن ہے ان
 کے جواہرات اڑالے جائیں۔ ممکن ہے کچھ اور کر بیٹھیں!“
 ”ای لئے آپ ہم سے ناراض ہو گئی ہیں!“
 ”نہیں.... غصہ تو مجھے ماموں جان پر آیا۔ خواہ خواہ کائنے کو دوڑتے ہیں جیسے یہ خط میں
 نہیں ہاں پ کیا ہے.... میں ہی نہیں ڈر رہی ہوں!“
 ”چلنے آج یہ ایک نئی بات معلوم ہوئی کہ ہم فراہ ہیں!“ عمران مٹھنی سانس لے کر بولا۔
 ”اب دیکھنا یہ ہے کہ ماموں جان اس سلسلے میں کیا کرتے ہیں!“
 ”وہ کیا کریں گے.... وہ تصدیق کر چکے ہیں کہ ہم پُرس آف ڈھمپ ہیں اور وہ عورت
 ہے ہم نے بلا یا تھا وہ ہماری پرائیوریٹ سیکریٹری ہے!“
 ”یہ مرد پرائیوریٹ سیکریٹری کے فرائض انجام نہیں دے سکتے....!“ نجمہ نے تا خوش گوار
 لمحہ میں کہا۔
 ”نہیں مرد نہیں دے سکتے....!“ عمران نے احتمانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”جب ہم اداں
 ہوتے ہیں تو وہ فوراً ہمارے لئے بیٹھ کے اٹھے تلاش کرتی ہے!“
 ”بیٹھ کے اٹھے.... کیا مطلب....!“
 ”مطلوب تو بیٹھنی بتا سکے گی....!“ عمران نے مایوسی سے کہا۔ ”لیکن اتنا ضرور ہے کہ بیٹھ
 کے اٹھے دیکھ کر ہماری اداہی دور ہو جاتی ہے۔ اگر اٹھے نہ ملیں تو ہم تھوڑی دیر بعد دھاڑیں
 مار مار کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ ہاں یہ تو بتائیے کہ محل میں کتنے فون ہیں!“
 ”چار.... کیوں....!“
 ”بس یوں ہی ہم نے سوچا ممکن ہے فون پر کسی نے ہماری گفتگو سنی ہوا!“

”اب ہمیں اس وقت کیا کہنا چاہئے!“ عمران بربورا لایا۔ ”موسم خوش گوار ہونے کے مسئلے پر
 ہم صحیح گفتگو کر چکے ہیں!“

”اس وقت ہم..... بھنوں میں نفیاتی شعور کے موضوع پر گفتگو کریں گے!“ نجمہ
 نے جواب دیا۔ ”آہاں سا ہے کہ آپ کسی عورت روشنی کو یہاں بلارہے ہیں۔“
 عمران اس اطلاع پر بوکھلا گیا۔ کیوں کہ ٹرک کال کرتے وقت کرے میں نواب رفت جاہ
 کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

”آپ کو کیسے علم ہوا شہزادی صاحبہ....!“
 ”پچاری نے اطلاع دی ہے۔“ نجمہ نے سمجھ دی گی سے جواب دیا۔
 ”کیا مطلب....!“

”اہمی میں ادھر آری تھی کہ ایک لفافہ پڑا ہوا ملا۔ جس پر ماموں جان کا نام تھا۔ میں نے
 وہ لفافہ اخالیا اس میں سے جو تحریر لٹکا ہے پچاری کی ہے!“

”ہام.... دیکھیں کیا لکھا ہے!“
 ”نہیں.... یہ ماموں جان کو دے آؤں۔ آپ یہیں تھہریے۔ زبانی بتاؤں گی۔ میرا انتظار
 کیجھ گا!“

پھر وہ دوڑتی ہوئی برآمدے کی طرف چلی گئی۔ عمران وہیں کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔.... یہ
 لڑکی.... ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اور یہ بھی عجیب بات تھی کہ وہ اسے سمجھنا
 چاہتا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی عمران نے کسی لڑکی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ
 عموماً لڑکیاں خود بخود اس کی سمجھ میں آ جاتی تھیں۔ وہ اس کا منتظر رہا۔ تھوڑی دیر بعد نجمہ داپس
 آگئی۔ اس کا چہرہ اترنا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نواب صاحب اسے اتنی دیر تک ڈانٹے
 پھٹکاتے رہے ہوں۔ وہ آگے بڑھ گئی۔

”اے.... سختے تو سکی.... شہزادی صاحبہ....!“ عمران اس کی طرف پلکا۔
 ”نہیں سنوں گی....!“ وہ غصیل آواز میں بولی اور اسی طرح چلتی رہی۔

”آخر کیا ہوا.... اگر کسی نے آنکھ دکھائی ہو تو اس کی آنکھ نکلوں....!“ عمران نے اس
 کے برآمدہ بھیکی کر کہا ”کسی نے دانت دکھائے ہوں.... تو.... نہیں مطلب یہ کہ.... تھہر

اے ہونسلا کہتے ہیں.... اگر آپ نے گھونسلے میں انگور دیکھا تو ہم اسے باور کر لیں گے۔ کیونکہ
اکثر پرندے بھی انگور بے حد پسند کرتے ہیں۔
نجہ نے بات اڑا کر کہا ”آج قدر ہنا نے یہاں کوئی گزھا نہیں کھودا وہ سارے کپاٹنڈ کو
برباد کرائے دے رہے ہیں!“
”ہمیں.... کیا مطلب.... کیا وہ گزھے بھی کھوتے پھرتے ہیں!“ عمران نے اپنے
دیدوں کو گردش دی!
”ہاں.... میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کا پاگل پن ہے.... اور تو اور ماموں جان ان
سے بھی زیادہ خوبی ثابت ہو رہے ہیں!“
”کیوں وہ کیا کرتے ہیں!“
”اگر قدر ہنا ایک بالشت کھوتے ہیں تو وہ اسی جگہ کنوں کھدا وادیتے ہیں!“
”اگر ہم پر پاگل پن سوار ہو تو ہم پرے شہر کو سمندر بنا دیں گے۔“ عمران نے غصیلے لمحے
میں کہا۔
نجہ بہنے لگی اور آہستہ سے بولی ”تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو!“
”ہماری میں بھی یہی کہتی ہیں!“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔
نجہ سے اس طرح گھورنے لگی جیسے بچ جو وہ کوئی عجوبہ ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا ”آپ
یہاں کب تک مقیم رہیں گے!“
”آہا.... یہاں سے جانے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔ ہم سوچ رہے ہیں کیوں نہ شاہ دارا کو
ڈھمپ سے بدلتیں۔ مگر ہاں وہ قدر ی صاحب تو پاگل ہی ٹھہرے آخر نواب صاحب پر پاگل پن
کیوں سوار ہو جاتا ہے!“
”وہ کہتے ہیں کہ انکل جو کچھ بھی کریں۔ اس میں ان کا ہاتھ بیلایا جائے اس طرح ان کی
اجھنیں رفع ہو سکتی ہیں اور ذہنی مرض دور ہو سکتا ہے!“

”لہذا اگر وہ ایک بالشت زمین کھوتے ہیں تو نواب صاحب ہاں کنوں کھدا وادیتے ہیں!“
”جی ہاں.... خداونوں کے حال پر رحم کرے.... آئیے....!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک
طرف کھنچتی ہوئی بولی عمران پھر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہاب صرف قدر ی اور اس کے زمین

”اوہ.... تو کیا....!“
”ہاں... ابھی کچھ دیر ہی پہلے ہم نے اپنی پرائیوریتی میکریٹری کے لئے ٹرینک کال کی تھی!“
”میرے خدا تو کیا.... وہ بچاری.... یہاں.... محل میں موجود ہے....!“
”یقیناً ورنہ.... ہماری آواز کیسے سنی جاتی.... جب ہم نے فون پر گفتگو کی تھی تو ہمارے پاس
نواب صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ آپ کو یہ لفاف کہاں ملا تھا کیا آپ وہ جگہ دکھائیں گی!“
”ہاں کیوں نہیں.... آئیے....!“
عمران اس کے ساتھ چلنے لگا۔ پھر وہ ایک کھڑکی کے نیچے رک گئی۔
”یہاں....!“ نجہ نے ایک طرف اشارہ کیا۔ یہ جگہ کھڑکی سے ایک گز کے قابلے پر
تھی۔ عمران چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر دفتارہ دو دنوں ہی چونکہ پڑے کسی کا بھاری بھر کم قہقہہ
فضائیں گونج رہا تھا۔
”قدیر.... نانا....!“ نجہ بڑھ رہی۔
پرانی قدر کھڑکی کی سلاخوں پر جھکا، ہوا وحشیانہ انداز میں ہس رہا تھا۔
”یا ہم بھی قہقہہ لگائیں پرانی قدر....!“ عمران نے اس سے پوچھا۔
”ضرور.... ضرور.... آدمی کو ہر وقت قہقہہ لگاتا چاہئے ہو۔ خوب ہو.... خوب ہو....!“ اس
نے کہا اور کھڑکی سے ہٹ گیا۔
”میں نے آج پہلی بار انہیں اس طرح ہٹتے دیکھا ہے۔!“ نجہ نے کہا۔
”یہ پاگل نہیں معلوم ہوتے!“ عمران وہاں سے ہٹتا ہوا بولا۔ ”آئیے آج پھر ہم حوض کے
کنارے اپنی یادداشت درست کرنا چاہتے ہیں!“
نجہ اس تذکرے پر جھلک گئی۔ لیکن پھر اس نے فوراً ہم کہا۔ ”میں ہر وقت آپ کے
متعلق سوچتی رہتی ہوں!“
”کیا سوچتی رہتی ہیں!“
”یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔ آدمی ہیں بھی یا نہیں۔ میں نے پچھلے سال چنیا گر
میں بالکل آپ ہی کی خلک کا ایک انگور دیکھا تھا!“
”انگور.... ہاں ہمیں انگور بے حد پسند ہیں۔ مگر ہم نے چڑیوں کا گھر آج تک نہیں بنایا۔

کھوئے کے خط کے متعلق سوچ رہا تھا اور پھر اس حد تک اس کی دل دی ہیں جاں لی لے جہاں وہ
معمولی سا گڑھا کھوئا تھا وہاں کنوئیں کھدک دیئے جاتے تھے۔

”کیوں شہزادی صاحبہ کیا وہ کنوئیں بند نہیں کرائے جاتے!“
”بعد کو بند کر دیئے جاتے ہیں!“

”اپ فوہ... کتنے مصارف ہوتے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ نواب صاحب فرشتہ ہیں!“
”نہ ہے کہ ان کی ماں بھی فرشتہ تھیں۔“ نجمہ نے قہقہہ لگایا۔

”میا مطلب... آپ اپنی نانی کے متعلق کہہ رہی ہیں۔ یعنی ان پر اس طرح ہنس رہی ہیں!“
”ہمشت... وہ میری نانی کیوں ہونے لگی... وہ ایک انگریز عورت تھی!“

”نہیں....!“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں... نانا جان نے اس کے بعد دوسری شادی کی تھی... اور اس طرح میری ماں عالم
وجود میں آئی تھیں اور آج بھی ان کا وجود پلیا جاتا ہے... میں کسی انگریز عورت کی نوازی بننے
سے بہتر یہ سمجھتی ہوں کہ کسی کیتا کو نانی کہنا شروع کر دوں!“

”نانا کی بیوی ہر حال میں نانی کہلاتے گی!“ عمران نے سر ہلاکر کہا۔

”کہلاتے ہے...!“ نجمہ نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔

”مگر آپ مجھے کہاں لے جاتی ہیں!“

”جہنم میں....!
”خہریے... خہریے...!“ عمران یک بیک رک گیا۔

”کیوں....!“

”ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم کبھی جہنم میں نہیں جائیں گے کیونکہ ہمارے حضور ابا نے سیکڑوں
مسجدیں تعمیر کرائی ہیں۔ یتیم خانوں اور دوسرے تعلیمی اداروں کیلئے دل کھوں کر چندہ دیتے ہیں!“
”وہ تو سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے!“

”کیوں....!“ عمران نے پوچھا اور چلتے لگا۔

”مسجدیں تعمیر کرتے ہیں کبوتروں اور ابامیلوں کے لئے یتیم خانوں میں چندہ دیتے ہیں...
خیر ہٹاؤ مجھے کیا...؟ مجھے مطلب...؟ نوابوں اور شاہوں کی باتیں ہیں!“

”اوہو...!“ نجمہ بڑی کیسے... ہاں تو آپ کے ننانے اس انگریز عورت کی موت کے بعد

آپ کی نانی سے شادی کی ہوگی!“

”ڈھپ صاحب ہوش میں آئیے... ورنہ میں آپ کا سر توڑ دوں گی...!“

”یقیناً... وہ بھلا شادی سے پہلے میری نانی کیسے ہو سکتی ہیں!“

”ارے تو ہم نے یہ کہ کہا ہے!“

”کیوں نہیں اس کا کیا مطلب ہوا کہ آپ کی نانی سے شادی کی تھی۔ گویا وہ پہلے ہی سے

میری نانی تھیں... شادی بعد میں ہوئی تھی!“

”ارے آپ تو عمران کی بھی چچی معلوم ہوتی تھی!“

”کیا... کس کی چچی...!“

”شیطان کی چچی...!“

”آپ خود شیطان کے بچا...!“

”ہمیں منظور ہے... بشرطیکہ آپ کے والدین راضی ہو جائیں!“

”میا مطلب...!“ وہ عمران کو گھومنے لگی۔ پھر اس جملے کا مطلب سمجھ کر چلتے چلتے رک گئی۔

”تم گدھے ہو مشرذھپ...!“ وہ جھینپھے ہوئے انداز میں بوی۔

”ہاں ڈھپ میں گدھے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آپ انہیں دیکھ لیں تو پھر کسی آدمی کو

گدھا کہنے کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔ ہاں چلتے آپ کہاں چل رہی تھیں!“

”کہہں نہیں... اب آپ جاسکتے ہیں...!“

”مگر کہاں... ہم کہاں جائیں شہزادی صاحبہ... پتہ نہیں ہماری آنکھوں میں اندر ہرا

ہے یا سورج بچ گئے غروب ہو چکا ہے۔ کیا آپ ہمیں ہمارے کمرے تک پہنچا سکیں گے۔

اندر ہیرے میں کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ حالانکہ اجائے میں ہم یعنیک کے بغیر بھی دیکھ سکتے ہیں!“

حالانکہ ابھی اتنا زیادہ اندر ہیرا نہیں پھیلا تھا سورج غروب ہو چکا تھا اور آسمان پر چکلے سرخ

رنگ کے بادل موجود تھے جن کا روشن عکس زمین پر پڑ رہا تھا۔ قبل اس کے کہ نجمہ کچھ کہتی

چھاڑیوں میں سرسر اہٹ ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں نواب رفت جاہ اپنے دو محافظوں سیست

ان کے سامنے موجود تھے۔

کڑے اسے ملھو رہے تھے۔ ”اس طرح چٹیں تقسیم ہو جائیں گی اور تم خارے میں نہ رہو
گے.... بولو شق کے پچاری کی جے!“

”ہائیں.... پولیس.... پولیس....!“ نواب رفت جاہ بھرائی ہوئی آواز میں پہنچے۔
”پولیس کو فون کرو.... یہ.... یہ شش.... شق کے پچاری....!“
دونوں محافظ دوڑتے ہوئے عمارت کی طرف چلے گئے شاید انہوں نے بھی سوچا تھا کہ چلو
جان پنگی۔

”نواب صاحب کیا آپ بھی پرنس قدیر کی طرح اپنے ہوش و حواس کو بیٹھنے ہیں!“
”لک.... کیوں....!“

”کیا سر سلطان نے آپ کو ہمارا حلیہ بتا کر ہمارے پرنس آف ڈھمپ ہونے کی تصدیق
نہیں کی تھی!“

”تم کوئی بھی ہو.... لیکن میری عزت سے نہیں کھیل سکتے!“

”ہم نے آج تک فٹ بال کے علاوہ اور کوئی کھیل نہیں کھیلا۔ آپ خواہ جوہا بمحض میں
پڑ گئے ہیں۔ بھلا پولیس ہمارا کیا بگاڑ سکے گی۔ ایک گھنٹہ کے اندر اندر ہم سارے ملک میں تہلکہ
چاڈیں گے!“

”تم اس لڑکی کو کیوں پھسالا رہے تھے....!“ نواب صاحب غرائے۔

”خدا ہمیں غارت کرے۔“ عمران اپنے گالوں پر پے درپے کئی تھہر مارتا ہوا بولا۔ ”ارے
یہ لڑکی تو خود ہمیں اکو بنا رہی تھی۔ آپ ٹھیک وقت پر پہنچے ورنہ ہم انکو تو خیر کیا۔۔۔ ہاں مرغا
ضرور بن گئے ہوتے!“

”کیوں....!“ نواب صاحب نجمہ کی طرف دیکھ کر غرائے۔

”می ہاں.... میں انہیں ایک گڑھے میں گرانے لے جا رہی تھی!“

”کیا مطلب....!“

”گڑھے میں.... جس پر لکڑی کی سیلیاں رکھ کر گھاس بچھادی گئی تھیں!“

”آخر کیوں....؟“ نواب رفت جاہ صاحب دانت پیس کر بولے۔

”ایک دن میں نے انہیں حوض میں گرانے کی کوشش کی تھی مگر خود ہی گر گئی تھی!“

”یہ کیا ہو رہا ہے....!“ وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر غرائے۔
”آجھی تو کچھ بھی نہیں ہو رہا....!“ عمران نے بڑی سادگی سے جواب دیا اور نجمہ کی طرف
دیکھنے لگا۔

”چلو شروع ہو جاؤ....!“ نواب صاحب نے دونوں محافظوں کو مخاطب کیا۔
”یہ کیا کر رہے ہیں مامولوں جان!“ نجمہ جیسی.... وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ ”آپ کو
غلط نہیں ہوئی ہے، ہم یہاں چھل قدمی کر رہے تھے!“

”تم جاؤ یہاں سے....!“ وہ اس پر پلٹ پڑے۔
”شروع ہو جاؤ بھی....!“ عمران نے بھی محافظوں سے کہا۔
”دیکھتے کیا ہو مارو مر دود کو....!“ رفت جاہ دھاڑے۔
”نہیں.... نہیں مامولوں جان....!“

”شت آپ....!“ نواب صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھنے سے روک دیا شاید وہ
عمران اور محافظوں کے درمیان آ جانا چاہتی تھی۔ محافظ عمران کی طرف جھیٹے۔

”ارے بھی ذرا احتیاط سے....!“ عمران نے ہنس کر کہا۔ ”ہمارے کپڑے گندے نہ ہونے
پائیں ہم بہت نفاست پسند نہیں!“

دونوں محافظ ایک دوسرے سے ٹکرایا زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ عمران ان سے تین ہی چار
قدم کے فاصلے پر کھڑا نہیں رہا تھا۔ وہ پھر اٹھے.... بالکل ایسا یہ معلوم ہوا جیسے وہ اس بار عمران
کو چیز کرپی جائیں گے لیکن ان میں سے ایک سر پکڑے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرا چھل
کر تقریباً دس گز کے فاصلے پر جا گرد۔

”نواب صاحب ہم ہلنے پڑے میں نہیں ہونے دیں گے....!“ عمران نے ہرے
سعاد تمندانہ انگریز میں کہا۔

”نواب رفت جاہ کامنہ حرث سے بھیل گیا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے.... وہ اب پھیلا
کیا رہ جائے گا!“

نجمہ عجیب قسم کی ہی ہنس رہی تھی جونہ ہی معلوم ہوتی تھی اونہنے اسے بُوناہی کہا جا سکتا تھا
”اپنی مدد کے لئے کم از کم پانچ آدمیوں کو بالو....!“ عمران نے محافظوں سے کہا جو دور

اوہ.... لیا سروش محل دیرانے میں ہے۔!“ اس نے دراز قد آدمی سے پوچھا۔

”جی ہاں... نواب صاحب شہر کے ہنگاموں سے گھبراتے ہیں۔“ اس نے مودبانہ جواب دیا۔
”میرے پرنس کی صحت تو اچھی ہے۔!“

”جی ہاں.... وہ بعافت اور خوش ہیں۔“ اس نے جواب دیا۔
روشی خاموش ہو گئی۔ لیکن جلد ہی اس کے ذہن کو ایک زور دار جھٹکا لگا کیونکہ وہ گاڑی کسی
 محل کے بجائے چھوٹے سے کچھ مکان کے سامنے رک گئی تھی۔ وہ سنبھل کر بینہ گئی۔
”یچھے اتر جائیے محترمہ....!“ دراز قد آدمی نے اس کی طرف مزکر کہا۔

”یہ سروش محل ہے۔!“ روشنی نے غصیلی آواز میں پوچھا۔
”جی ہاں....!“

”تم مجھے دھوکہ دے کر کھین اور لائے ہو۔!“

”نہیں محترمہ آپ چپ چاپ اتر چلنے خیریت اسی میں ہے اگر اس کے خلاف کریں گی تو
آپ کو پچھتا پڑے گا۔ کیونکہ یہاں کئی وحشی اور بد تمیز آدمی موجود ہیں۔!“

روشنی گاڑی سے اتر آئی۔ دراز قد آدمی بھی اتر اور اس نے پھر روشنی کا بیک الہایا۔
”چلنے“ اس نے مکان کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ روشنی طعماء کرہا چلنے گی۔

وہ اندر آئے یہاں تین آدمی موجود تھے۔ اور یہ لباس اور وضع قطع سے اچھے آدمی نہیں
معلوم ہوتے تھے۔ ان کی شکلیں قاتلوں کی سی تھی۔

”تشریف رکھئے....!“ دراز قد آدمی نے ایک ٹکلتہ کری کی طرف اشارہ کیا۔
”آف آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔!“

”آپ بیٹھ تو جائیے.... ہم قطعی دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔!“ روشنی بینہ گئی۔
”ہاں سنئے.... ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ریاست ڈھمپ کہاں ہے۔!“

”یہ بات پرنس نے خود مجھے بھی آج تک نہیں بتائی۔!
”یعنی آپ نہیں جانتیں....!“

”قطعی نہیں.... کیا میں پرنس پر زور ڈال سکتی ہوں کہ وہ مجھے ڈھمپ کا جغرافیہ ضرور
 بتائیں۔ میں ان کی پرائیویٹ سیکریٹری ہوں۔ معقول تجوہ ملتی ہے۔ پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ خواہ

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔!“

”یہاں اگر کسی کا دماغ خراب نہ ہو تو اس سے ہمیں ضرور ملوایے۔!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔
”ختم کیجھے....!“ رفتہ جاہاتھ اٹھا کر بولے ”مجھے شر مندگی ہے۔!“

”شر مندگی ان بیچارے محافظوں پر ظاہر کیجھے جواب ایک ہفتہ تک پلٹک پر پڑے رہیں
گے۔ کیونکہ ہمارے ہاتھ کی چوٹیں عموماً دو تین گھنٹے بعد گل کھلاتی ہیں۔!“
معاملہ اس سے آگے نہ بڑھ سکا وہ لوگ عمارت کی طرف چلے گئے۔



دوسری صبح روشنی شاہدارا کے اشیش پر اتری اور ادھر اور ہر دیکھنے لگی۔ اسے موقع تھی کہ
عمران اشیش پر موجود ہو گا۔ ٹرین چل بھی گئی لیکن روشنی پلیٹ فارم پر ہی کھڑی رہی۔ دھنٹا ایک
ٹویل قامت اور وجہہ آدمی اس کی طرف بڑھا۔

”محترمہ روشنی....!“ اس نے مودبانہ انداز میں سوال کیا۔

”آ..... ہاں.... جی ہاں.... فرمائیے....!“

”مجھے ہر ہائی نس پرنس آف ڈھمپ نے سروش محل سے بھیجا ہے۔!“

”اوہ.... اچھا.... اچھا.... چلو....!“

”دراز قد آدمی نے اس کا سفری بیگ جھک کر اٹھا لیا۔ وہ دونوں اشیش سے باہر آئے۔
یہاں ایک لمبی سی لیماؤسین کھڑی تھی۔

”تشریف رکھئے....!“ اس نے گاڑی کی چھپلی نشت کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ روشنی
بینہ گئی اور اس کے پیروں کے پاس اس کا سفری بیگ رکھ کر ڈرائیور کی سیٹ پر جا بیٹھا۔ گاڑی
چل پڑی روشنی سوچ رہی تھی کہ پتہ نہیں عمران نے کون سا کھڑاگ پھیلایا ہے اور اسے سروش
 محل میں کیا کرنا پڑے گا۔

گاڑی چلتی رہی اور پھر جب وہ شہر سے نکل کر کھیتوں اور جنگلوں سے گزرنے لگی تو روشنی
کو تشویش ہوئی۔

آنکھیں اندر ہرے کی عادی ہو گئیں تو اسے ہد نظر آیا جو آنکھیں چھڑا پھڑا کر اسے گھور رہا تھا۔ روشنی اسے اچھی طرح جاتی تھی اور وہ بھی اس سے واقف تھا۔ ”آپ کہاں.... مس صاحب!“ ”جہاں تم.... پہ نہیں یہ گدھا کیا کرتا پھر رہا ہے۔!“ روشنی جلا کر بولی۔



ڈرائیور کھڑا نہی طرح کانپ رہا تھا۔ اور نواب رفت جاہ.... جامدہ سے باہر ہوئے جا رہے تھے.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسے قتل ہی کر دیں گے۔

”حضور گاڑی خراب ہو گئی تھی، میں کیا کرتا!“

”گاڑی کے پیچے.... یہیں نہیں دیکھ لیا تھا کہ انہیں کس حالت میں ہے۔!“

”بہیش رات کو دیکھ لیتا ہوں سرکار.... رات کوئی خرابی نہیں تھی۔!“

”پھر کیسے خراب ہو گیا!“

”ختم کیجئے....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ہم انگو کی بوسو گھر ہے ہیں۔ ورنہ وہ اب تک یہاں پہنچ گئی ہوتی.... اب آپ براہ کرم ہمیں آزاد کیجئے۔ ورنہ نہایت بہت بُرے ہوں گے۔!“

”ٹھہریے جناب مجھے بھی سوچنے دیجئے۔!“ نواب رفت جاہ نے کہا پھر ڈرائیور کی طرف دیکھ کر غرائے۔ ”دفع ہو جاؤ.... جاؤ.... لیکن میری اجازت کے بغیر محل کی حدود سے باہر قدم نہ نکالنا!“

ڈرائیور سر جھکائے ہوئے چلا گیا۔

”زیادہ دیر کرنا نہیک نہیں ہے نواب صاحب!“ عمران نے کہا۔

”اُرے صاحب یہ کیا ضروری ہے کہ وہ آئی گئی ہو۔!“

”کیا... اگر وہ نہ آئی ہو گی تو ہم اسکی گروں اڑا دیں گے ڈھمپ میں نافرمانی کی سزا موت ہے۔!“

”اگر آئی تھی تو کہاں گئی۔!“

”وہیں.... جہاں سے بچھلی شام کو آپ نے ایک نائپ کیا ہوا خط پایا تھا۔ کیا اس میں یہ تحریر نہیں تھا کہ ڈھمپ کا شہزادہ اپنی سیکریٹری کو طلب کر رہا ہے۔!“

خواہ انہیں غصہ دلا کر اپنا مستقبل جاہ کرلوں۔ انہیں اس وقت بہت زیادہ غصہ آبانتا ہے جب کوئی ان سے ڈھمپ کا جغرافیہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔“

”ہوں....!“ وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اچھا یہی بتا دیجئے کہ وہ سردوش محل کس لئے تشریف لائے ہیں۔!“

”اب میں ان سے مل کر پوچھوں گی۔“ روشنی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”وہ مجھے بتائے بغیر یہاں آئے تھے۔ پھر یہاں بلانے کے لئے کل رات ٹرک کاں کی۔ میں یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں ہیں۔!“

”اچھی بات ہے۔!“ اس نے یاہو سانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”میتجہ کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔!“

”اُف آپ لوگ پرنس کے بیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔“ روشنی نے جھرت سے جھرت سے کہا۔ ”وہ ایک سید ہے سادھے یہود قوف آدمی ہیں۔!“

”میں حقیقت معلوم کرنا پاہتا ہوں کہ وہ کون ہے۔!“ دراز قد آدمی نے غصیلے لمحے میں کہا۔ ”حقیقت تو پرنس ہی سے معلوم ہو سکے گی۔ دیے میں اتنا جانتی ہوں کہ دار الحکومت کے

بہت بڑے بڑے آدمی انہیں دیکھ کر بوکھلا جاتے ہیں۔!“

”شاید اسی لئے رفت جاہ نے اسے قیدیوں کی طرح رکھ چھوڑا ہے۔!“ دراز قد آدمی نے طغیری لمحے میں کہا۔

”رفعت جاہ کون....!“

”نواب رفت جاہ سردوش محل کا مالک ہے۔!“

”اُسے بھی بند کرو....!“ دراز قد آدمی نے ان تینوں سے کہا۔ جو روشنی کو کھا جانے والی نظر ہوں سے گھور رہے تھے۔!

دراز قد آدمی پھر بولا۔ ”اب وہی پرنس کا پچھے باقی رہ جاتا ہے۔ وہ سارے محل میں ہماری بو سو گھنٹا پھر رہا ہے کسی طرح اسے بھی لاڈ پھر ہم اس مکان میں آگ لگادیں گے۔!“

روشنی کو دھکیل کر ایک کوٹھری کے دروازے تک لا یا گیا اور پھر وہ اندر دھکیل دی گئی۔ قبل اس سے وہ نکل جانے کی کوشش کرتی دروازہ بند ہو چکا تھا۔

”اُرے آپ“ اسے اندر ہرے میں کسی کی آواز سنائی دی لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر جب اس کی

نظر آیا جو گھاس پر چت لیٹا ہوا تھا۔ اور قریب ہی دو محافظ بیٹھے اونگھر ہے تھے۔ قدری تھوڑی دیر بعد کچھ بڑبڑا نے لگتا تھا۔ اور وہ دونوں چوک کر پھر اونگھنے لگتے تھے۔ وفتا قدیر اٹھ بیٹھا۔ ساتھ ہی محافظ بھی سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ان کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کی ذرا اسی غلت اپنی موت سے ہم کنار کر دے گی۔

قدری نے جب سے ایک قلم تراش چا تو کالا اور اس کی نوک سے ایک جگہ کی مٹی کھونے لگا۔

”دیکھنا....!“ ایک محافظ نے دوسرے سے کہا۔

”مرنے دو سالے کو....!“ دوسرا بڑبڑا۔ ”کہاں تک تھکیں مریں ایسا پاگل پن تو آج تک نہ دیکھانہ سننا!“

”انھاؤ پھاؤڑا....!“ دوسرا انھ پڑا۔

”بیٹھے رہو چین سے....!“ اس نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قدری کے کافلوں تک ان کی گنتگو پیچی ہی تھے۔ وہ بے تعلقانہ انداز میں مٹی کھونا تارہا۔۔۔۔۔ پھر تھوڑی دیر بعد چا تو ایک طرف پھیک کر اپنی پیشانی رکھنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔

”پیپل.... پیپل....!“ ایک بار اس کی آواز بلند ہو گئی۔

”واپس کب چلو گے بادشاہ سلامت....!“

ایک محافظ نے اسے خاطب کیا۔

”کہاں چلوں.... نہ یہاں مرغیوں کا دژبہ ہے اور پیپل کا پیپل.... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں بکری کی میگنیاں کھاؤں گا۔ موئی جڑ کے نیچے قلندر کا بندر قولہ کرتا ہے۔۔۔۔۔ موئی جڑ.... موئی جڑ.... ہاں ہاں ہاں.... موئی جڑ موئی.... موئی.... جڑ....!“

اس نے تالیاں بجا بجا کر قوالوں کی طرح.... ”موئی جڑ....“ کو رثنا شروع کر دیا۔

”اب مغز نہ کھاؤ نہیں تو ہم تمہیں اونٹ کی میگنیاں کھلادیں گے“ ایک محافظ نے کہا۔

”بکری کی میگنیاں!“ قدری نے جھلا کر کہا۔ ”اونٹ ہوتا تو مجھے پیتاں کیوں توڑنی پڑتیں!“

”گاؤں میں پیتاں توڑتے ہو۔ بکریاں چراتے ہو۔۔۔۔ اور یہاں آگر بادشاہ سلامت بننے ہو۔

ہمارا بس چلے تو ہم تمہیں خدا گنج پہنچا دیں۔ نہ دن جیں نہ رات جیں!“ محافظ نے کہا۔

”آپ کو کیسے علم ہوا!“ رفت جا نے حرمت سے کہا۔

”ہمیں سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ ہم الہیان ڈھمپ کے روحاں پیشوں بھی ہیں۔ بس اب جلدی سمجھے۔ ورنہ میری سیکریٹری خطرے میں پڑ جائے گی!“

”تم مجھے یو ٹوف نہیں بنا سکتے نہیں پنے....!“ رفت جا کا الجہہ بہت زہریا تھا۔

”بنا سکتا ہوں...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”ہم بعض اوقات اپنے حضور ابا مک کو یو ٹوف بنا دالتے ہیں۔ مگر نواب صاحب اس وقت ہم بہت ہی خراب مودیں ہیں اس لئے!“

”پکھ نہیں!“ رفت جا۔۔۔۔۔ ہاتھ اٹھا کر بولے۔ ”تم نے یہاں سے بھاگ نکلنے کے لئے یہ پروگرام بنا لیا تھا۔۔۔۔۔ وہ نہیں آئی۔۔۔۔۔ لہذا تم اسے خطرے میں ثابت کر کے یہاں سے نکلنے کا موقع تلاش کر رہے ہو۔!“

”ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ اپنے فیصلہ پر نظر ٹالنی کیجئے۔ سر سلطان ہیسے لوگ غیر ذمہ دارانہ گنتگو نہیں کرتے!“

”میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔۔۔۔۔ ضروری نہیں کہ میں کسی مسئلہ پر سر سلطان ہی کی رائے کو اہمیت دوں!“

عمران کچھ نہ بولا۔ اسے بچ غصہ آگیا تھا۔ لیکن اس نے اس پر ایک حماقت اُنگیز مسکراہٹ کا پردہ ڈال دیا۔ محل سے نکل جانا اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مگر وہ خود ہی اس سے پہلو تھی کہ رہا تھا۔ مقصدم جو کچھ بھی رہا ہو۔

وہ چیر پختا ہوا کمرے سے نکلا اور ایک طرف چلے گا۔ اس دن سے ہدہ بھی نظر نہیں آیا تھا۔ رفت جا نے اس پر بھی شبہ ظاہر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ تمہاری جان پچان کا ایک آدمی یہاں تھا وہ غائب ہو گیا۔

عمران چلتے چلتے مالتی کی ان جھاؤیوں کے قریب رک گیا جہاں پچھلی شام اس نے رفت جا کے دو محافظوں کی کھوپڑیاں سہلائی تھیں۔

وہ کوئی نیا ہی خیال تھا۔ جس نے اسے بڑی طرح چونکا دی۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ وہیں خیالات میں ڈوبا ہوا کھڑا رہ۔ پھر کسی قسم کی آواز پر چونکا۔ جو جھاؤیوں کی دوسری طرف سے آئی تھی۔

عمران بہت آہنگی سے جھاؤیوں میں داخل ہوا۔۔۔۔ اور دوسری طرف اسے پنس قدم

بی بی سی ویب سائٹ [www.urduchannel.in](http://urduchannel.in) سے تاپنے لگتا ہے۔ اگر کسی سے نفرت ہو جائے توہر وقت اس کے سر پر سوار رہنا چاہئے۔ وہ پاگل ہو کر مر جائے گا۔!

”ہمیں تو کیا... پنس قدیر آپ ہی کاشکار ہوئے ہیں۔!

”قدیر نہا...!“ اُس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”میں نہیں مجھ سختی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں۔ مجھے ذر ہے کہ کہیں وہ ما مول جان کو قتل نہ کر دیں۔!
”کیوں...؟ کیوں...؟“

”بس یوں ہی... میں یہی محسوس کرتی ہوں۔ جس وقت ان پر بڑا بہت کا دورہ پڑتا ہے وہ ما مول جان ہی کے بارے میں زیادہ تر بکواس کرتے ہیں۔ قتل کر دوں گا... مار دلوں گا... زندہ نہ چھوڑوں گا۔ دیکھتے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے پاگل پن کا ڈھونگ اسی لئے رچایا ہوا۔!
”کتن لئے...!“

”اسی پاگل پن کی آڑ میں ما مول جان کو قتل کر دیں۔!
”آپ کو کیوں اتنی تشویش ہے جب کہ آپ ان سے اتنی تفتریزیں۔!
”ضروری نہیں کہ جس سے نفرت کرتی ہوں اس کی موت بھی برداشت کر لوں۔!
”نہ برداشت کیجئے... ہمیں کیا... ہاں قدیر صاحب البتہ ہمیں بے حد دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا گھر کہاں ہے۔!
”داتا نگ میں...!“

”داتا نگ کہاں ہے۔!“ عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔
”یہی سڑک جو شہر سے یہاں آتی ہے۔ داتا نگ سے بھی گزرتی ہے۔ یہاں سے شاید چار میل کا فاصلہ ہے۔ مگر آپ کو ان سب باتوں سے کیا سروکار۔!
”کچھ نہیں ہمیں کیا سروکار۔... لیکن آپ ہمیں مالتی کی کنج میں نہ لے جائیں۔ ممکن ہے آج نواب صاحب ہم پر مینڈھے چھوڑ دیں۔ خدا کی پناہ۔... کل وہ ہماری اور ہالگ ہی کرا ذلتے۔
آخروہ خفا کیوں ہو گئے تھے۔!
”پتہ نہیں۔...!“ مجھے نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ ”کیا میں دودھ پیتی پچی ہوں۔!
”قطعی نہیں۔... آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ چچاں سال ہو گی۔!“

”خدائی نہیں داتا نگ...!“ قدیر نے کہا۔

”اب چلو اپنے کمرے میں نہیں تو سر پر چاہوڑا مار کر مغربہ دیں گے۔!
”نہیں... خدا کے لئے نہیں...!“ قدیر خوف زده آواز میں بولا۔ ”میں دنیا میں اکیلا ہوں... بالکل اکیلا...!“ اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔... وہ پھوٹ پھوٹ کر رورہا تھا۔

محافظ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہٹنے لگے۔

”مجھے وہاں پہنچا دو... وہاں... میں وہاں جاؤں گا... میری بکری...!“ وہ ہوڑی دیر کے بعد چکیاں لیتا ہوا بولا۔

”اٹھو...!“ محافظوں نے اس کی بٹلوں میں ہاتھ دے کر زبردستی اٹھادیا اور دھکیلتے ہوئے عمارت کی طرف لے جانے لگے۔

عمران نے طویل سانس لی۔ اس کے پیچے پر گھرے تکڑات کے آثار تھے۔ وہ بھی عمارت کی طرف مڑ گیا۔ اب وہ اس حصے کی طرف جا رہا تھا جہاں مجھہ رہتی تھی۔ اس نے دور ہی سے مجھہ کو ایک کھڑکی میں کھڑے دیکھ لی تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے ہاتھ اٹھا کر مُؤبدانہ اسے سلام کیا۔ مجھہ کا چہرہ چک اٹھا اس نے اسے ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئی۔
کچھ دیر بعد وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کی طرف آری تھی۔

”مجھے رات بھرنید نہیں آئی۔“ اس نے عمران کے قریب پہنچ کر ہاتھ پتے ہوئے کہا۔ ”چلنے ویس ماں تی کی کنج میں بیٹھیں گے۔ مجھے ما مول جان کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ انہوں نے خود ہی کچھ دنوں کے لئے ہم لوگوں کو سینیں بلوایا تھا۔ اور نہ میں تو ان کے یہاں تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔!
”مگر وہ شاید سب سے زیادہ آپ ہی پر مہربان معلوم ہوتے ہیں۔!
”مگر میں ان سے بے حد نفرت کرتی ہوں۔!
”واہ... یہ بات ہماری سمجھ نہیں آسکی۔ آپ ان سے نفرت بھی کرتی ہیں۔ لیکن شاید آپ کے علاوہ ان کی رہائش گاہ میں اور کوئی نہیں جاتا۔!
”نہیں بتا سکتی کہ انہیں جلانے میں مجھے کتنا لائف آتا ہے۔ جب وہ مجھے پر جھلاتے خار کھاتے

”مگر وہ شاید سب سے زیادہ آپ ہی پر مہربان معلوم ہوتے ہیں۔!
”مگر میں ان سے بے حد نفرت کرتی ہوں۔!
”واہ... یہ بات ہماری سمجھ نہیں آسکی۔ آپ ان سے نفرت بھی کرتی ہیں۔ لیکن شاید آپ کے علاوہ ان کی رہائش گاہ میں اور کوئی نہیں جاتا۔!
”نہیں بتا سکتی کہ انہیں جلانے میں مجھے کتنا لائف آتا ہے۔ جب وہ مجھے پر جھلاتے خار کھاتے

کے [www.urduchannel.in](http://urduchannel.in) چھپ کر آسانی سے کام کر سکتے تھے!

”آپ بہت ذہین ہیں۔“ عمران نے کہا۔ ”مگر حقیقتاً اس سے متفق نہیں تھا۔ کیوں کہ اب اس نے ایک بالکل ہی نئے زاویے سے اس کیس کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔

”اور آپ کا اپنے متعلق کیا خیال ہے۔ اوہ ہم یہاں کیوں رک گئے کتنی دھوپ ہے؟“

”اب ہم یہاں سے واپس جائیں گے.... کیوں کہ ہمارا پنے متعلق کوئی خیال نہیں ہے؟“ پھر وہ اسے وہیں چھوڑ کر لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا عمارت کی طرف چلا گیا۔



اسی شام کو عمران نے ایک بار پھر رفت جاہ کی موجودگی میں روشنی کے لئے ٹرک کال کی۔ لیکن آپ یہ نے بتایا کہ دوسرا طرف سے جواب نہیں مل رہا۔

عمران کو رفت جاہ پر باغصہ آیا۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ آج رات کو کسی طرح یہاں سے ضرور نکل جانا چاہئے۔ ہر ہد بھی غائب ہو گیا تھا ورنہ وہ اسی کو اس راہ پر لگانے کی کوشش کرتا۔

وہ اسی او ہیز بن میں تھا کہ روشنی اور ہد پر سروش محل کی کپڑاؤڑ میں داخل ہوئے۔ دونوں ہی بوکھلائے ہوئے تھے۔ انہیں جلد ہی نواب رفت جاہ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ عمران بھی وہیں موجود تھا۔ پھر تقریباً پدرہ منٹ تک عمران روشنی پر گرتا برستا رہا اور وہ گھبرائے ہوئے انداز میں وہ سب کچھ دھراتی رہی جو اس پر گزری تھی۔

”اب یہ کجھت حصے گزرتے جا رہے ہیں۔“ رفت جاہ فرش پر پھر ٹھکر بولے پھر ہد پر سے پوچھا۔ ”تم کہاں تھے؟“

”نج... جتاب والا وہ پانچ تھے اور میں اکیلا مجھے زبردستی پکڑ لے گئے تھے!“

”مگر پھر تم لوگ رہا کیسے ہوئے؟“ عمران نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

”باتوں میں وقت برپا نہ کرو.... اس مکان پر فور اریڈ ہونا چاہئے!“ نواب رفت جاہ نے لفٹ کی طرف جھپٹتے ہوئے کہا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کر رہے تھے۔

”پچاس سال.... آپ گھاس تو نہیں کھا گے۔“

”کیا یہاں کھانے کے قابل کوئی گھاس بھی پائی جاتی ہے۔“ عمران نے چاروں طرف دیکھنے ہوئے کہا۔

”آپ اتنا بنتے کیوں ہیں؟“

”اگر بگڑنا شروع کر دیں تو آپ ہمیں بد اخلاق کہیں گی.... خیر ہاں.... یہ تو بتائیے کہ آپ لوگ کس مٹی سے بنے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو کبھی کا یہاں سے چلا گیا ہوتا۔ آخر آپ اور آپ کی می یہاں کیوں مقیم ہیں؟“

”اوہ.... انہیں ماموں جان سے بے پناہ محبت ہے۔ کیونکہ ان کا سماں جہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ انہیں خطرات میں چھوڑ کر نہیں جا سکتیں!“

”آپ کے والد صاحب کا کیا خیال ہے؟“

”پیلا کا خیال.... پیلا بچارے می سے بہت ڈرتے ہیں۔ ان میں اتنی بہت نہیں کہ می کے معاملات میں دخل انداز ہو سکیں!“

”اوہ آپ.... کیا آپ بھی خائن ہمیں ہیں؟“

”خوف کس بات کا.... میرا خیال ہے کہ آج کل ماموں جان تفریح کے موڑ میں ہیں۔ کسی دوست سے ان کا مذاق جاری ہے!“

”کیا مطلب....؟“ عمران نے تحریر انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”ان کے مذاق بھی عموماً خطرناک ہی ہوتے ہیں۔ لہذا اکثر ان کے بعض احباب بھی ان سے دیے ہی خطرناک مذاق کر بیٹھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کسی دوست کو اس جرمن سیاح کے متعلق معلوم ہو جس نے خود کو شفقت کا بچاری بتایا تھا!“

”لیکن ہم اس مذاق میں کیسے آگوے ہے؟“ عمران نے پھر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

”معاف کیجئے گا.... آپ صورت سے بالکل گاؤڈی معلوم ہوتے ہیں ممکن ہے آپ کو یہ تو فکر کہ کر اس مذاق میں شریک کیا ہو گا۔ لیکن آپ اس مذاق کا ذریعہ بنائے گئے۔ ظاہر ہے کہ آپ ہی کی وجہ سے تو ہمیں ڈائیماجیت کا علم ہوا.... ورنہ اگر وہ شفقت کے بچاری بچے ماموں جان کو ختم کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے خود ہی یہ کارنامہ کیوں نہیں انجام دے ڈالا۔ وہ بھی باہر

ماں ڈیڑھ نواب رفت جاہ
آج ہمیں یک بیک یاد آگیا کہ ہم شاہ دار اکیوں آئے تھے۔ ہم شاہ
دار اس لئے آئے تھے کہ یہاں کی تاریخی عمارتیں دیکھیں گے لیکن
شفق کے پچاریوں کے چکر میں پڑ کر ہمیں سب کچھ بھول جانا پڑا۔ فی
الحال ہم آج کم از کم دو عمارتیں دیکھنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ کو کہ
اندھیرے میں ہم کو صاف نہیں دکھائی دیتا۔ لیکن پھر بھی کوشش تو
کرنی چاہئے۔ ہماری سیکریٹری ہماری واپسی تک سروش محل ہی میں مقیم
رہے گی اگر آپ چاہیں تو اسے یہ غمال کے طور پر رکھ سکتے ہیں ہمارے
لئے اسے انکار نہ ہو گا۔

کور سلیم آف ڈھمپ

رفعت جاہ نے وہ خط ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف بڑھا دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اس پر نظر جاتے
رہا پھر بولا۔

”کیا آپ کو ان حضرت پر کسی قسم کا شکر ہے؟“
”آپ کو تو اس کا علم ہو گیا ہو گا کہ وہ کس طرح سروش محل کی حدود میں داخل ہوا تھا۔
اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ میں اسے کیا سمجھوں۔!“

”اگر آپ اس کے خلاف کوئی تحریری بیان دے سکیں تو بہتر ہے۔!
”نہیں.... ابھی میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ بھی قصہ یہ ہے کہ مرکزی
حکومت کے ایک ذمہ دار آدمی نے تقدیق کی ہے کہ وہ ڈھمپ کا شہزادہ ہے۔!
”ڈھمپ کہاں ہے؟“ ایس۔ پی نے پیشانی پر ٹکنیں ڈال کر کہا۔ ”میں نے یہ نام پہلی بار
 بتایا ہے۔“

”شمائل پہاڑی سلسلے میں ایک آزاد علاقہ ہے۔“ روشنی بول پڑی۔
”ہو گا....!“ نواب رفت جاہ نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لئے اپنے شانوں کو جنبش
دی۔ ان کے چہرے پر گھرے نظائر کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس والے
رخصت ہو گئے۔

روشنی نے بتایا کہ وہ ان تینوں آدمیوں کو آپس میں لانا میں کامیاب ہو گئی تھی جو جو کسی
مگر انی کر رہے تھے۔ اس طرح انہیں نکل بھاگنے کا موقع مل گیا تھا۔

تریا آدھے گھنے بعد ڈیڑھ درجن مسلح کائنبلوں کا ایک دستہ سروش محل پہنچ گیا۔ ڈی
ایس پی ٹی بھی اس کے ساتھ آیا تھا۔ ہر ہد کی رہنمائی میں اس مکان پر ریڈ کیا گیا۔ جو سروش
محل سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہ مل سکا۔ مکان دیران پر اتھا
یہ مکان ایک مقامی زمیندار کا جو بارہ تھا۔ لیکن تحقیقات کرنے پر ثابت ہوا کہ زمیندار اس سے
لاعلم تھا کہ اس دوران میں اس کو کوئی استعمال کرتا رہا ہے۔ وہ خود تو اسے سال میں صرف دوبار
ان یام میں استعمال کرتا تھا جب شہزادی لگان کی وصول یابی کا وقت آتا تھا۔

بہر حال یہ ریڈ ناکام رہا۔ عمران نے روشنی کو پولیس والوں کے ساتھ نہیں جانے دیا تھا۔
حالانکہ وہ اسے بھی لے جانا چاہتے تھے۔ نواب رفت جاہ بھی اس ریڈ میں شریک تھے۔

واپسی پر عمران غائب تھا۔ اس کے متعلق روشنی سے پوچھ گئے کی گئی۔ لیکن روشنی کے پاس
لاعلمی کے اطہار کے علاوہ اور کیا تھا۔

”تم نے انہیں کہیں جانے کیوں دیا۔“ ڈی۔ ایس۔ پی نے پوچھا۔

”میں نے....!“ روشنی نے تسلیمانہ انداز میں کہا۔ ”آپ ایک ذمہ دار آفسر ہو کر اس قم
کا سوال کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے بھلا کس کی بہت ہے کہ وہ پرانی کو ان کے کسی ارادہ سے
باڑ رکھ سکے اور پھر میری ایک ملازمہ کی حیثیت ہے میں انہیں کس طرح روک سکتی تھی۔!
ڈی۔ ایس۔ پی خاموش ہو کر رفت جاہ کی طرف دیکھنے لگا۔

”لیکن....!“ روشنی نے رفت جاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ آپ کے لئے ایک خط
دے گئے ہیں۔!
”ہوں....!“ رفت جاہ کا منہ گز گیا۔ وہ چند لمحے روشنی کو گھورتے رہے۔ پھر بولے۔

”آخر تمہیں کیوں ساتھ... نہیں لے گئے؟“
”ہو سکتا ہے انہوں نے اس کی وجہ خط میں تحریر کر دی ہو۔“ روشنی نے زرد رنگ کا ایک
لفافہ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

رفعت جاہ نے لفافہ چاک کیا اور اوپری آواز میں خط پڑھنے لگا۔

تصویریں کپاڑ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ ٹھیک گیا رہ بجے تمہارا کوئی عزیز دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

چباری“

”آپ واقعی بہت ضدی ہیں۔“ عمران تشویش کرنے لجھے میں بولا۔ ”لیکن آخر آپ اپنی ضد پر کسی عزیز کو کیوں قربان کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اب چباری اپنی کسی بھی دھمکی کو عملی جامد پہنچا دے گا۔“

”پھر میں کیا کروں....!“ نواب رفت جاہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔
”تصویریں کپاڑ میں رکھوادیجئے!“

”نہیں.... میں ڈی۔ ایس۔ پی سے مشورہ لئے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔ آخر وہ انہیں کپاڑ میں کیوں رکھوانا چاہتا ہے۔ کیا وہ اتنا ہی چالاک ہے کہ انہیں اتنے آدمیوں کی موجودگی میں اٹھا لے جائے گا!“

”کچھ بھی ہو آپ کو وہی کرنا چاہئے جو اس نے لکھا ہے!“

”نہ ہر یے.... میں ڈی۔ ایس۔ پی کو اس کی اطلاع دیئے بغیر ایسا نہیں کر سکتا.... رفت جاہ نے کہا اور میرے اٹھ گئے۔ عمران وہیں بیٹھا رہا۔ تقریباً دس منٹ بعد رفت جاہ پھر واپس آئے۔
”میں نے فون کیا ہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی جلد ہی یہاں پہنچ جائے گا۔“ رفت جاہ نے ایک کری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اس بار ڈی۔ ایس۔ پی دس مسلخ کا نشیلوں کے ساتھ آیا وہ سب انپکٹر بھی تھے۔ اس نے بھی رفت جاہ کو پیکی رائے دی کہ تصویریں کپاڑ میں رکھوادی جائیں۔
”تصویریں میں نے محل کے ایسے تہہ خانے میں چھپائی ہیں جہاں کسی کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔“ نواب رفت جاہ نے کہا۔

”چلتے اگر میری مدد کی ضرورت ہو تو میں تیار ہوں.... مگر مناسب یہی ہے کہ آپ ان تصویروں کو نکلو لیں!“

کچھ دیر بعد عمران بھی ان کے ساتھ تہہ خانے میں موجود تھا۔ جس کے متعلق رفت جاہ کا خیال تھا کہ وہاں پر نہ ہبھی پر نہیں مار سکتا۔ لیکن ظاہر رفت جاہ کو اتنا ہوش کہا کہ وہ

دوسری صبح رفت جاہ کی حیرت کی انجمنانہ رعنی جب انہوں نے عمران کو ناشتے کی میز پر موجود پایا۔ انہوں نے صبح ہی صبح مخالفتوں سے رات بھر کی روپرٹ طلب کی تھی۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی عمران کی واپسی کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

عمران نے انہیں تحریر دیکھ کر ہلاکا ساقہ تھہ لگایا اور کہا۔ ”ہم آپ کو صرف یہ باور کرنا چاہتے تھے کہ ہم جب بھی چاہیں سروش محل سے جاسکتے ہیں اور اسی طرح واپس آئتے ہیں کہ کسی کو کافنوں کا ان خبر نہ ہو۔!“

رفعت جاہ کچھ نہ بولے نہ جانے ان کا چہرہ کیوں ستا ہوا سا معلوم ہو رہا تھا۔ اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ حال ہی میں بستر علات سے اٹھے ہوں۔

ناشتہ بہت خاموشی سے ہوا۔ البتہ کبھی کبھی رفت جاہ عمران کو گھورنے لگتے تھے۔ عمران بھی خاموش ہی ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی نئے واقعہ کا منتظر ہو۔ آخر ایک واقعہ ہوئی گیا۔

رفعت جاہ نے پاپ میں استعمال کی جانے والی تمبکو کاڑبہ اٹھایا اور اس کاڑھکن کھول کر تمبکو نکالنے کیلئے اس میں اپنی انگلیاں ڈال دیں۔ لیکن نہ سرے ہی لمحے میں عمران نے انہیں چوکتے دیکھا اور ان کی انگلیاں تمبکو کی بجائے کاغذ کا ایک تہہ کیا ہوا ٹکڑا دبائے ہوئے باہر آئیں۔

رفعت جاہ مضطرباً انداز میں اس کی چھین کھول رہے تھے۔ پھر دفعتاً ان کے چہرے کی رنگت زرد ہو گئی۔ عمران بھی کاغذ ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”کیا مصیبت ہے...!“ رفت جاہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑا بڑا۔

”کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ضرور... ضرور...!“ رفت جاہ کا لجھ طنزیہ تھا۔ عمران نے کاغذ اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ ناٹپ کے حروف میں تحریر تھا۔

”رفعت جاہ“

اب وہ تینوں تصویریں نکال کر کپاڑ میں کسی جگہ رکھو.... اور یہ آخری وارنگ ہے۔ ورنہ آج ہی سے صحیح معنوں میں تم پر مصیبوں کا نزول شروع ہو جائے گا۔ گیارہ بجے سے پہلے پہلے میں وہ تینوں

”اُنکل قدر کہاں پیں.... ارے.... خدا کے لئے.... تلاش کرو....!“
وہ عمارت کی طرف بڑھے اور ان کے پیچے عمران بھی لپکا۔ عمارت کے قریب پہنچنے پہنچنے
ڈی۔ ایس۔ پی، روشنی اور نجہ کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔
”مرے او نجہ کی پنجی“ رفت جہادات پیں کر بولے ”تو کیوں آگئی بھاگ... جاہاں سے!“
”نبیں ماموں جان....!“ نجہ نے خشک لبھ میں کہا اور روشنی کی طرف دیکھ کر
بولی۔ ”میں اس یوریشین عورت سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی۔ کیا وہ فولاد کی بنی ہوتی ہے!“
”جہنم میں جاؤ....!“ رفت جاہ نے غصیلے لبھ میں کہا اور عمارت میں داخل ہو گئے۔
گیارہ بجھے میں صرف دہ منٹ رہ گئے تھے۔
”ارے وہ....“ دفلتا عمران چیخا۔ ”وہ چھلانگ لکھی وہ گئے۔“
”کون....؟“ ڈی۔ ایس۔ پی اس کی طرف مزدرا۔

”قدیر.... انہوں نے سامنے والی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر.... وہ بارج پکڑ لیا تھا اور پھر
اس طرف کو گئے!“
”نہیں....!“ نواب رفت جاہ کے لبھ میں حیرت تھی۔ پھر وہ ادھر ہی دوڑنے لگے
جدھر عمران نے اشارہ کیا تھا۔ وہ زینہ طے کر کے اور پری منزل پر پہنچ گئے۔
اور نواب رفت جاہ ایک کمرے کی طرف پہنچے۔ ان کے ساتھ ہی نجہ اور ڈی۔ ایس۔ پی
بھی اندر رکھتے چلے گئے۔ روشنی بھی ان کا ساتھ دینے ہی والی تھی کہ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
”ارے.... ارے....“ پیچھے سے ہدہ چیخا۔ مگر عمران کمرے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ جس
میں وہ تینوں داخل ہوئے تھے۔

”یہ کیا حرکت....“ اندر سے ڈی۔ ایس۔ پی دھاڑا۔
”تم مجھے حرast میں لینے والے تھے تا۔“ عمران نے دروازے کو بولٹ کرتے ہوئے کہا۔
”او سور کے پیچے.... دروازہ کھولو....!“ نواب رفت جاہ دروازہ پیٹ رہے تھے۔ ”تم
مکار.... جھوٹے قدر یہاں موجود ہے.... دروازہ کھولو....!“
”گیارہ بجھے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ مری جان نواب صاحب....!“ عمران نے
سر ہلا کر کہا۔

وہاں عمران کی موجودگی پر احتیاج کر سکتے۔ کیوں کہ وہاں لکڑی کے تین بڑے بڑے فریم رکھے
ہوئے تھے لیکن تصویریں کہیں نہیں نظر آرہی تھیں۔

”میرے.... خدا....!“ وہ بھراہی ہوئی آواز میں بولے۔ ”آنہیں تو دیک نے صاف کر دیا۔“
دونوں فریموں کے کیواں دیک کی مٹی سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پھر انہیں ہاتھ لگاتے ہی
لکڑی کے فریموں کے سوا اور کچھ شرہ گیا۔ دیک نے دونوں کے کیواں چاٹ ڈالے تھے۔

”اب کیا ہو گا....!“ رفت جاہ بے بی سے بڑھ رہا۔
”فکر نہ پہنچے۔!“ ڈی۔ ایس۔ پی بولا۔ ”آپ دوسری کوئی تصویریں کپڑا ٹھیں رکھواد بھیز
میں ان لوگوں کو دیکھ لوں گا۔!“

وہ تہہ خانے سے نکل آئے۔ نواب رفت جاہ ڈی۔ ایس۔ پی کا سہارا لے کر چل رہے تھے
ان کی حالت کچھ ایسی ہی تھی کہ وہ قدم قدم پر لڑکھ رہے تھے۔

ہال سے تین بڑی تصویریں اتاری گئیں اور پھر انہیں ڈی۔ ایس۔ پی نے اپنی دانست میں
ایک ایسی جگہ رکھوا دیا جہاں دشمن چاروں طرف سے مار کھا سکتا تھا۔ روشنی اور عمران سب دیکھ
رہے تھے لیکن خاموش تھے۔

اس وقت مرد آہن یعنی نواب رفت جاہ پر اخلاقی قلب کا دورہ پڑ گیا تھا اور وہ مضطربانہ
انداز میں ادھر ادھر دوڑے پھر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سارے اعزاء کو عمارت سے نکال لیا
تھا اور وہ سب میدان میں کھڑے تھے۔ ان کے گرد پولیس کا گھیرا تھا۔ یہاں اتنی زیادہ سر اسیگی
دیکھ کر ڈی۔ ایس۔ پی نے کچھ اور کاشیبل طلب کرنے تھے۔

پونے گیارہ نئے پکلے تھے اور نواب رفت جاہ کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ دفلتا
ڈی۔ ایس۔ پی عمران کی طرف مڑا اور عمران نے اس سے کہا ”ہمارے لئے یہ منظر بدعا برہت ہاں
ہے۔ اگر نواب صاحب نے پہلے ہی یہ تصویریں....!“

”ہوں....!“ ڈی۔ ایس۔ پی غرایا۔ ”میں اپنی ذمہ داری پر آپ کو حرast میں لیتا ہوں۔
اگر نواب صاحب کے کسی عزیز کو معمولی سا بھی گزند پہنچا تو آپ....!“

”ارے.... اُنکل قدر....!“ دفلتا نواب صاحب پیچے اور پاگلوں کی طرح ادھر ادھر
دوڑنے لگے۔

وھٹاندر سے اس قسم کی آوازیں آنے لگیں جیسے دو آدمی ایک دوسرے سے لپٹ پڑے ہوں۔
نجہر جیخ رہی تھی۔ ”خدا کے لئے دروازہ کھولو... بچاؤ... بچاؤ...!“
”کھولو... دروازہ...!“ روشنی عمران کو دھلیل کے آگے بڑھی۔
”کیسی تفریح ہے۔“ عمران اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرا یا۔ روشنی دروازہ کھول چکی تھی۔
رفعت جاہ اور ذی ایس۔ پی ایک دوسرے پر پلے پڑ رہے تھے۔ نجہر پا گلوں کی طرح باہر بھاگی۔
”مرے... مرے... تم سب مرے...!“ رفت جاہ نے پھر قہقہہ لگایا۔
”تم شاید خواب دیکھ رہے ہو رفت جاہ۔“ عمران نے نہ کہا۔ ”جہاں تم نے بچپنی
رات ٹائم برم رکھا تھا وہاں اب تمہیں موتی چور کا لڈو ملے گا۔ کیا سمجھے!“
”اوو..... چھوڑو...!“ رفت جاہ نے ذی ایس۔ پی کا بازو منہ میں بھر لیا اور وہ درد
کی شدت سے کراہ۔ اسی اثناء میں اس کی گرفت ڈھیلی پر گئی اور رفت جاہ نے اسے ایک طرف
دھکا دے کر دروازے میں چھلانگ لگائی۔
لیکن دروازے پر عمران جما کھرا تھا۔۔۔ لہذا ذی ایس۔ پی کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ رفت
جاہ کے دوبارہ کمرے اگرنے کی وجہ کیا تھی۔
قدیر ایک پنگ پر بیہوش پڑا تھا اور اس کے ہاتھ پیر بند ہے ہوئے تھے۔ رفت جاہ نے فرش
پر پڑے ہی پڑے قدیر پر چھلانگ لگائی لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران نے ٹاگ پکڑ کر کھینچ لی۔
”ہتھ کڑی لگاؤ۔“ عمران نے ذی ایس۔ پی سے کہا۔
عمران نے رفت جاہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تھے اور رفت جاہ کی جدو جہد برابر جاری
تھی۔ لیکن عمران کی گرفت سے نکل جانا آسان کام نہیں تھا۔
باہر نجہر ہاتھ بلاہلا کر جیخ رہی تھی۔۔۔ ”سب پاگل ہیں... یہاں سب پاگل ہیں!“
کچھ دیر کے بعد سروش محل کا ہاں مقامی حکام سے بھرا ہوا تھا۔ چونکہ معاملہ ایک معزز
آدمی کا تھا اس لئے تقریباً کبھی آئے تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو رفت جاہ کو اس حال میں
دیکھ کر خسے میں بھر گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ رفت جاہ کے خلاف کچھ ثابت کئے بغیر ہتھ کڑی
نہ کافی چاہئے تھی۔
ڈسٹرکٹ جسٹس ہیٹ نے عمران سے سوال کیا کہ رفت جاہ کو کس جرم میں گرفتار کیا

”یہ تم کیا کر رہے ہو....!“ روشنی سے جھنجور کر بولی۔
”میں.... میں.... ان سکھوں کو ختم کرنے جا رہا ہوں۔“ عمران نے اوچی آواز میں کہا۔
”صرف چار منٹ رہ گئے ہیں اس کے بعد ان سکھوں کے چیخڑے اڑ جائیں گے۔ سنتے ہو نواب
مچھر جاہ.... میں شفقت کا پیچاری ہوں صرف سلاڑھے تین منٹ اور رہ گئے ہیں!“
”پاگل دیوانے.... دروازہ کھولو...!“ رفت جاہ برابر چینے جا رہے تھے اور اس انداز میں
دروازہ پیٹ رہے تھے جیسے اسے توڑ کر باہر نکل آئیں گے۔
”ذی ایس۔ پی اٹی....!“ عمران نے تکمانتہ انداز میں پوچھا۔ ”کیا قدیر اندر موجود ہے۔“
میں ملکہ داخلہ کا ایک نمائندہ تم سے جواب طلب کر رہا ہوں۔!
”قدیر یہاں ہے۔ اس کے ہاتھ پیر بند ہے ہوئے ہیں۔!“
”تب پھر تم اپناریو الور نکال لو.... شفقت کا پیچاری اسی کمرے میں بند ہے۔!
عمران نے کچھ اور بھی کہنا چاہا لیکن رفت جاہ کی جنم دھڑکیں اس کی آواز مذموم ہو گئی۔
”رفعت جاہ صرف دو منٹ اور رہ گئے ہیں۔“ عمران غریا۔
”کیا کہا تھا۔ ملکہ داخلہ کا نمائندہ....!“ اندر سے ذی ایس۔ پی نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
”ہاں نمائندہ خصوصی.... کیا سارے ملک کے حکام کے پاس اس کے لئے ملکہ داخلہ کا
خصوص حکم نامہ موجود نہیں ہے۔!
”آپ.... یعنی کہ.... علی.... عمران.... صص صاحب....!“ ذی ایس۔ پی ہکلایا۔
”ہاں.... میں ہی ہوں.... نواب صاحب.... صرف ایک منٹ اور رہ گیا ہے....!“
”کھولو.... سور کے بچے.... کھولو.... رفت جاہ پا گلوں کی طرح چینے جا رہے تھے!“
”رفعت جاہ کے ہاتھوں میں ہتھ کڑی ڈال دو۔“ عمران غریا۔ ”میں انہیں اقدام قتل اور
دواوں کے ذریعہ قدیر اور لا لفیا کے ایک دیہ کے دماغ خراب کرنے کے جرم میں حرast میں
لیتا ہوں!“
”ہاہاہا....!“ دھٹک رفت جاہ کا دھیان قہقہہ بند کمرے میں گونج اٹھا۔
”ایک منٹ.... ہاہا.... ہاہا.... تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے.... نہیں کر سکتے.... تم
سکھوں کے چیخڑے اڑ جائیں گے!“

نفت جاہ و حکم کی تھی۔ ابہت نرس بھی تھا لہذا اسے یقین آگیا اور اس نے غیر ارادی طور پر اسی
رے کارخ کیا جاں اس نے پچھلی رات قدیر کو چھوڑا تھا۔ بہر حال شفقت کے پچاری کا کھڑاگ

ی لئے پھیلایا گیا تھا کہ رفت جاہ پولیس کی ناک یخے ہی اتنا برا جرم کرنے کے بعد بھی معموم
ہے کہ قدری مر جاتا اور پولیس شفقت کے پچاری کی تلاش میں بھائی بھارتی اور آخر کار اس
یں کا قائل ہی بند کر دیا جاتا۔ بھی شفقت کے پچاری کا وجود ہوتا تو پولیس کسی نہ کسی طرح اسے
حوثی نہ کلتی.... مگر ایسی صورت میں جب کہ رفت جاہ پر شبکے بغیر ہی سراغ رسانوں کے
ہوڑے دوڑتے رہتے تو نتیجہ معلوم.... تھبیریے ابھی کوئی سوال نہ پکجھ۔ مجھے کہہ لینے دیجئے یہ
بھی عجیب اتفاق ہے کہ شفقت کے پچاریوں کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے رفت جاہ کے جو آدمی
ہاتھ لگا دہ میں ہی تھا۔ شاید اس نے اٹلفیا کے ویژر کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط کسی یو ٹو ف
آدمی کے ہاتھ لگانے پاچا ہے.... جو اسے لے کر سیدھا پولیس اسٹیشن دوڑا چلا جائے یا وہیں ہو ٹھی ہی
میں چیخ چیخ کر اس کا اعلان کرنے لگے۔ پھر ویژر کا دماغ خراب کر دیا گیا تاکہ وہ کسی سے کچھ کہہ نہ
سکے اور وہیں سے ایک پراسرار اور ہنگامہ خیز جاسوسی ناول اسٹیشن ہونا شروع ہو جائے.... لیکن یہ
بیسویں صدی ہے.... آج کل فون انچو.... سو مرد.... ڈاکٹر گولا.... یا مقدس جوتا ناپ کی
نویتیں کامیاب نہیں ہو سکتیں!

”مگر یہ سب کچھ ہوا کیوں....!“ ڈسٹرکٹ محسٹریٹ نے پوچھا۔

”مجھے انوس ہے کہ میں یہ سب کچھ نہ بتاؤں گا۔ میرے پاس ایسے کاغذات موجود ہیں جو
ثبوت کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں اور ان سے جرم کا مقصد بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ مگر یہ سب
کچھ براور استحکمہ داخلہ کی تحويل میں جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت اس سلسلے میں اپنے طور
پر کوئی علیحدہ کارروائی کرنا چاہے۔ بہر حال رفت جاہ کو تا حکم ٹانی حرast میں رکھا جائے اور
اس کے لئے صرف میں ذمہ دار ہوں۔ میں نہیں بلکہ مکملہ داخلہ ذمہ دار ہے!“

اس کے بعد کسی نے کچھ نہیں پوچھا لیکن موڈ سب کا خراب ہو گیا تھا۔ سھوں کو رفت جاہ
سے ہمدردی تھی۔ کوئی اسے باور کرنے کو تیار ہی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ رفت جاہ پر گائے
جانے والے الراہات صحیح ہوں گے۔

اسی شام کو روشنی اور عمر ان اٹلفیا میں واپس آگئے۔ مجھے بھی ان کے ساتھ چلی آئی تھی۔

گیا ہے۔

”اقدام قتل.... فراؤ.... دواؤں کے ذریعے دو افراد کی ذہنی حالت خراب کرنا.... قریباً
پاگل نہیں تھا.... اسے بعض زبری میں اشیاء کے ذریعہ پاگل بنایا گیا ہے اور اس کی ذمہ داری سر اور
رفعت جاہ پر ہے۔ اٹلفیا کا ایک ویژر بھی انہیں حالات کا شکار ہوا ہے اور اس کا ذمہ دار بھی یہ
 شخص ہے۔ پچھلی رات اس نے اسی عمارت کے ایک کمرے میں نائم بم رکھا تھا۔ اور اس کے بوجے
اس کے دو ملازموں نے بیویوں قدر کو اسی کمرے میں پہنچا دیا تھا۔ میں نے اس نائم بم کو چیک کیا
تھا وہ آج ٹھیک گیا ہے بچھے پھٹ جاتا، اس طرح شفقت کے پچاری کی دھمکی عملی جامد پہنچ لئی یہ
قدر کے پرخیز اڑ جاتے اور پولیس شفقت کے پچاری کی تلاش میں سرگردان نظر آتی۔ اسی لئے
رفعت جاہ نے انتظام کیا تھا کہ پولیس موقع واردات پر پہلے ہی سے موجود رہے۔ رفت جاہ
قدر کو تلاش کرنے کے لئے بڑی شابکدار ایمنگ کی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمیں اس
کرنے تک ہر گز نہ لے جاتا جہاں قدر یعنی موجود تھا۔ ہم عمارت کے دوسرے حصوں میں
ہوتے کہ ہمیں ایک دھماکہ سنائی دیتا۔ نائم بم زیادہ قوت والا نہیں تھا۔ اس سے صرف قدر کا
غائب ہو جاتا۔ عمارت کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ واضح رہے کہ یہ نائم بم قدر کے سلکے کے نتیجے
رکھا گیا تھا۔ آپ خود سوچئے کہ آخر رفت جاہ کو قدر کا خیال صرف پندرہ منٹ پہلے کیے آیا
جب کہ وہ بقیہ عزیزوں کو جن جن کر عمارت سے باہر نکل لایا تھا۔ اس کا مقصد ہی تھا کہ ا
ہمیں پندرہ منٹ تک عمارت کے دوسرے حصوں میں ٹھلاٹا پھرے۔ اور اسی اثناء میں بم پھس
جائے۔ مگر بم تو میں نے اسی وقت ہٹا دیا تھا جب وہ قدر کو وہاں لٹا کر باہر چلے گئے تھے۔ رفت
جاہ کو شاید یقین نہیں تھا کہ قدر مقررہ وقت تک بیویوں رہے گا۔ لہذا اس کے ہاتھ میر باندا
دیئے گئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھوٹس دیا گیا تھا۔“

”مگر پھر وہ قدر کے کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔“ کسی نے کہا۔ ”حالانکہ اس وقت تک
دھماکہ بھی نہیں ہوا تھا اور گیارہ بجئے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔“

”میں نے نفیاتی طور پر انہیں اس کے لئے مجبور کر دیا تھا۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ ”جب
ہم عمارت میں داخل ہو رہے تھے میں نے چیخ کر کہا“ وہ رہا۔ ”وہ گیا۔ اور پر رفت
جاہ رک گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ ابھی ابھی قدر ٹھلاٹ کھڑکی سے کوڈ کر ٹھلاٹ بارجے پر گیا ہے۔“

گانڈی میں کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ رفت جاہ نے اسی لئے اس کا دماغ خراب کیا ہو کہ وہ پاگل پن ہی میں اس جگہ سکر سائی کر جائے جہاں اس نے کاغذات چھپائے ہوں۔ بھی بات درست ہو سکتی ہے۔ اسی لئے وہاں کنوں کھدا دیتا تھا۔ جہاں قدر صرف ایک ہی باشٹ زمین کھود ڈالتا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ وہ کاغذات ایک جگہ دفن ہی تھے میں نے ایک بار قدیر کر بڑھاتے ساتھا باقی قطعی بے ربط تھیں۔ لیکن میں نے پچھلی رات داتا گنج جا کر اس کے مکان کا جائزہ لیا تو اس کی بے ربط باقی یاد آنے لگیں۔ وہاں ایک پیپل کا درخت تھا جس کے نیچے بکری کی میکنیاں بکھری ہوئی تھیں اور پیپل کی کئی جزیں زمین کی سطح سے اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کی بے ربط باقی جو سن تھیں ان میں پیپل کی سب سے موٹی جزا کا حوالہ بھی تھا۔۔۔ پھر مجھے یاد آیا کہ قدر یہ زمین کھونے کے خط میں بتلا تھا۔۔۔ بن میں نے پیپل کی سب سے موٹی جزا کے نیچے کھونا شروع کر دیا۔ شاید ذیڑھ فٹ نیچے ہی کسی سخت پیپر سے ک DAL مکرائی اور لو ہے کا ایک چھوٹا سا صندوق تھا۔۔۔ بس پھر وہیں سے رفت جاہ کا یہڑہ غرق ہونے لگا۔ میں نے اس وقت تک ان لوگوں کے پیچے لگا رہا جب تک کہ یہ قدر کو اس کرے میں ناکر باہر نہیں چلے گئے۔۔۔ آہا۔۔۔ اب آگے میں نہیں ہتاوں گا۔

”بتابا پڑے گا طوطے۔۔۔ ورنہ میں تمہاری زندگی تلخ کر دوں گی اور میں جو کچھ کہتی ہوں تم اچھی طرح جانتے ہو۔“

عمران نے نہ اسامنہ بنا کر ایک طویل سانس لی اور بولا ”وہ صولت جاہ کی ولاد نہیں ہے۔ خود صولت جاہ کی تحریر اس سلسلے میں موجود ہے اور اسی تحریر کے لئے اتنا ہنگامہ ہوا تھا۔ صولت جاہ کا بیان ہے کہ وہ شادی کے پانچ ماہ بعد پیدا ہوا تھا۔ ان کاغذات کے ساتھ شادی کا سرٹیفیکٹ اور رفت جاہ کی پیدائش کا سرٹیفیکٹ بھی موجود ہے۔ لیکن صولت جاہ کھلم کھلا اس کا اظہار کر سکا اور نہ یہی کر سکتا تھا کہ رفت جاہ کی ماں کو ظلاق دے دیتا گیوں کہ وہ انگلینڈ کے ایک نائٹ کی لڑکی تھی۔ اس نے صولت جاہ کو ڈرایا تھا کہ اگر اس نے اس بات کا اعلان کیا تو اس سے خطاب اور جاگیر دونوں چھین لئے جائیں گے۔ صولت جاہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ مجبوراً اسے خاموش رہ جانا پڑا۔ لیکن اس نے یہ سب کچھ صرف قدر کی والدہ یعنی اپنی سوتیلی ماں کو بتا دیا تھا۔ بلکہ اپنے تحریری بیان کے ساتھ وہ سارے ثبوت بھی اس کے حوالے کر دیئے تھے جو اس سلسلے میں کام آسکتے۔ اس نے لکھا ہے کہ۔۔۔

غالباً وہ اس چکر میں تھی کہ عمران سے سب کچھ معلوم کرے۔ لیکن آج یہ ایسا ہے جو اس کے درست جانا پڑا۔

مگر روشنی سے وہ اپنا پیچھا کیسے چھڑا۔۔۔

”تو۔۔۔ تمہیں بتانا پڑے گا طوطے۔۔۔ آخر اس نے تھا یہ سب کچھ کیسے کر ڈالا۔۔۔“ روشنی نے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا۔

”تھا۔۔۔ نہیں۔۔۔ تو۔۔۔ اس کے ساتھ کمی آدمی تھے لیکن انہیں اصل مقصد کا علم نہیں تھا۔ وہ بھی سمجھتے تھے کہ رفت جاہ نے شفقت کے پیارے بچوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ وہ اسی کے آدمی تھے۔ جنہوں نے تمہیں اور ہدہ کو پکڑا تھا۔ تم اس غلط فہمی میں بھی نہ بتا رہا تھا کہ تم نے اپنی حکمت عملی سے رہائی حاصل کی تھی۔ رفت جاہ کا پروگرام ہی بھی تھا کہ تم لوگ پکڑ کر چھوڑ دیئے جاؤ تاکہ پولیس کو شفقت کے پیارے بچوں کے وجود کا لیکن ہو سکے۔ دوسری طرف اس نے اپنے آدمیوں کو یہ سمجھایا ہوا کہ میں تم یا ہدہ شفقت کے پیارے بچوں سے قطلنگ رکھتے ہو۔!“

”مگر وجہ بتا۔۔۔ وجہ۔۔۔ اس نے اتنا کھڑاگ پھیلایا کیوں تھا۔ وہ قدر کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا۔!“

”کیونکہ وہ اپنے باپ کی اولاد نہیں تھا۔!“

”کیا مطلب۔۔۔!“

قدیر کے پاس اس کے ثبوت میں کچھ کاغذات موجود تھے جنہیں وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کسی طرح اسے علم ہو گیا تھا کہ قدر کے پاس ایسے کاغذات موجود ہیں۔ لہذا اس نے پہلے تو شاید سید ہمی طرح کام نکالنا چاہا لیکن قدر اس پر رضا مند نہیں ہوا ظاہر ہے کہ جب قدر نے ایسے کاغذات کی طرف سے لا علی ظاہر کی ہوگی تو رفت جاہ نے سوچا ہو گا کہ ممکن ہے کہ اب وہ انہیں اس کے خلاف استعمال ہی کر بیٹھے۔ لہذا اس نے کسی قسم کے زبر سے اس کی دماغی حالات ہی بر باد کر دی۔ لیکن شاید دماغی حالات خراب ہونے سے پہلے قدر ان کاغذات کے متعلق سوچتا رہا تھا۔ لہذا پاکل ہو جانے کے بعد بھی اُن خیالات کی پر چھایاں آپس میں گذشتہ ہو کر اس کے ذہن میں چکراتی رہیں وہ ان کاغذات کے لئے جگہ جگہ زمین کھودتا رہتا اور رفت جاہ وہاں

سب کچھ محض ہے کہیں ممکن ہے۔ ممکن ہے کہیں ممکن ہے۔ ممکن ہے کہیں ممکن ہے۔ www.urduchannel.in سے آزاد ہی ہو جائے اس وقت یہ کاغذات قومی حکومت کے سامنے پیش کر کے صحیح حق دار کا حق دلوادیا جائے۔

”برacha لاک تھا...!“

”پتے نہیں.... چالاک تھا یا گھاڑ....“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”مگر اس گدھے نے دو شادیاں کی تھیں۔ پتے نہیں یہ لوگ دو شادیاں کر کے زندہ کیسے رہتے ہیں!“

”کر کے دیکھو...!“

”نہیں.... بس.... اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے خاندان میں ایک آدمی نے شادی کر لی تھی!“

”کس نے...!“

”ڈیٹھی نے.... ان کی شادی پر میں آج تک پچھتا رہا ہوں۔“ عمران نے گلوگیر آواز میں کہا اور چیزوں کا پیکٹ چھاڑنے لگا۔
پھر یہ کہلی یہیں نہیں ختم ہو گئی۔ رفت جلا کی طرف سے آج تک مقدمہ لڑا جا رہا ہے۔ ویسے بہترین قسم کے قانون و انوں کی یہی رائے ہے کہ رفت جلا کا کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ جائیدار نجمہ کی ماں ہی کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ قدری اور اولفیا کا دیہ آج بھی صحیح الدلیع نہیں ہو سکے۔

(ختم شد)